ماہنامہ
سچی اور دکھی کہانیوں کا مجموعہ
جوابِ عرض
اپریل 2016ء
PDFBOOKSFREE.PK
روشنی کا سفر نمبر
RS:90

CPL No.220

ماہنامہ

جوابِ عرض

لاہور

اپریل 2016

قیمت۔/90 روپے

روشنی کا سفر نمبر

جلد نمبر 41

شمارہ نمبر 11

جواب عرض

پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ۔ III

بانی۔ شہزادہ عالمگیر

نگران اعلیٰ۔ شہلا عالمگیر

چیف ایگزیکٹو۔ شہزادہ التمش

جنرل مینجر۔ شہزادہ فیصل

آفس مینجر۔ ریاض احمد

فون۔ 0341.4178875

سرکولیشن مینجر۔ جمال الدین

فون۔ 0333.4302601

مارکیٹنگ۔ کرن۔ ماہا۔ نور۔

فاطمہ۔ رابعہ۔ سارا۔ زارا

ماہنامہ جواب عرض ماہ اپریل 2016 کے شمارے روشنی کا سفر نمبر کی جھلکیاں

روشنی کا سفر ناصر اقبال خٹک ۔ 6	دل کے ارمان ایم یعقوب ۔ 58
بابل کی دہلیز سے آ گہی تک عرفان ملک ۔ راولپنڈی 18	دل تیرا ہی ہو گیا عمر دراز آ کاش ۔ 66
حنا اور گلاب محمد خاں انجم ۔ دیپالپور ۔ 26	کرب کے دن رات عارف شہزاد ۔ 74
چار بہنیں نگینہ یاسمین ۔ خوشاب 41	قصور کس کا محمد دین بلوچ ۔ 82
یہ کیسی محبت پرنس بابر علی ۔ ساہیوال ۔ 50	وٹہ سٹہ حسنین شاکر ۔ 90

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر ۔ رائٹر ۔ ادارہ ۔ یا پبلیشر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلیشر :شہزادہ عالمگیر ۔ پرنٹرز زاہد بشیر ۔ ریڈ گن

غم محمد فیاض ساغر ۔ فیروزہ 96	ویران دل کے آنگن میں انتظار حسین ساقی ۔ 152
محبت کی جنگ ۔ حصہ اول عرفان ملک آصف ۔ 106	ممتا کے سائے ریاض تبسم ۔ 158
پاکیزہ محبت ۔ حصہ اول ایم عاصم بوٹا ۔ 116	محبت میٹھی سی حنا اصغر ۔ 182
زندگی لائی کس موڑ پر آصف علی ۔ 128	اپریل فول شمائلہ رئیس ۔ 166
بند گلی محمد یونس ناز کوٹلی ۔ 141	احساس ندامت شعبان کھوسہ 192

اسلامی صفحہ

آپ ﷺ کا خاندان مبارک

ازواج مطہرات

کل تعداد (12) نام (1 حضرت خدیجہؓ) (2 حضرت سودہؓ) (3 حضرت عائشہ صدیقہؓ) (4 حفصہؓ) (5 حضرت زینب بنت خزیمہؓ) (6 حضرت ام سلمہؓ) (7 حضرت زینب بنت جحشؓ) (8 حضرت جویریہؓ) (9 حضرت ام حبیبہؓ) (10 حضرت صفیہؓ) (11 حضرت میمونہؓ) (12 حضرت ماریہ قبطیہؓ)

صاحبزادے۔ کل تعداد (3) نام۔ (1 حضرت قاسم) (2 حضرت ابراہیم) (3 حضرت عبداللہ) دادی کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ۔ نانی کا نام۔ برہ بنت عبدالعزیٰ۔ پرنانی کا نام۔ ام حبیبہ بنت اسد۔ صاحبزادیاں کل تعداد چار۔ 1 حضرت زینبؓ 2 حضرت رقیہؓ۔ 3 حضرت ام کلثومؓ۔ 4 حضرت فاطمۃ الزہرہؓ۔ پھوپھیاں کل تعداد 6 نام۔ 1 صفیہؓ۔ 2 ام حکیم البیضاء۔ 3 عاتکہ۔ 4 امیمہ۔ 5 اروئی۔ 6 برہ۔

چچا۔ کل تعداد 11 نام۔ 1 عبدالعزیٰ 2 ابوطالب۔ 3 عبدالحارث۔ 4 عبدالشمس 5 عبداللات۔ 6 نوفل 7 کراحہ۔ 8 حارث۔۔ 9 حضرت حمزہؓ۔ 10 حضرت عباسؓ۔ 11 ربیعہ۔

داماد۔ کل تعداد 3۔ نام۔ 1 حضرت عثمان غنیؓ۔ 2 حضرت علیؓ۔ 3 حضرت ابوالعاص۔

محمد ندیم عباس میواتی پتوکی

نمک کی برکت کے بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جتنی بھی بڑی مشکل ہو گھر سے نکلتے وقت تھوڑا سا نمک روٹی کے نوالے میں رکھ کر کھالیا کرو ایسا ممکن ہی نہیں کہ گھر مایوس لوٹو گے،

ارشاد نبوی ﷺ۔ ایک دن حضرت عزرائیل سے حضور ﷺ نے پوچھا کہ جب تم جسم سے روح نکالتے ہو تو کیسے نکالتے ہو۔ حضرت عزرائیل نے بولے جیسے کسی کے باریک کپڑے کو کانٹوں پر ڈال کر کھینچا جائے تو جتنی مشکل سے وہ پھٹتا ہے اس سے بھی زیادہ تکلیف سے میں روح نکالتا ہوں۔ حضور ﷺ نے روتے ہوئے فرمایا اے عزرائیل تم ساری جانوں کی تکلیف مجھے دے دو مگر میری امت کو چھوڑ دینا ایسے پیارے نبی ﷺ پر درود پاک پڑھو ہمارے پیارے نبی ﷺ ہمارے لیے کتنی مصیبتوں کو سامنا کرتے تھے لیکن ہم امتی ان پر درود بھی نہیں بھیج سکتے۔

اقصد علی فراز گاؤں پانڈوال

ماں کی یاد میں

شاہد اقبال۔ پتوکی

میں اپنی پیاری امی جان میں کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتا کیوں کہ اگر میں ماں کو نہ دیکھوں تو مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا دنیا کے سب رشتے جھوٹے ہیں ایک ماں کا ہی تو رشتہ ہے جو دنیا میں ایک مثال ہے سچا ہے مضبوط ہے پیارا ہے نرم ہے چاہتوں بھرا ہے خوشبو کی طرح مہکتا ہے حسین ہے کھلا ہوا ہے ہر وقت قربان ہونے کو تیار ہے میں اپنی ماں کے اتنے سارے رشتوں کو پل بھر کے لیے بھی کھونا نہیں چاہتا ماں مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب میں بہت چھوٹا تھا ایک بار مجھے بخار ہوا تو میری امی نے ساری رات نہ کھانا کھایا اور نہ ہی سو سکی میں دیکھتا رہا میری امی مجھے گود میں لے کر رات بھر خدا سے دعا کرتی رہی یا اللہ میرے لال کو ٹھیک کر دے اور بھی بہت کچھ مانگا کہ میں ٹھیک ہو جاؤں مجھے وہ دن کبھی نہیں بھول پائے گا۔ جب دن ہوا تو میری امی نے مجھے سلا کر گھر کے کام کیے مگر امی کی طبیعت میری وجہ سے جاگ جاگ کر خراب ہو رہی تھی پھر بھی میری امی میرے لیے صدقے واری جاتی رہی یہ نہیں کہ صرف میری امی ہی یہ کرتیں ہیں ہر کسی کی ماں ایسی ہی ہوتی ہے لوگو ماں کی قدر کر لو ماں کو خوش کر لو میں اسی وقت کو ذہن میں رکھے ہوئے ہی جب سکول سے آتا تو میری امی نے میرے لیے ستو یا لسی ٹھنڈی کر کے رکھی ہوتی اور اگر کبھی ماں نیند میں ہوتی تو میں جگاتا نہیں تھا اور آہستہ سے چپکے سے اپنی امی کے پاؤں چوم لیتا تھا ایک دن میں پاؤں کا بوسہ لے رہا تھا تو امی کی آنکھ کھل گئی اور مجھے دیکھ کر تڑپ اٹھیں اور جلدی سے گلے لگا کر منہ ماتھا چومنا شروع کر دیا اور بولیں بیٹا تو سکول سے کب آیا اور یہ کیا کر رہا تھا میں نے اپنی امی کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا کہ امی جان میں آپ کو جگانا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے معاف کرنا میری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہوئی ہے ماں نے پھر سینے سے لگا کر کہا بیٹا میں تیرا ہی انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی شکر ہے اللہ کا میرا بیٹا گھر آیا ہے دوستو یہ میری عادت ابھی تک نہیں گئی کہ میں جب بھی باہر سے گھر آتا ہوں تو ماں اگر سو رہی ہیں تو ان کے پاؤں چوم کر گھر بیٹھتا ہوں اگر جاگ رہی ہیں تو ان کو سلام کر کے ان کے ہاتھ چومتا ہوں میری یہ ہی عادت میرے پورے خاندان میں مشہور ہو گئی ہے مگر مجھے فخر ہے کہ میری امی جان میرے اوپر خوش ہیں میں پوری دنیا کو ناراض کر سکتا ہوں مگر ایک ماں کو نہیں میں جب بھی کبھی محفل میلاد میں جاتا ہوں تو میری دعا یہ ہوتی ہے کہ جو بھی علماء کرام آئیں وہ ماں کے بارے میں ہی خطابت کریں کیوں کہ ماں کے بارے میں سن کر میرا دل بہت خوش ہوتا ہے میں کبھی کسی رشتہ دار کے پاس جا کر نہیں رہتا شام امی کے پاس لازمی چلا جاتا ہوں کیوں کہ امی کو دیکھ کر امی کے پاؤں کا بوسہ لے کر سونا میرا سکون ہے مجھے میری ماں سے دور دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں کر سکتی صرف اللہ کی عطا کردہ موت کے علاوہ دنیا کی کسی مخلوقات میں ہمت نہیں جو مجھے میری ماں سے جدا کر سکے میری ماں ہی میرے لیے سب کچھ ہیں اگر ماں ہے تو دنیا میں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں ورنہ دکھ گھیرا ڈال لیتے ہیں اور ساری زندگی دکھوں سے لڑتے لڑتے گزر جاتی ہے لیکن انسان خوش نہیں رہ سکتا کیوں ماں ہر دکھ کا سامنا کر کے اپنی اولاد تک کسی مصیبت کو نہیں آنے دیتیں اپنی ماں کے قدموں کی خاک ایک چھوٹا سا انسان۔۔۔ شاہد اقبال پتوکی

روشنی کا سفر

تحریر: الیکٹریکل میکنیکل انجنیئر ناصر اقبال خٹک کرک۔

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے روشنی کا سفر رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔
میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے مین نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کی کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے

میرا نام ساحل اقبال ہے قوم سے خٹک ہوں ضلع کرک کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں میری پیدائش ہوئی ہمارا گاؤں شکردرہ سے پینتالیس منٹ اور ضلع کرک سے پینتیس منٹ کی مسافت میں واقع ہے ہمارا گاؤں دنیا کا سب سے غریب گاؤں ہے ہمارے گاؤں میں لوگوں کا پیشہ مال مویشی پالنا ہے۔

میرے ابو فوج سے ریٹائر تھے ہم چھ بھائی اور ایک بہن تھی میرے والد صاحب نے ہم بہن بھائیوں کی پرورش بہت شاندار سخت نگرانی میں کی میرے والد صاحب کا نام عقیل محمد تھا سب لالہ لالہ کے نام سے پکارتے تھے میرے سب بھائی بھی فوج میں ملازم تھے۔

میرے ایک بھائی جس کا نام شاہد اقبال ہے جس کی ڈیوٹی ان دنوں کراچی میں لگی ہوئی تھی میں ان سے ملنے کراچی گیا۔ کچھ دن کراچی میں بھائی کے ساتھ یادگار دن گزارے پھر کراچی سے بائے ٹرین سفر کیا کیونکہ مجھے پشاور آنا تھا جہاں میں اسلامیہ کالج میں زیر تعلیم تھا شام چار بجے کراچی ریلوے اسٹیشن سے تیز گام ریل گاڑی سے پشاور کے لیے بھائی سے الوداع ہوا۔

قارئین یوں تو زندگی میں سب کچھ پہلی ہوتا ہے مثلاً ہنسنا رونا لیکن معمول کا حصہ جان کر انسان بہت کچھ نظر انداز کر دیتا ہے مگر جب نظر کا انداز ہی بدل جاتا ہے تو ادراک ہوتا ہے کہ جب کوئی شدید خواہش تکمیل پائے تو احساسات کی دنیا میں پہلی بار کیسی ہلچل شور مچاتی ہے۔

قارئین کرام میں نے جس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ بھی کچھ ایسی ہی کیفیات سے دوچار تھا جبکہ دیکھنے والوں کے نزدیک وہ محض

ایک تماشہ ٹھہرا تھا اتفاق سے میں بھی اسی بوگی میں سفر کر رہا تھا جو چپ چاپ صرف دیکھ رہا تھا سفر گزرنے کے بعد ہی پتہ چلا کہ وہ ایسا کیوں تھا میرے دماغ میں ہزاروں سوال جنم لے رہے تھے میری یہ عادت بچپن سے رہی ہے کہ میں دوران سفر میں کسی سے بات چیت نہیں کرتا نہ ہی کسی سے لے کر کچھ کھاتا ہوں خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھتا ہوں۔

آیئے قارئین کرام بند آنکھوں سے حقیقت اور کھلی آنکھوں سے خواب دیکھنے والا ایسی داستان سناتا ہوں کہ سننے کے بعد آپ بھی کافی دیر تک سوچیں گے کچھ آپ کو خود سے اور الگ سے بہت محبت ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا نعمتیں دی ہیں اور ہم ان نعمتوں کا کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔

غالبا وہ مرد اور عورت آپس میں میاں بیوی تھے کیونکہ وہ ایک دوسرے سے اتنے بے زار نظر آ رہے تھے کہ شاید میاں بیوی ہی آپس میں اتنے بے زار ہو سکتے ہیں۔۔ ریلوے اسٹیشن پر اندرون دیہات جانے والی ٹرین کے انتظار میں پلیٹ فارم میں مشکل سے ایک درجن افراد موجود تھے ان میں یہ میاں بیوی بھی شامل تھے بے زاری کے باوجود وہ ایک جوڑا ہی نظر آ رہے تھے عورت تقریبا پینتیس برس کی کسی قدر لمبی اور خوبصورت جسامت کی مالک تھی زنانہ اوورکوٹ مین بھی اس کے جسم کی موزونیت نمایاں تھی جبکہ مرد عمر میں تقریبا چالیس کا لگ رہا تھا اس کے بھی نقوش اچھے تھے لیکن سامنے سے اڑ جانے والے بالوں نے اس کی شخصیت کو متاثر کیا تھا پانچ سال پہلے وہ یقیناً بہت ہی خوبرو آدمی ہوگا اس نے بھاری اوورکوٹ پہن رکھا تھا انکے پاس صرف ایک بیگ تھا برابر والی بینچ پر ایک نوجوان اور دل کش لڑکی بیٹھی تھی جو شاید طالبہ تھی اسکے پاس کتابوں بھرا ایک بیگ تھا اور وہ اس وقت بیالوجی کی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی خاصے سرد موسم میں بھی اس نے منی اسکرٹ اور بے حد تنگ سویٹر پہن رکھا تھا بے زار جوڑے کی بیوی نے اسے آتے ہی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا لیکن اس نے جوڑے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی اس کا بھاری چمڑے کا پرس اس کے پاس ہی رکھا تھا اور کتابوں کا بیگ اس نے پاؤں کے نیچے رکھا ہوا تھا ۔ابھی ٹرین آنے میں دس منٹ باقی تھے کہ ایک نوجوان اور اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی پلیٹ فارم پر نمودار ہوئے ٹرین کے منتظر باقی مسافر دور بیٹھے تھے لیکن انہوں نے لڑکی والی بیچ کا رخ کیا بوڑھا چاندی جیسے بالوں والا صحت مند آدمی تھا اسکی تقریبا ستر سال عمر لگ رہی تھی۔ البتہ اس کی چال سے کوئی کمزوری نظر نہیں آ رہی تھی وہ بالکل سیدھا چل رہا تھا شکل وصورت سے بھی نہایت شریف انسان لگ رہا تھا نوجوان کے جسم سے جیسے توانائی پھوٹ رہی تھی وہ خوش شکل بہت معصوم سے نقوش والا لڑکا تھا اسکی عمر تقریبا اکیس یا بائیس سال کی تھی یہ لوگ لڑکی والی بینچ کی طرف چلے گئے تھے لڑکی نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور استقبال کرنے والی انداز میں مسکرائی البتہ کچھ کہنے کے بجائے دوبارہ اپنی کتاب پر نظروں کی طرف متوجہ ہوگئی نوجوان چاروں طرف دیکھ رہا تھا اس کی نظر ایک ایک چیز پر پڑ رہی تھی اور نظریں کچھ دیر تک وہی اٹک جاتی تھیں جیسے اس نے پہلی بار یہ چیز دیکھی ہو اس کی آنکھوں میں ایسی چمک

تھی جو دیکھنے والوں کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی تھی۔ اسکی بیزار بیوی نے لڑکے کو بھی ناپسندیدی نظروں سے دیکھا مگر لڑکا اس کی طرف متوجہ نہیں تھا بوڑھا آدمی دھیمے قدموں سے چلتا ہوا لڑکی والی بینچ کی طرف آیا اور اس نے شفقت بھرے انداز میں پوچھا۔

میری بچی اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔

لڑکی اس کے لہجے اور مہذب شخصیت سے متاثر ہوئی تھی اس نے فورا اپنا پرس ایک طرف کر کے مزید جگہ بنائی اور بولی۔

کیوں نہیں دادا جان آپ دونوں یہاں بیٹھ سکتے ہیں شکریہ میری بچی بوڑھا بولا اور بیٹھ گیا۔ نوجوان کھڑا ہوا تھا انکا لباس کسی قدر دیہاتی طرز کا تھا مگر انکے انداز ے دیہاتی نہیں تھے وہ یقیناً پڑھے لکھے تھے اور تہذیب یافتہ لوگ بھی تھے کوئی دیہاتی اس انداز سے بیٹھنے کی درخواست نہیں کر سکتا تھا نوجوان بدستور کھڑا تھا اور بوڑھا آدمی نے بھی اسے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا تھا اچانک نوجوان نے ایک طرف ستون کے اوپر لگی گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔

دادا جان یہ گھڑی ہے۔

اس کا انداز بیک وقت بتانے والا بھی تھا۔ اور سوال کرنے والا بھی تھا بوڑھا صرف جواب میں ہلکے سے مسکرایا ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے پوتے کی بات سے محضوظ ہوا ہو اس پر عورت نے ایک بار پھر منہ بنایا وہ یقیناً تنگ مزاج عورت تھی جسے بات بات پر منہ بنانے کی عادت تھی اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ٹرین کی آمد کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے سوویٹ اس دور میں مسافرو ں کو سہولیتیں تو اتنی نہیں تھیں لیکن اس وقت ٹرینیں اپنے وقت پر آتی تھیں۔ اب سہولیتیں زیادہ ہوگی ہیں پلیٹ فارم بھی بہترین ہوگئے ہیں لیکن ٹرینوں کی وقت پر آمد ورفت کم ہوگئی تھیں عورت نے آہستہ سے شوہر سے کہا۔

لگتا ہے ٹرین لیٹ ہے۔

ممکن ہے مرد نے جواب دیا لیکن مجھے امید ہے کہ زیادہ لیٹ نہیں ہوگی۔

یہ تمہارا اندازہ ہے۔۔ عورت کا لہجہ مذاق اڑانے والا ہوگیا تھا۔ اور میں نے تمہارا اندازہ کم ہی درست ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔۔

مرد نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا لیکن اس نے منہ دوسری طرف ضرور کر لیا تھا اس لمحے پلیٹ فارم کے ستونوں پر نصب لاوڈ اسپیکرز کھڑکھڑائے اور ٹرین کی آمد کا اعلان ہوا۔

تیز گام پلیٹ فارم نمبر بائیس پر آنے والی ہے مسافر متوجہ ہوں۔

اعلان دو مرتبہ دہرایا گیا ٹرین آنے والی تھی یعنی وہ مشکل سے ایک دو منٹ ہی لیٹ ہوئی اور جیسی ہی ٹرین پلیٹ فارم میں داخل ہوئی مرد نے فاتحانہ نظروں سے عورت کی طرف دیکھا لیکن شوہر سے بے نیاز نظر آ رہی تھی البتہ اس نے اپنے سامنے رکھا سفری بیگ یوں کھسکایا جیسے اسے اٹھانے کا سوچ رہی ہو ٹرین کی رفتار سست ہوئی اور بتدریج رک گئی نوجوان نے بہ شوق سے ٹرین کو دیکھا بوڑھے آدمی نے پھر اسی انداز میں کہا

دادا جان یہ مجھے سب سے آگے ہے یہ ٹرین کا انجن ہے اس پر عورت نے نوجوان کو یون دیکھا جیسے اسے نوجوان کی دماغی حالت پر شبہ ہو مرد نے جیب سے دو عدد ٹکٹ نکالے اور ان پر نمبر دیکھنے لگا

پھراس عورت سے کہا۔

یہ دائیں طرف سترہ نمبر ہے۔

عورت نے سنا اور شوہر کی طرف دیکھے بغیر ڈبے کی طرف بڑھ گئی اس نے اپنا بیگ بھی اٹھانے کی زحمت نہیں کی مرد نے اس کا بیگ بھی اٹھالیا تھا۔لڑکی اپنا پرس سنبھالتے ہوئے کھڑی ہوئی کھڑے ہونے پر اس کی دلکش جسامت اور بھی واضح ہوگئی وہ لمبی ٹانگوں اور سڈول جسم کی مالک تھی نوجوان نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی چمکدار میں اشتیاق ابھر آیا اس بار اس نے منہ سے نہیں کہا لیکن اس کی جیسی آنکھیں کہہ رہی تھی

داداجان کتنی خوبصورت لڑکی ہے ناں لڑکی مسکراتے ہوئے اپنا کتابوں کا بیگ اٹھانے لگی تھی کہ نوجوان آگے آیا اور اس نے بنا کہیے اس کا بھاری بیگ اٹھالیا لڑکی نے سترہ نمبر ڈبے کا اشارہ کیا اس میں شکریہ کے ساتھ نوجوان اس کے ساتھ چلنے لگا اس کے پاس ایک ہی بیگ تھا جو بوڑھے نے اٹھالیا تھا اس کے اندازے سے لگ رہا تھا کہ اس کا وزن اتنا نہیں ہے کہ نوجوان کا ناخلفی کا طعنہ دیا جائے اس کے پاس بھی سترہ نمبر ڈبے کا ٹکٹ تھا۔یہ برتھوں پر مشتمل ڈبہ تھا جس میں آمنے سامنے اوپر نیچے برتھیں تھیں لڑکی کی برتھ تلاش کرتے ہوئے نوجوان میاں بیوی والے حصہ میں جا پہنچا وہ لڑکی کی برتھ وہیں تھی نوجوان نے نمبر دیکھ کر سامان اوپر رکھ دیا اتنے میں بوڑھا بھی آگیا اس نے اپنا اور نوجوان کا ٹکٹ نکالا۔اور سیٹ کو غور سے دیکھا بوڑھا سیدھا کھڑا ہوگیا اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا مرد نے اس کی ہچکچاہٹ بھانپ لی۔

اس نے کہا جناب یہ ہماری سیٹ نہیں ہے میری سیٹ پچھلی حصہ میں ہے لیکن میری بیوی کی نشست یہی ہے اس لیے میں یہاں آگیا اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں

بوڑھے کی ہچکچاہٹ دور ہوگئی اس نے سر ہلا دیا ٹھیک ہے بیٹے تم یہاں بیٹھ سکتے ہو۔اگر آپ کا لیٹنے کا ارادہ ہوا تو میں اٹھ کر برابر میں چلا جاؤں نگا۔

عورت نے آہستہ سے کہا۔

دن میں کون لیٹتا ہے۔

میں لیٹوں گی لڑکی بظاہر بوڑھے سے بولی اور اپنی برتھ پر چڑھ گئی جو میاں بیوی والی برتھ کے عین اوپر تھی۔صاف ظاہر تھا اس نے اس عورت سے کہا تھا اس بیگ کو تکیہ بنالیا اوفر اس سے سر ٹکا کر کتاب پڑھنے لگی تھی نوجوان اور بوڑھا میاں بیوی کے سامنے والی نشست پر بیٹھ گئے تھے نوجوان نے کھڑکی کی پاس سنبھال لی وہ شیشے کے باہر دیکھ رہا تھا جہاں پر پلیٹ فارم پ رویرانی چھائی ہوئی تھی۔

پھر ٹرین کے وسل دی اور حرکت میں آگئی ایک منٹ کے بعد اسٹیشن سے نکل کر شہر سے گزرنے لگی ریلوے لائن کے دونوں جانب صنعتی علاقہ تھا یا پھر غریبوں کی بستیاں آباد تھیں نوجوان ان سب کو شوق سے دیکھ رہا تھا کوئی نصف گھنٹے بعد شہر کے مضافات بھی ختم ہوگئے اور ٹرین جنگلوں کھیتوں اور ویرانوں سے گزرنے لگی۔

میاں بیوی بوڑھے کی برتھ پر بیٹھے تھے بیوی کی برتھ اوپر والی تھی لڑکی کی برتھ کے عین سامنے نیچے کی دونوں برتھیں بوڑھے اور اس کے پوتے کی تھیں بوڑھا اس میں مہذب تھا اور نوجوان کو تو جیسے کوئی پرواہی نہیں تھی۔اس میں چیزوں سے اتنا انہماک اور اشتیاق تھا کہ اگر اسے کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑے تب بھی شاید اسے کوئی اعتراض نہ ہوتا وہ شیشے سے چہرہ لگائے باہر دیکھ رہا تھا پھر ایک بار اس نے پہلو بدلا تو اس کی نظر اوپر والی لڑکی کی طرف چلی گئی۔اس نے ایک پاؤں سمیٹ رکھا تھا اور منی اسکرٹ مزید اوپر چڑھنے سے اس کی ران نمایاں نظر آرہی تھی لڑکی نے فوراً ہی جوان کی نگاہوں کو محسوس کرلیا تھا اس نے کتاب سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرادی۔ اس نے لڑکے کی نظروں کا برا نہیں منایا کیونکہ اس کی نگاہوں میں آوارگی کے بجائے ستائش تھی اس اسکی مسکراہٹ قبول کر کے لڑکا پھر باہر دیکھنے لگا تھا بوڑھے اور شہر کو اس نظر نوازی کا پتہ نہیں چل سکا تھا لیکن عورت نے بھانپ لیا ویسے بھی وہ ایک خوبصورت عورت تھی اسے مردوں کی نظروں کا بڑی اچھی طرح تجربہ تھا اسے معلوم تھا کہ مرد کیا اور کس طرح کس نگاہ سے عورت کو دیکھتا ہے اس نے جان لیا کہ لڑکے نے کیا دیکھا تھا اور جواب میں لڑکی نے کیا ردعمل دکھایا تھا اگرچہ نوجوان کی نظر میں مخصوص مردانہ پن نہیں تھا لیکن اسے پھر بھی اس جوان سے چڑ محسوس ہونے لگی اس نے کھڑی نظروں سے نوجوان کو دیکھا جواب بے نیازی سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھ الگ نہیں رہا تھا کہ اس نے چند لمحے پہلے ایک خوبصورت لڑکی کو اس کی خوش بدنی پر خراج تحسین پیش کیا تھا وہ اس حسین لمحے کو بالکل بھول چکا تھا۔اور اس بار اس کے سامنے ایک نیا منظر تھا جس میں وہ بہت گہرائی کے ساتھ گم سم تھا حیران نظروں سے باہر دیکھ رہا تھا حسین نظاروں میں بیوی کو حیرت ہوئی کہ دو خوبصورت عورتوں کے ہوتے ہوئے بھی نوجوان کسی بچے کی سی دلچسپی سے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا پھر اسے خیال آیا کہ نوجوان نے ایک بار بھی اس کی طرف دلچسپی کی نظر سے دیکھا حالانکہ وہ عمر میں اس لڑکی سے بڑی تھی لیکن باقی کسی معاملے میں اس سے کم نہیں تھی بے شک اس نے لڑکی طرح کم لباس نہیں پہن رکھا تھا لیکن اوورکوٹ تلے اس کا لباس اس کا بدن پر چسپاں تھا اور کوئی بھی مرد اس میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اندر آنے کے بعد اس نے اورکوٹ اتار دیا تھا اس کے باوجود بھی نوجوان نے ایک بار بھی اس کی طرف اس طرح نہیں دیکھا کہ جیسے دیکھنا چاہیے تھا شاید اسی وجہ سے وہ اس سے اتنا چڑ رہی تھی اس وقت وہ کسی کی بیوی نہیں رہی تھی بلکہ عورت بن چکی تھی۔ جو سب برداشت کرسکتی تھی لیکن کسی مرد کی بے نیازی نہیں عورت بہت غصہ کی نظروں سے نوجوان کو دیکھ کر اپنی طرف مائل کرنے کی ہزار خواہ کوشش کررہی تھی نوجوان ٹس سے مس نہ ہوا۔

ٹرین کسی جنگل سے گزر رہی تھی سرما کی آمد کی وجہ سے درخت پتوں سے محروم ہورہے تھے اور جن پر پتے تھے ان کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا جنگل مجموعی طور پر خوبصورت لگنے کے باوجود اس منظر پیش کررہا تھا لیکن نوجوان اتنے ذوق وشوق سے دیکھ رہا تھا جیسے یہ بھری بہار کا کوئی منظر ہو ایک بار درختوں کی بڑی سی قطار ٹرین سے گزرتے ہوئے سامنے آئی تو نوجوان کا جوش وخروش دیکھنے والا تھا۔اس نے مڑ کر اپنے دادا سے کہا۔

داداجان یہ دیکھیں درخت میں پودے ہیں

اس کا انداز ویسا ہی تھا سوالیہ بھی اور بتانے والا بھی عورت حیران ہوئی اور سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ کیا نوجوان پاگل ہے جو اتنی دیر سے اس قسم کی باتیں

کرر ہا ہے وہ خود پھر جبر کر کے خاموش رہی ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا یہ بات کہہ دے شاید اس کے شوہر نے بھی محسوس کر لیا تھا اس لیے اس نے بیوی کا ہاتھ آہستہ سے دبایا عورت نے ایک گہری سانس لی اور اپنے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیئے پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور شوہر سے کہا مجھے واش روم میں جانا ہے۔

یہ ڈبہ خاصا ویران تھا اور اس میں واش روم بالکل آخر میں تھا۔ جہاں دو مرد بیٹھے تھے شاید اس لیے عورت اکیلے جاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی شوہر کھڑا ہو گیا لہذا وہ دونوں واش روم کی طرف جانے لگے کچھ دور نکل کر عورت نے آہستہ سے کہا۔

کیا یہ نوجوان پاگل ہے۔

مجھے نہیں معلوم۔ شوہر نے بے نیازی سے کہا مجھے اس میں کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی عورت نے تعجب سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا پھر اس کے اندازے میں خفگی آ گئی یہ خفگی اس بات پر تھی کہ جو بات وہ محسوس کر رہی تھی اس کا شوہر کیوں محسوس نہیں کر رہا تھا۔ واش روم کے دروازے پر رک کر اس نے کہا۔

تمہارے خیال میں اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تمہیں جوانکا رویہ معمول سے ہٹا نہیں لگا۔ اس کا رویہ معمول سے ہٹا ہوا ہے شوہر نے تحمل سے کہا لیکن اس میں اتنا زیادہ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔

مثلاً۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

یہ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کوئی وجہ ضرور ہے شوہر کا انداز ٹالنے والا تھا۔

کیا تمہیں بالکل بھی تجسس نہیں۔

آخر اس میں تجسس کی کیا بات ہے شوہر نے پہلی کی طرح تحمل سے جواب دیا۔ یہ چند گھنٹے کا سفر ہے اور ہمیں کسی ہم سفر کے بارے میں اتنا زیادہ سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔

عورت نے برا سا منہ بنایا اور واش روم میں چلی گئی اور شوہر باہر کھڑے ہو کر اس کے واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا وہ چند منٹ بعد باہر آئی تو شوہر سے پہلے زیادہ بے نیاز لگ رہی تھی صاف لگ رہا تھا کہ ان میں ذہنی ہم آہنگی کی شدید کمی تھی شوہر اپنی بیوی کے سوچنے کے انداز سے اتفاق نہیں کرتا تھا وہ واپس آ گئے۔

بوڑھا خاموش بیٹھا ہوا تھا نوجوان بدستور باہر دیکھ رہا تھا جبکہ لڑکی کتاب پڑھ رہی تھی انکا سفر دھیرے دھیرے دوسرے گھنٹے میں داخل ہو گیا تھا ٹرین اب ویرانوں سے گزر رہی تھی جہاں انسانی بستیاں بہت کم تھیں دن مکمل طور پر چڑھ آیا تھا لیکن کہیں ابر آ جاتا اور کہیں دھوپ چمکنے لگتی تھی اوپر بیٹھی ہوئی لڑکی کسمسائی اور پھر اس کی لمبی سڈول ٹانگیں نیچے آئیں اور دوسرے ہی لمحے وہ خود بھی نیچے آ گئی اس نے بے تکلفی سے نوجوان کی طرف دیکھا اور پورے اعتماد سے بولی۔

کیا تم میرے ساتھ واش روم تک چل سکتے ہو۔ بظاہر یہ سوال تھا لیکن درحقیقت لڑکی نے نوجوان کو ساتھ چلنے کو کہا۔

اور نوجوان کھڑا ہو گیا کیوں نہیں۔

لڑکی اس کے ساتھ چل پڑی لڑکی آگے تھی اور نوجوان اس کے پیچھے تھا اس لیے وہ اور یہ دیکھ سکتا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا لیکن اس کی نظر میں کھوج نہیں تھا بلکہ کسی حد تک حیرانی تھی شاید وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی لڑکی کسی حد تک دلکش ہو سکتی ہے لڑکی اگر

اس کی نظریں محسوس کر رہی تھی تب بھی اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا وہ واش روم کے دروازے کے سامنے رکی اور اس نے مڑ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ اس نے آنکھیں نیچے کر کے پردے حیا میں دھیمے آہستہ سے نوجوان سے کہا۔

تم ایسے کیوں ہو۔

نوجوان کچھ نہیں بولا بس منہ دوسری طرف کر کے بس مسکرا دیا لڑکی واش روم میں چلی گئی وہ چند منٹ بعد نکلی اور نوجوان کے ساتھ واپس برتھ کی طرف چل پڑی جس طرف وہ دونوں واش روم کی طرف جا رہے تھے عورت کی بے چینی دیکھنے والی تھی۔ ایک لمحے کو ایسا لگا جیسے وہ کود اٹھ کر ان کے ساتھ چل دے گی لیکن شاید شوہر اور بوڑھے کے خیال سے رک گئی تھی مگر عورت کی بے چینی اسے کے جسم سے جھلک رہی تھی وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی اور اس کی نظریں راستے پر مرکوز تھیں شاید اس کا خیال تھا کہ لڑکی اور جوان واش روم کے بہانے گئے ہیں اور کافی دیر تک انکی واپسی نہیں ہو گی لیکن جب دس منٹ بعد ہی وہ دونوں واپس آ گئے تو عورت کو حیرت ہوئی تھی اور اس کی بے چینی کو سکون بھی مل گیا تھا۔ لڑکی اوپر جانے کے بجائے اپنا بیگ اتار کر نیچے لے آئی وہ خود بوڑھے کے برابر میں برتھ پر ٹک گئی۔ شاید اس کا اسٹیشن آنے والا تھا ٹرین رکنے لگی اور لڑکی کھڑی ہو گئی اس سے پہلے کہ وہ بیگ اٹھاتی نوجوان نے اس کا بیگ اٹھا لیا وہ دونوں دروازے کی طرف چل پڑے بوڑھا حیران نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن لڑکی کے ساتھ چلنے پر نجانے کیوں منع نہیں کیا نوجوان نے دروازے کے ساتھ بیگ رکھ دیا اور لڑکی اس نے عین سامنے کھڑی ہو گئی گیٹ کے ساتھ وہاں زیادہ گنجائش نہیں تھی دونوں بہت قریب تھے۔

قارئین کہتے ہیں نا کہ محبت انسان سے کہتی ہے کہ میرا نام محبت ہے اگر مجھے کوئی آسانی سے حاصل کر لے تو دینا مجھ سے محبت کرنا کم کر دے گی اور میری قدر نہیں کرے گی میں ہر انسان سے محبت کرتی ہوں اس سے بھی کرتی ہوں جو محبت کے نام سے نفرت کرتے ہیں۔ میں اس کو آنچل میں لے کر آگ کی طرح محبت کرتی ہوں لڑکی نیچے اتری اور نوجوان بھی بیگ اٹھائے نیچے اتر گیا لڑکی اور نوجوان آمنے سامنے کھڑے ہو گئے تمہارا شکریہ لڑکی نے کہا اور اچانک ذرا اچک کر اس کا رخسار چوم لیا بے رخی سے اپنا بیگ اٹھا کر آنسوؤں کی دھند میں سیدھا اسٹیشن سے باہر جانے لگی نوجوان کھڑے کھڑے اسے خوشی کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔

پھر ٹرین نے وسل دی تو وہ چونکا اور جلدی سے اندر آ گیا۔ ٹرین کا دروازہ بند ہوا وہ روانہ ہو گئی نوجوان واپس آیا اور اپنی نشست پر بیٹھ گیا لڑکی چلی گئی تھی اس لیے عورت کو نوجوان میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی وہ پھر سے بیوی بن گئی تھی اس نے سرد نظروں سے نوجوان کو دیکھا بوڑھا بدستور ساکت بیٹھا تھا البتہ کبھی کبھار محبت بھرے انداز میں اپنے پوتے کو دیکھ لیتا تھا نوجوان اب بھی اسی ذوق شوق سے کھڑکی کے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا آسمان پر بادلوں کے آوارہ ٹکڑے نظر آ رہے تھے اس نے ایک بار پلٹ کر دیکھا اور کہا دادا جان یہ دیکھیں بادل ہے آسمان پر۔

عورت پہلے سے بہت غصہ میں تھی کیونکہ

اس نے کھڑکی سے لڑکی اور نوجوان کا سین دیکھا تھا وہ عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی اب اس بات پر عورت سے صبر نہیں ہو سکا آخر اس نے اپنا صبر کا پیمانہ توڑ کر بوڑھے سے کہا۔

تم اسے کسی دماغی ہسپتال میں کیوں نہیں دکھاتے ہو۔

کیوں میری بچی۔ بوڑھے نے مسکرا کر بے حد نرمی سے کہا۔

دادا یہ تمہارا پوتا کیسی باتیں کر رہا ہے عورت تیز اور غصہ والے لہجے میں بولی۔ کیا کوئی ایک نارمل آدمی اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔

یہ نارمل ہے میری بچی یہ نارمل ہے۔ بوڑھے نے بے حد مایوس انداز میں کہا۔

تب یہ اس قسم کی باتیں کیوں کر رہا ہے عورت تقریبا زور سے چیخ پڑی۔ شاہد اس عورت کا صبر جواب ہی دے چکا تھا۔ اس نے یہ سب پہلی بار دیکھا ہے بوڑھے نے بدستور پوتے کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

وہ عورت کے چیخنے سے متاثر نہیں ہوا تھا بہت حوصلے اور شفقت سے عورت کو جواب دے رہا تھا۔

دادا یہ ایسے کیوں کر رہا ہے۔ مجھے بہت ڈسٹرب کر رہا ہے میری سننے والا کوئی نہیں ہے میرے سوالوں کا جواب میرے خاوند بھی نہیں دے رہے وہ اٹھ کر بوڑھے کے پاؤں میں بیٹھ گئی۔ اور خاوند نے بھی حیران نظروں سے بیوی کو دیکھا لیکن اس کو ایسا نہ کرنے سے روکا نہیں ہے شاید خاوند بھی اس جوابوں کا ارمان رکھتا ہو دادا نے عورت کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

بیٹا اوپر آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔ ذرا سے کسک گیا عورت کو جگہ دی بیٹھنے کے لیے پھر دادا نے کہا کہ بیٹا تم یہ کیوں جاننا چاہتی ہو خیر تم اتنا اصرار کر رہی ہو تو بتا ہی دیتا ہوں سنو میری بچی ہم لوگ کوہاٹ اور کرک کے ایک نواحی علاقے شکر درہ کے رہنے والے ہیں پچھلے چھ مہینے سے ہم کراچی ہسپتال میں مقیم تھے میرا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس نام گل خان تھا اس کو قتل کے جرم میں پھانسی ہو گئی۔ یہ اس کی وارث میں اکلوتا اولاد ہمیں چھوڑ کر چل بسا تھا ۔اس کا نام ہم نے سہیل رکھا سب پیار سے جانو کہتے تھے جانوں کی ماں کا نام شریں جانا تھا پھر شیریں جانا کینسر کی بیماری سے چل بسی یہ یتیم ہو گیا۔ ہم نے اس کو جانوں پکارنا شروع کر دیا۔ اور اس یتیم کی پرورش میں نے کی اس کی ماں کے نام کے ساتھ جاناں لگتا تھا ہم نے اس کو جانوں کا لقب دیا ہم سب اسے بہت پیار کرتے تھے لیکن دینا اور لینا تو اللہ کا دین ہے اللہ نے اس کو آنکھوں کے اندر وانی غلاؤں میں پردہ پڑنے کے وجہ سے نابینا بنا دیا تھا ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ اس کی نظر واپس اکتی ہے لیکن جب یہ بیس سال سے زیادہ عمر کا ہو جائے گا اب پردے بے حد کمزور ہیں تو ڈاکٹر اقبال نے ہماری مالی امداد کی اور کراچی میں بیس سال کے بعد اس کی آنکھوں کا آپریشن ہوا اور داخل ہونے کے بعد دو دن ہونے ہیں کہ اندھیرے سے روشنی دیکھی اور پہلی بار دینا کو دیکھ رہا ہے۔

دادا کی آنکھوں میں آنسو اس عمر میں بھی ٹک ٹک کر بہنے لگے نوجوان بدستور باہر دیکھ رہا تھا۔ عورت کے ہوش وحواس اڑ گئے عورت اور خاوند محبت بھرے انداز میں نوجوان کو غور غور سے دیکھ رہے تھے عورت نے خاوند کی طرف دیکھ کر کہا۔

اس نے سب پہلی بار دیکھا ہے عورت کے آنسوؤں کی چمک دیکھ کر خاوند کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھین خاوند نے بھی آہستہ سے کہا۔

ہاں۔ اس نے پہلی بار دیکھا ہے۔

عورت اور خاوند سناٹے میں رہ گئے اور پھر یہ سناٹا جیسے پورے ڈبے میں پھیل گیا اس میں صرف ٹرین کی مخصوص کھٹا کھٹ چیک چیک سنائی دے رہی تھی نوجوان ذوق وشوق سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں چمک رہی تھی کیونکہ وہ پہلی بار دینا کو دیکھ رہا تھا رات گزر گئی اگلے دن صبح پشاور ریلوے اسٹیشن آگیا جدائی کا وقت آگیا عورت کی آنکھیں پوری رات نہ سونے کی وجہ سے لال سرخ تھیں نجانے وہ کیوں سو نہ پائی تھی ریل کا آخری سٹاپ بھی پشاور ہی تھا کھڑکیوں سے آوازیں آنے لگیں۔

جانو جانو جانو شاید اس کے دوست احباب رشتہ دار لینے آئے تھے آج پہلی بار اپنوں اور غیروں کو دیکھ رہا تھا۔ گاڑی رک گئی سب اترنے لگے آگے جانو تھا پیچھے دادا جان اس کے پیچھے عورت اور خاوند سب کے ہاتھ میں پھولوں کے ہار تھے سب خوش تھے کوئی جانو کو گلے لگا کر رو رہا تھا کوئی چوم رہا تھا ایک بوڑھی آئی اس نے آنکھوں سے بوسہ لیا جانو نے کہا۔

سترہ ادے گلے لگا لیا یہ دادی تھی جو پوتے کی نظروں پر بے حد خوش تھی سب گول دائرے میں جانو کے اردگرد جمع تھے عورت اور خاوند ایک ساتھ کہا۔

ایکسیوزمی راستہ دیں۔ عورت آگے بڑی خاوند پیچھے کھڑا ہو گیا تھوڑا برابر میں کھڑا تھا عورت نے کہا۔ تمہارے ساتھ سفر بہت ہی عذاب تھا حیران نظروں والا تھا لیکن اچھا بھی بہت لگا جانو نئی دینا دیکھنے پر تمہیں بہت بہت مبارک ہو مجھے ڈاکٹر ذرا کہتے ہیں۔

خاوند نے کہا بھائی میری طرف سے بھی تمہیں نئی زندگی بہت مبارک ہو۔ مجھے ڈاکٹر اقبال خٹک کہتے ہیں۔

دونوں جانو کے ساتھ ہاتھ ملایا اور واپس چلے گئے عین اس وقت ذرا اچانک مڑ گئی کہا جانو یہ دنیا ہے اس میں نفرت بھی ہے محبت بھی ہے تم دنیا کی قدر کرنا میرا سفر تمہارے ساتھ ہمدردانہ تھا محبت تو میں صرف خاوند کے ساتھ کرتی ہوں اس پر تمام نے تالیاں بجائیں اور ذرا نے اپنے پرس سے کالا چشمہ نکالا آنکھوں پر لگا کر خاوند کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسٹیشن سے نکل گئے خدا حافظ ڈاکٹر اس بار جانو نے اتنا زور سے آواز لگائی کہ پورا اسٹیشن اس کی طرف متوجہ ہو گیا عورت اور خاوند بھی رک گئے مڑ کر دونوں نے ایک ساتھ ہاتھ اوپر کر کے ہاتھ ہلایا اپنی گاڑی پر بیٹھ گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں نے بھی اپنا بیگ کندھے پر ڈال ٹرین کے دروزاے سے اتر گیا میں یہ تماشہ ٹرین کے دروازے سے سب دیکھ رہا تھا میں بھی انسان تھا میری آنکھیں نم ہو گئی تھیں دادا اور جانو ٹولی کے درمیان چل رہے تھے ان کا دھیان میری طرف نہیں تھا میں پی کیپ اپنی تھی بیگ کندھے پر تھا میں نے زور سے آواز لگائی دادا جان وہ سب رک گئے جو ٹلی کی شکل میں جا رہے تھے میں ان کی طرف بڑھا بیگ زمین پر رکھ دیا جانو مجھ سے دوستی کرو گے تمہیں تمہاری آنکھیں بہت بہت مبارک ہوں جانو کے کندھے پر اس کے دوست ثاقب

نے ہاتھ رکھا تھا جانو نے ثاقب کا ہاتھ نیچے کیا اور میری طرف بڑھا باقی سب پیچھے کھڑے دیکھ رہے تھے اور لپک کر میرے گلے لگ گیا۔

قارئین کرام آج بھی میری اور جانو کی ایک مثالی دوستی ہے مجھے بھی بچپن سے ایک دوست کی تلاش تھی جو ایک سچا دوست ہو وفادار ہو اس کی دوستی کا انتخاب اس وجہ سے کیا تھا کہ وہ میری نظر میں آج ہی پیدا ہوا تھا وہ بہت معصوم تھا آج ہی سے نئی زندگی شروع کر رہا تھا میری ماں ثمینہ میرے دوست کو اپنے بچے سے زیادہ محبت کرتی ہے مجھے اپنے دوست پر ناز ہے ہماری دوستی قیامت تک رہے گی۔ ہم پانچ دوست ہمیشہ اس ننھی سی دنیا میں محبت کے ساتھ رہتے ہیں ارشد شبیر تیمور ناصر اقبال اور میں سب جانو سے بے حد پیار کرتے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ میرے دوستو ں کو ہمیشہ زندہ رکھے۔

قارئین کرام یہاں پر تھوڑا سا اپنے دل کی کیفیت ضرور ان بہنوں کے لیے لکھوں گا جو نجانے محبت اور پیار کر بیٹھ جاتے ہیں جیسا کہ سفر کے دوران لڑکی اور عورت نے کیا کچھ اپنی ان بہنوں اور بیٹیوں سے جو اسکول کالج یونیورسٹی جاتی ہیں مہربانی کر کے پردے کا معمول بنا لیں۔ تا کہ تم محفوظ رہو آنچل ہی تمہارا محافظ ہو یہی تمہارا اصل ہتھیار ہے ایک پل کے لیے سوچیں تمہارے ماں باپ تمہیں کتنی محنت سے مشقت سے گھر سے تعلیم کے لیے روانہ کرتے ہیں تم اس ماں باپ کو کیا صلہ دے رہے ہو۔ اپنے والدین کی سخت محبت کا جنازہ نکالتی ہو ان کے ارمان کا خون کرتی ہو اس کا مان توڑ دیتی ہو اس کی عزت کا جنازہ نکال کر گھر لوٹ آتی ہو ضرور تمہیں تمہارا ضمیر ملامت کرتا ہو گا لیکن خودکشی بھی تمہیں سکون نہیں دے گی تمہارے والدین زمانے میں ذلیل وخوار ہو جاتے ہیں تم حوا کی بیٹی ہو حوا کی اسوہ حسنہ پر عمل کیوں نہیں کرتی ہو اسلام سے محبت کرو نبی پاک ﷺ کی سیرت پر چل کر تو دیکھو لو اپنا حال دیکھو بیوٹی پالر میں جا کر اپنے آپ کو سنگار کرتی ہو ہر طرح فیشن کرتی ہو تمہارے سروں سے چادر تمہارے کندھوں پر لٹکی ہوتی ہے اپنے لباس پر غور کرو تمہاری آنکھوں کے سامنے کتنی حسین زندگیا ں ختم ہو گئیں سب نے جانا تو مٹی ہی میں ہے وہا ں تمہارے حسن کا سنگار کرنے کے لیے دردناک مخلوق ہو گی تم بہت بے بس ہو گی مہارے ناز وادا کسی کام کے نہیں آئیں گے پلیز اپنے والدین کا سر فخر سے بلند کرو اسی میں تمہاری شان وشوکت ہے۔

آنکھیں نعمت ہے اس کی قدر کرو نبی پاک ﷺ نے جب جنت اور دوزخ کی سیر کی تھی تو دوزخ میں زیادہ تر تعداد عورتوں کی تھیں اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرو اس پر عمل کرو اسی میں تمہاری کامیابی کامرانی ہے۔

قارئین کرام سوچا جائے عشق ومحبت میں کیا رکھا ہے زندگی میں اپنے ساتھ نبھانا چھوڑ دیتے ہیں اور ہم بیوقوف غیروں سے توقع کی امید کیوں جوڑتے ہیں کیا آج تک کوئی عاشق آسمان سے تارے توڑ کر لایا ہے لڑکیاں کیوں ان ڈائیلاگ میں آ جاتی ہیں کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں جان دے دوں گا مر جاؤں گا گھر چھوڑ دوں آخر کیوں غیروں پر بھروسہ کرتے ہیں تم خود سوچو میرے بھائیوں کہ سکول کالج یونیورسٹی جاتی لڑکیوں کے راستے روکنا بے ہودہ جملوں کی

برستات کرنا ان کو تنگ کرنا خطوط نمبر پھینک کر بھاگ جانا ایک پل کے لیے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ تمہاری بھی کوئی بہن ہو گی وہ بھی گھر سے نکلتی ہو گی اسے بھی کوئی دیکھتا ہو گا کوئی جملے کستا ہو گا تم لڑکیوں کو جال میں پھنسا کر ورغلا کر ان کی تصویر یں ویڈیو دکھا کر ان کے ماں باپ بھائیوں کو دکھانے کی دھمکی دیتے ہو ان کی معصوم زندگیوں سے کھیلتے ہو اگر یہی تمہارے بہن کے ساتھ ہو جائے تو تم دوسروں کے ساتھ کرتے ہو کیا خیال ہے برداشت کر پاؤ گے نہیں ناں ہرگز نہیں تو یہ سوچو کہ تمہاری بہن کی طرح وہ بھی کسی کی بیٹی ہو گی خدا اور رسول ﷺ کے لیے اب بھی وقت ہے باز آ جاؤ یہ دو چار دن کی زندگی ہے موت کا کچھ بھی بھروسہ نہیں ہے موت نہ ہوتی تو خدا اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو بھی موت نہ دیتا ہمیشہ اس کو زندہ رکھتا کبھی بوڑھا نہ کرتا یاد رکھو زندگی میں بڑھاپا بھی ہے اور ظلم اور زناکاری انسان سے بدلہ لیتی ہے وہ بدلہ تمہاری خون سے لیتی ہے جیسا کرو گے ویسے ہی بھرو گے زندگی میں موت اور مٹی کو ہمیشہ یاد رکھو اب بھی وقت ہے لوٹ آؤ اللہ کی طرف نکال دو سچے دل سے توبہ بے شک اوپر والا بہت رحیم وغفور ہے وہ ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا اگر کسی کی میری باتوں سے دل شکنی ہوئی تو میں معذرت خواہ ہوں۔

اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھے ہوئے ہوں
ورنہ میرے وظیفے چلے کچھ بھی نہیں ہے
یہ سب میرے آقا اور مولا کی مرضی ہے
اس میں کسی دوسرے کا دخل نہیں ہے
وہ جا ہے جس سے سنوار یں مال وزر سے
اسے کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے
اللہ نے مجھ کو میری حیثیت کے مطابق دیا ہے
اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے
جو ہے مال وزر کا مالک جہاں میں
اس کے پاس چین وسکون نہیں ہے
ملتا ہے انسان کو آخر پھل صبر کا
اپنے رب سے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے
ملے گا مجھ کو بھی ایک دن پھل صبر کا
خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے
کہ ہر حال میں اے ناصر صبر وشکر خدا کا
اپنے رب کے سامنے جھکنے میں کوئی قباحت نہیں ہے

ناصر اقبال خٹک آف ضلع کرک
موبائل۔ 0348.9153581

میرے بھائی میری جان ہیں
میری آس ہیں میرا مان ہیں
نور ہیں میری آنکھوں کا
میرے ہونٹوں کی مسکان ہیں
خوشیاں انکی میرے دل کی
راحت کا سامان ہیں
انکے فقط دو میٹھے بول
میرے ہر درد کا درمان ہیں
میں جیتی ہوں انہیں دیکھ کر
اس بات سے وہ انجان ہیں
جیون میں ان کے قدم قدم
میری دعاؤں کے نشان ہیں

نادیہ ملک۔

بابل کی دہلیز سے آگہی تک

تحریر: محمد عرفان ملک ۔ راولپنڈی ۔ 0310.2489785

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے بابل کی دہلیز سے آگہی تک رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے

رزق ملبوس مکاں سانس مرض قرض دوا محبت
منقسم ہو گیا انساں انہی افکار کے درمیاں میں

کسی دانا کا قول ہے کہ سب سے آسان کام اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے کیونکہ آدمی کو جو بات پسند ہوتی ہے اسے عموماً وہ سچ ہی سمجھتا ہے محبت کرنا آج کے دور میں ہمارا ایک فیشن بن چکا ہے محبت کے نام پر عزتوں کو تار تار کرنا ہمارا عقیدہ ہم لوگ محبت کو ہوس کے معنی میں لپیٹ کر دوسروں کی عزت کی پوری دنیا اور معاشرے میں رونمائی کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ہماری گھر کی چار دیواری ہی ہمارے لیے عزت کے لائق ہے دوسروں کے گھر کی عزت ہمارے لیے ٹشو پیپر ہے جس کو ہم بے دریغ استعمال کرتے ہیں ہمارے معاشرے میں جہاں عورتوں کو ہی پارسا بننے کی تربیت دی جاتی ہے تو وہی مردوں کو کھلی چھوٹ دی جاتی ہے اس معاشرے میں جہاں مردوں کو اجارا داری عروج پر ہو جہاں اگر مرد کوئی غلط کام کرلے تو غلطی کہہ کر بات پر اچھائی کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور وہی عورتوں کو غلطی کرنے پر قتل ونی اور سنگسار کرنے میں بالکل بھی دیر نہیں کی جاتی ہے۔

محبت کو مرد ہو یا عورت ایک فیشن کی طرح لیتے ہیں ہم محبت کو ہوس بنانے میں برابری کے حقدار ہیں عورت ذات اگر ہر جگہ مظلوم ہوتی ہے یا ہر جگہ گریہ کرتی ہیں تو وہ مظلوم ہوتی بھی ہیں لیکن محبت کے معاملے میں ہر جگہ مظلوم نہیں ہوتی اگر محبت کے معاملے میں کہیں مظلوم ہو بھی تو ساری غلطی مرد کی نہیں ہوتی ہے

میں فرشتوں کی محبت کے لائق نہیں
ہمسفر ہوتا اگر کوئی گنہگار سا

محبت میں کوئی مظلوم ظالم نہیں بنتا لیکن ہم مظلوم اور ظالم بنا دیئے ضرور جاتے ہیں کبھی بے وفائی کی صورت میں مظلوم تو کبھی محبت کو ٹھکرا کر ظالم کی صفوں میں کھڑے نظر آتے ہیں مرد اور عورت میں محبت کا لافانی جذبہ آج کے دور میں بھی کسی خوردنی پودے کی طرح بڑھتا چلا جاتا ہے قارئین کی عدالت میں ایک ظالم اور مظلوم محبت کی کہانی لیے حاضر ہوں آیئے اس مظلوم لڑکی کی کہانی اسی کے لبوں سے سنتے ہیں۔

میرا نام افشین ہے اور میں راولپنڈی شہر کی رہائشی ہوں میرے والدین بہن بھائی کب سے میری زندگی میں سے کسی ہستی کی طرح رخصت ہو چکے ہیں کبھی میرے قہقہے محفل کی جان ہوا کرتے تھے اور اب لوگوں کے گھروں کے برتن دھو کر آگہی سے آشنائی کے بعد میرے ہونٹوں پر خاموشی کا عالم رہتا ہے میں نے اپنے ہاتھوں سے سب کچھ گنوا کر خود کو اکیلا کر لیا ہے۔

محبت کے نام پر برباد ہونے والی میں اپنی ذات سے نفرت کرتی ہوں اپنے جسم کو کریہہ جان کر اسے کاٹ کر پھینک دینے کو دل کرتا ہے اپنی سانسوں کو اس دنیا میں بوجھ سمجھ کر اسے خود سے علیحدہ کر دینے کو دل چاہتا ہے لیکن وہ سزا جو میں نے اپنے والدین کے لیے منتخب کی ہے وہ میری سزا سے بہت بڑھ کر ہے میری زندگی ایک روگ ہے اور میں اس روگ۔ اس لعنت کو جو مجھ سے پانچ سال پہلے منسوب ہو چکی ہے اسے علیحدہ نہیں کر پاتی میں آج ہر روز اپنے لیے موت مانگتی ہوں مگر کسی کی مجھے لمبی عمر کی دعا میری دعا کو کہیں کھو دینے پر مجبور کر رہی ہے وہ شخص میری زندگی تھا اور اب۔۔۔۔

ہے بدعا سے بھی بدتر دعائے عمر دراز
اس ایک شخص کو جسے جینے کی آس نہ ہو
عرفان کھیل نہیں ہے شعور ذات وصفات
خدا شناس کہاں جو خود شناس نہ ہو

وہ شخص کو میں ہمیشہ پوجتی آئی تھی میں نے اسے دیوتا بنا کر اس کی پوجا کی تھی اس دیوتا کے سامنے میں نے اپنے والدین بھائیوں بہنوں کا بلیدان دیا تھا میں نے اس ایک شخص کے لیے اپنی عزت کو داؤ پر لگایا تھا اور اپنا سب کچھ اس دیوتا پر وار دیا تھا اپنے آپ کو اس کی کنیز مان کر اسے بادشاہ سلامت کے عہدے پر براجمان کیا تھا مگر میں اتنا سب کچھ کر کے بھی لوگوں کی نظر میں ایک گالی بنا دی گئی۔

میں اس وقت کو آج تک نہیں بھول پاتی ہوں جب میں نے قاسم کے لیے بابل کی دہلیز کو عبور کیا تھا میرا ضمیر مجھ پر کوڑے برسا رہا تھا مگر میں محبت کے نشہ میں چور قاسم کی ایک آواز پر لبیک کہہ کر گھر کی دہلیز کو عبور کر گئی تھی اس کی ہوس سے چور آنکھوں کو پہنچان گئی تھی لیکن تب تک بہت دیر ہو گئی تھی میں نے گھر والوں کی بیس سال کی محبت پر چند ماہ کی محبت کو فوقیت دی میں نے اپنے گھر والوں کی نسبت قاسم کو فوقیت دی میرے گھر والے جن کی آنکھ کا میں کبھی تارا ہوتی تھی انکی عزت کا ستون میں نے ان گھر والوں کو چھوڑ دیا جو میری چھوٹی چھوٹی خواہشوں پر جان کی بازی لڑا کر ان کو پورا کرتے تھے میں نے ان کو چھوڑ دیا میں خود سے آنکھیں نہیں ملا پاتی میں خود کو مسمار ہوتا محسوس کرتی ہوں میں خود سے نفرتوں کی آخری حد بدظن ہو جاتی ہوں میں نے بہت صدمے اور دکھ دیئے تھے قاسم کے لیے اور اس کے بعد قاسم بدلتا

ہی چلا گیا۔

کچھ ایسی بے حسی کی دھند پھیلی ہے آنکھوں میں
ہماری صورتیں دیکھیں تو آئینے ڈر جائیں
نہ مت ہے وقت سے آنکھیں ملانے کی
نہ دل میں اتنا حوصلہ کہ مٹی میں اتر جائیں

بابل کی دہلیز کو عبور کرنے کا نہ کوئی دکھ نہ کوئی پچھتاوا بلکہ مجھے عجیب سی سرشاری محسوس ہو رہی تھی قاسم اپنے پیار کو حاصل کرنے کی سرشاری خوشی میں اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے والی آج تمام حدود کو توڑ کر اس کی کنیز بن کر خوشی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھی اس کے قدم کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے فخر محسوس کر رہی تھی میں اس فخر سے چلتی افشین کو نہیں بھول پاتی میں اس فخر کو نہیں بھول پاتی جو اس ہرجائی کیوجہ سے مجھے محسوس ہو رہا تھا میں اس ہرجائی اس بھنورا کو نہیں بھول پاتی جو کام ہی پھولوں کا رس چوس کر اس کو برہنہ کر دینا تھا ایسا کیوں ہوتا ہے۔

گھر کی دہلیز کو عبور کر کے قاسم کے لیے گئے گھر کی چوکھٹ پر بغیر نکاح کے قدم رکھ کر میں بہت مسرور تھی کیونکہ میں نے محبت کو حاصل کر لیا تھا اس کو اپنا بنا لیا تھا لیکن جب آگہی کے پردے مجھ پر بند تھے اب جبکہ آگہی کے پردے مجھ پر وا ہوئے ہیں تو میں سوچتی ہوں وہ فخر کس وجہ سے تھا وہ سرشاری کس بات پر تھی وہ مسرور پن کیوں تھا تو ان سوالوں کے جوابات میرے چہرے پر کسی طمانچہ کی صورت میں پڑتے ہیں تو میں بہت روتی ہوں سسکتی ہوں بلکتی ہوں تڑپتی ہوں۔

دکھ کے انگن میں یہ سلگتی لڑکیاں کیا جانیں
بھلا انسو بھی چھپتے ہیں انچل میں منہ چھپانے سے

اس کو حاصل کرنے کی خوشی میں سب کچھ اس رات اس کے سپرد کر دیا کہ یہ میرا مجازی خدا میری محبت ہے یہ سب کچھ سوچ کر اس کے بہکتے قدم کو آگے بڑھوا دیا میرے لیے غلط بات نہیں تھی اسے میرے جسم کو فتح کرنے دینا میرے نزدیک کوئی گناہ کبیرہ نہیں تھا لیکن اب جب آگہی کے پردے مجھ پر واہ ہوئے تو اپنی سوچ سے گھن آتی ہے اپنے کریہہ جسم سے نفرت ہوتی ہے جوانی کے جذبات بے شک میرے بہت منہ زور تھے لیکن وہ کیوں مجھے روک نہیں پایا مجھے اس نے روکا کیوں نہیں اس کی پاک محبت کیا اسے اس بات کا درس دیتی تھی کہ میں اس کی عزت کو کھلونا سمجھ کر استعمال کروں لیکن پھر میں خود کی سوچ پر بہت مسکراتی ہوں کہ پگلی اگر اس کی پاک اور سچی محبت ہوتی تو وہ تجھے گھر کی دہلیز عبور کرنے کے لیے کچھ نہ اکساتا تیرے گھر والدین کو بھیج کر نکاح کے سچے بولوں کے ساتھ تجھے اپنی زندگی میں شامل کرتا تجھے شریعت کے تقاضے پورے کر کے اپنی دلہن بناتا لیکن میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی اس کے لیے ہوس پوری کرنے کا ایک ذریعہ تھی وہ جسے وہ مسلسل بغیر نکاح کے تین ماہ پوری کرتا رہا مجھے نکاح کے جھانسے میں رکھ کر میری عزت کو ہر روز روندتا رہا میرے جسم کو اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے استعمال کرتا رہا۔ یہ سچی محبت تو نہ تھی اس کی۔

میرے ضمیر کے جاگنے پر میں ہر روز اس کو نکاح کرنے کا کہتی تھی مگر وہ ہر بار ٹال مٹول اور اپنی میٹھی باتوں سے مجھے ورغلا کر پھر اپنی ہوس پوری کر لیتا تھا میں نے جس کے لیے ماں کو ناراض کیا والد کی پگڑی کو اچھالا بھائیوں کی تماشہ بنوایا اور بہنوں کو پوری زندگی طعنے سننے کے لیے

چھوڑا وہ میرے ساتھ بغیر نکاح کے تین ماہ سے رہ رہا تھا اور اپنی ہوس کی تسکین پوری کرتا تھا میں رشتوں کی قبروں پر اپنا تاج محل کھڑا کرنا چاہتی تھی مگر وہ بہت جلد زمین بوس ہو گیا ہے

ان دروازوں کا کیا کروں
جن کے پیچھے رشتوں کی زنجیروں میں
جکڑے ہوئے خواب
اور تعلق داریوں میں محصور تمنائیں
چیخنا چاہتی ہیں
اور ان دروازوں کا کیا کروں
جن کے پیچھے دھڑ دھڑاتے ہوئے سینوں میں
وحشتیں چن دی گئی ہیں
آرزوؤں کی کھیتیاں بو کے
گھٹن کے سپرد کر دیا گیا ہے
اور ان دروازوں کا کیا کروں جن کے پیچھے
نہ جانے کون کون سی سرابی
اپنی اپنی بے سائبانی کی راکھ مانگ میں سجائے
اچھے وقت کے انتظار میں پتھر ہوئی ہے

اور میرے نزدیک شاید میری خدا نے سن لی تھی قاسم مجھ سے نکاح کے لیے تیار ہو گیا تھا وہ بھی اس بات سے نہ مکرتا تھا کہ اب اس ہوس پر منسوب رشتے کو ایک نام دینا چاہیے وہ میری کوکھ میں پلنے والی زندگی کو اپنا نام دینا چاہتا تھا حتیٰ کہ یہ زندگی اسی کی تھی مگر میں پھر بھی بہت خوش تھی کہ میری دعائیں رنگ لائی ہیں اب میں یوں پشیمان نہیں ہوں گی اس رشتے کو لے کر میں بہت خوش تھی لیکن اگلے دن پھر میری خوشیوں پر دکھوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مجھے اپنی اصلیت پتہ چل گئی کہ میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی اپنی محبت کی نشانی اپنی کوکھ میں پالتی ہوئی جو میری بغیر نکاح کی اولاد تھی وہ ہی میرے پاؤں کی زنجیر بن جائے گی

میری خوشی کو ماتم میں بدلتے ہوئے دیر نہ لگی
خوشی ملی تو کوئی درد سے مجھ سے روٹھ گئے
دعا کروں کہ میں پھر سے اداس ہو جاؤں

نکاح کے مقدس رشتے میں جوڑنے کی بات کر کے میری محبت میرا ہونے والا مجازی خدا مجھے ایک نائیکہ کو پہنچ گیا تھا اور اپنے پیسے کھڑے کر لیے تھے میرے قاسم نے گھاٹے کا سودا کبھی کرنا نہیں سیکھا تھا پہلے اپنی ہوس کے لیے استعمال کر کے اس نے مجھے سونے کے بھاؤ بیچ دیا تھا مجھے گھر سے بھاگنے کا تحفہ اب دیا تھا میری رونمائی میں مجھے یہ گفٹ ملا تھا کہ میں ایک نائیکہ کے اڈے پر ہوں جہاں مجھے قاسم کے ساتھ گزارے گئے تین ماہ کی پشیمانگی کے ساتھ پوری زندگی کا درد سہنا تھا اپنے کوکھ میں پلنے والے کو ایک گالی کی طرح ساتھ رکھنا تھا میں نے بہت گناہ کئے تھے جن کی مجھے شاید کبھی معافی نہ مل سکے لیکن میں اپنی کوکھ موجود میں زندگی کو ختم کر کے اور زیادہ گناہ اپنے نام نہیں کروانا چاہتی تھی میں نے بہت واویلا کیا تھا مگر جسم کے ہر حصہ کو لوگوں کی شرافت مجھے دیمک کی طرح چاٹتی رہی اور میں بالکل چپ اپنی بربادی پر نوحہ کناں رہی۔

میں نے کبھی قاسم کو بددعا نہ دی وہ جو بھی تھا جیسا بھی تھا میری محبت تھا میری کوکھ میں پلنے والا اس کی ہی نشانی تھا جسے میں نے اپنے سینے سے لگا کر رکھنا تھا اسے لوگوں کی نظر میں ایک گالی بننے سے روکنا تھا اسے اس معاشرے میں قاسم بننے سے روکنا تھا اسے گھر کی چار دیواری کی عزت کے ساتھ ساتھ باہر کی عزت کو بھی اپنا سمجھنا سکھانا تھا اسے ایک اور افشین بنوانے سے روکنا تھا میں

نے اس کو پالنا تھا اس کو اپنا آپ سکھانا تھا میں اس کو کبھی نہیں بھول پاؤں گی بے شک وہ میرے پاس نہیں تب بھی

بھری دنیا کے میلے میں
اگر ہم کھو بھی جائیں تو
تمہیں دل سے بھلا دیں اور
پرائے ہو بھی جائیں تو
یونہی تھک ہار کر ہم موند لیں یہ منتظر آنکھیں
کبھی چراغ گل کر کے اگر ہم سو بھی جائیں تو
میرے دل کی یہ دھرتی جس کو بنجر کر گئے ہو تم
وفا کے بیج اس میں لوگ آ کر بو بھی جائیں تو
بھری محفل میں ہنس ہنس کر رکھیں بھرم محبت کا
مگر تنہائی میں آنسو یہ دامن دھو بھی جائیں تو
ہمیں سب لوگ پتھر کی طرح ٹھوکر لگائیں اور
تمہارے نام پہ مشہور پاگل ہو بھی جائیں تو
یہ رکھنا یاد جان گل
تجھے ہم یونہی چاہیں گے
کبھی نہ بھول پائیں گے

قاسم سے ملی نارسائی نے مجھے بہت توڑا تھا میں کرچی کرچی ہوئی تھی ایسی ہوس کا تر نوالہ بنا کر مجھے اس معاشرے میں جسم کے بیوپاری کے پاس چھوڑ گیا میں بہت روتی ہوں کہ کاش میں نے بابل کی دہلیز پار نہ کی ہوتی میں نے قاسم کی محبت پر لبیک نہ کیا ہوتا میں نے قاسم پر جذبات میں آ کر اپنے جسم کی رونمائی نہ کی ہوتی میرا ضمیر مجھے جینے نہیں دیتا مجھے پل پل کچوکے لگاتا ہے میں راتوں کو سو نہیں پاتی اپنے گھر والوں سے دوری اب برداشت نہیں ہوتی میں ماں کی آغوش کو باپ کے شفقت بھرے پیار بھرے بوسے کو بہنوں کی شرارتوں کو بھائیوں کے کام کو جو میں اپنے ہاتھوں سے کرتی ہوں میں اسے بہت یاد کرتی ہوں۔

میں نے تین سال جسم کے ہر حصہ کا خراج دیا ہے میں نے اپنی عزت نفس کو ہر روز اپنے اندر ہی ختم کیا ہے میں نے ہر دن خود کو سنبھالتے ہوئے گزارا ہے میں نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا کر خوب رویا ہے اس سے معافیاں مانگی ہیں اس سے میں نے بہت کچھ چھپایا ہے میں نے اولاد تو پیدا کی مگر اسے گالی بنا دیا میں نے اس کو پالا تو مگر اس کو ایک طعنہ بنا دیا میں نے اپنی خواہشات کی خاطر اس زندگی کو رول کر رکھ دیا میں تین سال اس بازار میں نائیکہ کے پاس رہی اس کے بعد اس نے مجھے آزاد کر دیا اور اپنے نوٹ تو ویسے بھی کھرے کر چکی تھی میں نے اس کے بعد اپنے گھر جانے کی طرف بہت کوشش کی لیکن ان کا پتہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ کہاں اپنے آپ کو چھپاتے پھر رہے ہوں گے وہ بدنامی جوانی کی بیٹی نے انکے مقدر میں درج کی ہے وہ اس بدنامی سے کب تک اور کہاں تک چھپائیں گے جب یہ سوچتی ہوں تو خود سے نفرت ہوتی ہے

کمال کا شخص تھا جس نے زندگی تباہ کر دی
راز کی بات ہے دل اس سے خفا اب بھی نہیں

میں دو سالوں سے لوگوں کے برتن دھو کر اپنے بچے کی کفالت کر رہی ہوں لوگوں کی زبانیں جب اس کے باپ کا پوچھتی ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے اور ندامت سے آنکھیں زمین سے اوپر نہیں اٹھ پاتی۔

یہ تھی میری کہانی میرے لیے ضرور دعا کیجئے گا کہ خدا پاک مجھے بارگاہ میں سرخرو کرے اور میرے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور میرا قاسم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

میری زندگی میں دوبارہ لوٹ آئے اور محسن کو اپنا نام دے تا کہ لوگوں کو بولتی آنکھوں کو جواب مل جائے اور میرے والدین کے لیے کہ خدا پاک ان کو مجھ سے ملوا دے میں غلطی پر تھی اب جبکہ مجھے آگہی ہوئی ہے تو وہ مجھ سے ناراض ہیں میں بس آخر میں یہی پیغام دینا چاہوں گی کہ خدا کے واسطے گھر سے بھاگ کر شادی مت کیجیے گا محبت ہوس ہے محبت آشنا ہے کیونکہ بھاگی ہوئی لڑکیوں کی کوئی عزت نہیں اور ہر لڑکی کو میری جیسی حالت سے گزرنا پڑتا ہے پلیز میری کہانی سے سبق لیجئے گا۔ آخر میں قارئین کے لیے ایک پیغام

یہ ستم ہوگا کہ تم میری طرح محبت کا عذاب جھیلو اس لیے محبت چاہے ادنیٰ درجہ کی ہو بہت ظالم ہوتی ہے مجھ سے پوچھو تو محبت ایک دہکتی آگ ہے اور محبت کرنے والے اس کا ایندھن کاش ایسا ہوتا کہ یہ دل ایک ہی دفعہ مل کر راکھ ہو جاتے لیکن یہ جل کر بھسم ہوتے ہیں اور اور پھر صبح اور شام ہو جاتے ہیں اہل جہنم کی طرح ان کی یہ کھال جل کر اترے گی تو دوسری پہنا دی جائے گی محبت میں جلنے والے ہر روز سولی لٹکتے ہیں اور ہر روز زندہ ہوتے ہیں محبت کبھی ہمیں اتنی جلدی معاف نہیں کرتی محبت ہمیں ہر روز آگ میں اپنا ایندھن بناتی ہے کوئلہ بناتی ہے راکھ بناتی ہے ہمیں فضاؤں میں بکھیر دیتی ہے لیکن پھر امید کا لباس بنا کر آرزوؤں کے دیئے تھما کر ہمیں پھر صحیح وسالم کر دیتی ہے یہ ہمیں مرنے بھی نہیں دیتی نہ جینے دیتی ہے افشین جیسی لڑکیاں محبت کی آگ میں خود کو بھسم کر دیتی ہیں ہوس کا نشانہ بنتی ہیں اور پھر صحیح سالم ہو جاتی ہیں محبت تو ویسے ہی بدنام ہے اور ہم بھی اسے ناپاک کرنے میں پیچھے نہیں

اسے ہوس بنانے میں ہم لوگ سب سے آگے ہیں محبت کے نام پر جسموں سے کھیلنا ہمارا شیوہ بن چکا ہے اور ہم محبت کے سپاہی بننے والے محبت کے نام پر ہی عزتوں کو گھر سے بھگا کر چند ماہ کی جسمانی تسکین حاصل کر کے اپنی محبت کو یا تو طلاق کا بدنما داغ لگاتے ہیں یا تو اسے کسی بازار کی زینت بناتے ہیں مردوں کی اس اجارہ داری میں معاشرے کی خرابی کے ساتھ افشین جیسی لڑکیوں کی بھی غلطی ہوتی ہے جو چند روز کی ہوس پرست محبت پر سچی اور دیرپا محبت کو ترجیح دیتے ہیں محبت ہمیں گھر سے بھاگ جانے کا درس دیتی ہے کیا محبت ہمیں عزت کو بدنام کر دینے کی تربیت دیتی ہے محبت کا الف ب ہم جانتے نہیں اور گھر سے بھاگ جانے کو ثواب قرار دیتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے۔

سب کچھ اپنا محبت کے نام پر وار دینا ہم ہی رہ وہ لوگ ہیں جو محبت کو ہوس بناتے ہیں لڑکیوں کی عزت کو روندتے ہیں ان کو بابل کی دہلیز سے پار کر کے سہانے خواب دکھا کر ان کی عزتوں کو لوٹتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو افشین جیسی لڑکیوں کو شادی کے خواب دکھا کر محبت کے نام پر گھر سے بھگاتے ہیں اور اپنی ہوس پوری کر کے بازار حسن کی زینت بنا دیتے ہیں ان کو چند ٹوٹے ہوئے خواب سونپ کر ان کی زندگی خراب کر دیتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو افشین جیسی لڑکیوں کو گالیاں دیتے ہیں لیکن کہیں نہ کہیں ہم بھی افشین جیسی لڑکیوں کو اس دوراہے پر کھڑے کرنے کی ذمہ دار ہوتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو ایسی لڑکیوں کا گالی سے منسوب کرتے ہیں ان کو وحشیا کے نام سے پکارتے ہیں

لیکن ہر کوئی برا نہیں ہوتا ہے لیکن ہم ہر کسی کو گالیاں دے کر ان کو انہیں کی نظروں سے گرا دیتے ہیں ہم ہی وہ لوگ ہیں جو افشین جیسی لڑکیوں سے نفرت کرتے ہیں لیکن ہم خود کو غلط نہیں کہتے دوسروں کو غلط کہنے میں تو ہم سب سے آگے ہوتے ہیں لوگوں پر بہتان لگانے میں تو ہم سب سے نیک کام گردانتے ہیں ہم اشرف المخلوقات ہیں کیا اشرف المخلوقات ایسے ہوتے ہیں ہم لوگ بحیثیت مسلمان کا نام دے کر گھر سے لڑکیوں کو بھگاتے ہیں ہم لوگوں پر لعنت ہے ہماری گھٹیا سوچ پر لعنت ہے جو گھر سے بھگائے جانے کو درست عمل کر کے ہر روز کتنی ہی لڑکیوں کو رسوا کرتے ہیں ہم لوگ کب تک محبت کو یوں ہوس کا نشانہ بناتے پھریں گے ہم لوگ کب تک یوں محبت کے نام پر عزتوں کو بھگاتے رہیں گے ہم لوگ کب تک افشین جیسی لڑکیوں کو غلط کہیں گے ہم میں سے کوئی نہیں جانتا ہم کب تک سدھریں گے کوئی نہیں جانتا۔

قارئین کرام کی رائے کا منتظر رہوں گا کہ میں افشین کی اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ ایک نظم کے ساتھ اجازت۔

آگہی کے گرداب میں
کل کی آنکھ سے
جھانک کر دیکھا میں نے
رنگ ہی رنگ
رنگوں کے ہالے دائرے
روشنیوں کے دائرے
اتنے اجالے
کورے اجالے
الجھتی کرنیں
پھوٹتے ستارے
دیکھتے ہی دیکھتے پاؤں پھسلا میرا
آگہی کے گرداب میں
میرا وجود ڈوبا
اور ڈوبتا ہی گیا
اندر ہی اندر
بہت اندر مہیب سائے
چادر۔۔اندھیرے کی چادر
کرب ناک چیخیں
آہیں اور سسکیاں
جالے۔۔سیاہی کے ٹوٹے جالے
میرے وجود کو جکڑتے گئے
ہالے۔۔اندھیرے کے ہالے
میں ڈوبتی گئی
میرا جسم دھنستا گیا
وجود میرا کھو گیا
میں ڈھونڈتی رہی
خود کو ڈھونڈتی رہی
آگہی کے گرداب میں
آگہی کے عذاب میں

محمد عرفان ملک۔ راولپنڈی

اس نے پوچھا کب سے نہیں سوئے تم
میں تب سے جاگی ہوں راتوں کا حساب لئے پھرتا ہوں
اس کی خواہش تھی کہ میری آنکھوں میں پانی دیکھے
میں اس وقت سے آنسوؤں کا سیلاب لئے پھرتا ہوں
افسوس یہ کہ پھر بھی وہ میری نہ ہوئی
میں جس کی آرزو کی کتاب لئے پھرتا ہوں
جس کو ملنے کی آرزو تھی بہت دیر سے ملی تو کچھ یوں
کہ ہم نظر اٹھا کر تڑپ گئے وہ نظر جھکا کر چلی گئی

☆ ———— آفاق احمد کنڈی۔ ڈیرہ اسماعیل خان

حنا اور گلاب

تحریر: محمد خاں انجم - دیپالپور - اوکاڑہ - 0347.6373135

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے حنا اور گلاب۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت سے موت میں لے جاتا گا۔

میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نواز یئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے

خوشبو احساس کے پھول کی ہو یا گلاب کے پھول کی اس کا کام ہے سانسوں کو معطر کرنا حنا ہاتھوں پر سجے یا دل میں کسی کی چاہت کے رنگوں کی صورت میں نکھر کر اپنا آپ جما جائے اور اس کا کام ہے سرخ ہونا حنا بھی سرخ گلاب بھی سرخ جب دونوں ملیں تو محبت کی مہکار بن جاتے ہیں کہیں تصور کا شاہکار بن جاتے ہیں کہیں شاعری میں گفتار بن جاتے ہیں جب زندگی کا حاصل بننے لگیں تو کبھی کبھی مٹی کے انبار بن جاتے ہیں تحریر لہو روئے تو آنسو زار و قطار بن جاتے ہیں بچپن میں ہم کچی پینسل کیوں استعمال کرتے ہیں اس لیے کہ بچپن کی غلطیاں مٹ جاتی ہیں آج ہم بھی پختہ ہیں ہماری سوچ ہمارا قلم بھی پختہ ہے اور یہی پختگی جب کبھی صفحہ قرطاس کی زینت بنی تو کسی نہ کسی لہو رنگ داستان نے جنم لیا کبھی کبھی حنا اور گلاب کی سرخی ہمیں یوں گھائل کر دیتی ہے کہ ہماری آنکھیں تاحیات سرخ آنسوؤں کی برسات برساتی رہ جاتی ہیں۔

فن حساس ہوتا ہے تو فنکار حساس دل ہوتا ہے چاہے وہ فنکار آواز کا ہو ساز کا ہو یا قلم کا مصنف تخلیق کار شاعر اور رائٹر معصوم بچے کی طرح ہوتا ہے اسے آواز ساز قلم اور الفاظ سے ڈر لگتا ہے ہمیشہ اس کے خواب بہت معصوم ہوتے ہیں وہ ہمیشہ ان خوابوں کی زد میں آنے والے داوں کے دکھ اجاگر کرتے کرتے خود ایک انجانے سے غم سے آشنا ہو جاتا ہے۔

محبت خوشیاں آئیڈیل وفا خواب یہ سب چیزیں ہر انسان کی زندگی کا لازمی جز ہوتی ہیں چاہے کوئی تخلیق کار ہو گلوکار ہو یا کوئی بھی عام انسان ہو لیکن ہر دھڑکنے والے دل میں یکسانیت

بہت کم ہوتی ہیں دنیا کی سب سے نازک اور حساس چیز ایک قلمکار کے نزدیک صرف وارصرف محبت ہوتی ہے دنیا کی سب سے نازک اورحساس چیز ایک قلمکار کے نزدیک صرف اورصرف محبت ہی ہوتی ہے لوگ ان چاہتوں سے کھیلتے بھی رہتے ہیں دلوں کوتوڑتے بھی رہتے ہیں لیکن وہ عام لوگ ہوتے ہیں جن میں حسائیت کا بہت فقدان ہوتا ہے حساس لوگ صرف ٹوٹتے ہیں کسی کوتوڑتے کبھی نہیں محبت چاہت وفا ایسے لوگوں کا قیمتی آثاثہ ہوتی ہے جو کسی قسمت والے کے ہی نصیب میں ہوتی ہے اور بعض اوقات تو حساس دل لوگ منزلوں کا تعین کرتے کرتے خود پیار کے راستوں کی دھول میں کہیں کھو سے جاتے ہیں لیکن منزلیں پھر بھی ان کا مقدر نہیں ہوتیں۔ اے کاش چاہت کے دریچوں میں جھانکنے سے پہلے ان حساس دلوں کومحبت سے بچھڑنے کی خبر ہوجائے نہ جانے کیوں یہ دلوالے دنیا سے بھی نہیں لڑ سکتے اور تقدیر سے تو پھر بھی آج تک کوئی بھی نہیں لڑ سکتا جب محبت ہوتی ہے تو دنیا نہیں ملنے دیتی اور جب ان گریہ زار جذبوں کوعشق ہوتا ہے تو تقدیر نہیں ملنے دیتی وفا اگر کسی کو نصیب ہونے لگتی ہے تو زندگی چھن جاتی ہے ہم کس کس سے لڑیں اب تو قلم سے بھی خون آتا ہے۔

زندگی کے اتنے سال بیت گئے تھے اس عشق کی چاہ میں کہ کوئی تو ایسا ملے جس کو مال وزر رسم ورواج سٹیٹس انا ظاہری رکھ رکھاؤ دنیا کے عیش وعشرت سے نفرت ہو اوراسے صرف محبت وفا خلوص چاہیے ہو اگر وہ ملا تو تقدیر نے چندروز میں ہی چھین لیا گیا تھا اس عشق کا حاصل حنا کا سرخ رنگ یا گلاب کے مرجھائے ہوئے پھول جو سہاگ رات کو اس حنا کے ہاتھوں میں گجرے بنکر سجنے کی بجائے مٹی کے انبار پرٹوٹ کر بکھر گئے آج پہلی بار عشق کو موت آتے دیکھتی تو زندگی سے کرنے کے لیے کوئی ایک شکوہ بھی نہ بچ سکا سب شکوے تقدیر سے کر دیئے۔

کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک رائٹر کا نایاب عشق تقدیر کے آگے یوں بے بس ہوکر پل بھر میں بکھر جائے گا اس حادثہ عشق میں حنا اور گلاب دونوں سامنے تھے فرق صرف اتنا تھا کہ حنا کا رنگ زمین کے اندر پنہاں تھا اور گلاب میرے ہاتھوں سے بکھرتے بکھرتے کسی سوہنی اور ہیر کی قبر پر بکھر ہی گئے آنکھیں حنا اور گلاب کے یوں ملاپ پر پتھرا گئیں آرزوؤں کی تمہید باندھ تو لینے دی زندگی نے لیکن موت اور تقدیر نے حنا اور گلاب کا اس انداز میں ملاپ کرلیا کہ آنسوؤں نے بھی منہ پھیر لیا تھا محبت کے دیپ روشن تو ہوئے لیکن حنا کی بانہوں میں نہیں اسکی مٹی کے ڈھیر پر۔

سنا ہے پھول بھی محبت ہوتے ہیں
تب ہی گلاب چھونے کی عادت ہوئی تھی
شاید مجھے اتنا بکھرنا تھا تقدیر کے اگے حنا
اس لیے تمہیں چاہنے کی ہمت ہوئی تھی

زمانہ طالب علمی سے ہی جواب عرض سے وابستہ ہوں زندگی میں اتنے نشیب وفراز آئے کہ تین چار سال اپنے تنہائی کے واحد سہارے پیارے جواب عرض سے دوری اختیار کرنا مجبوری سی بنتی گئی لیکن آشنا ایسا ہے یہ جواب عرض کہ دل سے دور کرنا میرے بس میں نہیں ہے آج بھی الف بے بھی نہ جانتے تھے ادب کی دنیا مین آج اگر درجنوں سٹوریز اور سینکڑوں اشعار غزلیات کے تخلیق کار ہیں تو اس کا سہرا صرف جواب غرض

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کے سر ہے بیس سوبارہ کے بعد دوسال غائب رہا اس سال میری چارعدد کہانیاں قابل اشاعت ہوئی پھر بیس سو چودہ میں کافی فرینڈز نے مجبور کیا سر ریاض بھی ناراض تھے کہ انجم یار کچھ نہ کچھ لکھا کریں لوگ آج بھی پرانے رائٹرز کے قلم کی ڈیمانڈ رکھتے ہیں۔

جولائی اوراگست دوہزار چودہ میں میری دوکہانیاں یکے بعد دیگرے شائع ہوئیں جن کے ساتھ فسٹ ٹائم میرا موبائل نمبر بھی شائع ہوا قارئین جواب عرض کی کالز اینڈ ایس ایم ایس سنبھالنا میرے لیے مشکل تھا اتنی پذیرائی ملی کی بیس سال کی محنت کا ثمر مل گیا تھا ان ہی کالز میں سے ایک کال نے اس کہانی حنا اور گلاب کو جنم دیا جس کو میں نے بارہا قلمبند کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار قلم ڈگمگا جاتا آنکھیں دھندلا جاتیں لیکن آج اس حادثے کو اٹھارہ ماہ یعنی ڈیڑھ سال گزر چکا ہے تو زخم کچھ مندمل ہوئے بڑی ہمت کے ساتھ قلم تھام کر جواب عرض کے صفحہ قرطاس پر آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔

چودہ اگست دوہزار چودہ کو ہم پورے زورشور سے پاکستان کا یوم آزادی منانے کے لیے دوستوں کے ہمراہ اپنے شہر دیپالپور میں ایک بڑے جلوس میں شریک تھے موبائل مسلسل بجتا رہا لیکن جلوس اور نعروں کا شور میں ہر کال مس کال بنتی چلی گئی شام چار بجے جب موبائل دیکھا تو بے شمار کالز موجود تھیں باری باری سب کو کالز کیں ایک نمبر پر ایک لڑکی مجھ سے مخاطب ہوئی۔

ہیلو اسلام علیکم سر انجم میں سیالکوٹ کے ایک گاؤں سے گلشن بات کررہی ہوں۔۔ سر آپ کی دونوں کہانیاں بہت ہی اچھی لگیں امید ہے آپ آئندہ بھی ہمیشہ اسی طرح لکھتے رہیں گے۔ اپنی دعاؤں میں اپنی اس بہن گلشن کو ضرور یاد رکھیے گا سر انجم تھینکس کال کرنے کے لیے۔

ویلکم سسٹر اوکے۔ میں نے جوابا کہا۔

سر میں اب اجازت چاہتی ہوں انشااللہ پھر کسی دن بات ہوگی اللہ حافظ اور گلشن کی کال ڈراپ ہوگئی۔

دن رات اتنی کالز آتی کہ ہر نمبر ذہن میں رکھنا خاصا دشوار مرحلہ تھا تقریبا ایک ماہ بعد پھر گلشن کی کال آئی میں نے اس کا نمبر نہیں پہنچانا تھا میرے ایک دوبار پوچھنے پراس نے کہا۔

سر اپ سے ایک ماہ پہلے بات ہوئی چودہ اگست والے دن شاید میرا نمبر آپ کے ذہن میں ہی ہے گلشن کہنے لگی بھائی اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو آپ سے ریگولر رابطہ رکھ سکتی ہوں۔

جی ضرور۔ میں نے جوابا کہا۔

اس طرح اکثر ہماری بات ہونے لگی گلشن نے باتوں باتوں میں میری پرسنل لائف کی ہر بات پوچھ لی اور اکثر کہتی بھائی آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی۔

میں کہتا گلشن تم تو پاگل ہو میں مڈل کلاس طبقے کا انسان ہوں اور آج کل سٹیٹس اور پیسے کا دور ہے ایسے حالات میں اچھے رشتے کہاں ملتے ہیں کہتی ایسی بھی بات نہیں ہے میرے پاس ایک ایسی لڑکی کا رشتہ موجود ہے جو آپ کی طرح بہت سیریس مزاج کی مالک ہے اس کے والدین بچپن میں ایک حادثے میں اللہ کو پیارے ہوگئے تھے اس وقت وہ صرف دوسال کی تھی اس بات کو پندرہ سال بیت گئے ہیں اب حنا ماشاءاللہ سترہ سال کی ہوچکی ہے اس کے والدین کے بعد اس کو اس کی

کچھ رشتہ دار خواتین نے گود لے لیا تھا اور حنا اب جوان ہو چکی ہے لیکن جس گھر میں اب وہ رہتی ہے وہاں اس کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے وہ بچی احساس محرومی کا شکار ہے بہت معصوم ہے اور بچپن سے حنا کی میں واحد دوست ہوں میں چاہتی ہوں اگر آپ حنا کے لیے مان جائیں تو میں اس کے گھر والوں سے بات کروں گی۔

لیکن گلشن تم مجھے صرف ایک فون کال کی حد تک جانتی ہو ہمارا کوئی فیملی ریلیشن نہیں ہے تم نے مجھے دیکھا ہوا نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حنا اور میری عمر میں ففٹی پرسنٹ فرق ہے میں تو حنا سے ڈبل عمر کا ہوں تم کیسی بات کرتی ہو اس طرح بھی کبھی اتنے بے جوڑ رشتے ہوئے ہیں وہ بھی صرف ایک دو فون رابطوں پر۔

کہنے لگی مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے میں عرصہ دس سال سے جواب عرض پڑھتی ہوں آپ کا ایک نام ہے مجھے کسی بھی قسم کی کوئی گارنٹی نہیں چاہیے آپ کی ذات کے حوالے سے آپ بس ہاں کر دیں یہ نیکی ہے میں حنا کو اس جہنم سے آزاد کرانا چاہتی ہوں مجھے امید ہے اپ حنا کے ساتھ بہت خوش رہیں گے انسان اچھا ہو تو عمروں میں کیا رکھا ہے۔

میں بہت حیران و پریشان تھا کہ گلشن نے مجھ پر اتنا زیادہ اعتماد کیسے اور کیوں کر لیا تھا مجھے مختلف سوچوں نے گھر لیا تھا کہ کہیں کوئی فراڈ تو نہیں لیکن دل گواہی دے رہا تھا کہ شاید برسوں کے خواب پورے ہونے لگے ہیں ایسے جیسے مجھے گلشن کی باتوں میں سچائی کی مہک آنے لگی ہو لیکن کیسے ہو گا یہ سب کچھ کہاں سیالکوٹ کہاں میرا دیپالپور سوچتے سوچتے دل ڈگمگانے لگا۔

آج گلشن سے بات ہوئی تو میں نے پوچھا گلشن آپ لوگ سیالکوٹ شہر میں رہتے ہیں۔

کہنے لگی نہیں بھائی ساتھ ہی گاؤں ہے۔ ہم لوگ اس گاؤں میں رہتے ہیں۔ تو کیا سوچا آپ نے پھر۔

میں نے کہا سوچنا ہے پہلے تم حنا سے بات تو کر وہ کیا کہتی ہے پھر مجھ سے پوچھنا۔

وہ کچھ بھی نہیں کہتی ہر وقت روتی رہتی ہے گلشن پلیز مجھے اس دوزخ سے نکال لو یہ لوگ شدید سردی میں ٹھنڈے پانی سے سارا دن مجھ سے برتن صاف کرواتے ہیں سارے گھر کی صفائی کرواتے ہیں بچ جانے والا کھانا دیتے ہیں کبھی بھوکی سوتی ہوں اتنی سردی میں گرم بستر تک نہیں میرے پاس مجھ سے تو اچھا سلوک جانور دل سے ہوتا ہو گا۔

انجم بھائی پلیز حنا کی زندگی مزید بکھرنے سے بچا لو۔ میں سادگی کے ساتھ اس کا نکاح آپ سے کروا دوں گی پلیز مان جائیں میں جانتی ہوں آپ بہت غریب انسان ہیں ہم لوگ گھر سے حنا کو سارا سامان دیں گے اگر آپ حنا کو اتنی دور اپنے ساتھ نہیں لے کر جا سکتے ہیں تو آپ یہاں سیٹل ہو جائیں ہم لوگ آپ کو گھر بھی بنا دیں گے آپ کو یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ میں دس پندرہ ہزار ماہانہ کماتا ہوں کیسے حنا میرے ساتھ گزارہ کرے گی وہ بہت ٹوٹی ہوئی ہے جب حنا کو دیکھتی ہوں میرا کلیجہ پھٹ جاتا ہے آپ اسے دو وقت کی روٹی تو کھلا سکتے ہو وہ یتیم بچی ہے اپ اس کا سہارا بن جائیں خدا آپ کو اس نیکی کا صلہ ضرور دے گا انشاء اللہ بھائی میں جانتی ہوں میں نے آپ کو

اچانک بہت بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے لیکن پلیز مجھ پر ٹرسٹ کریں ابھی دنیا میں اچھے لوگ موجود ہیں۔

میں چونکہ خود مختار تھا کسی بھی قسم کا فیصلہ کرنے میں مجھ پر گھر والوں کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی میں جب چاہتا جہاں چاہتا شادی کر سکتا تھا لیکن مجھے فضول قسم کے رسم و رواج ایکسٹرا اخراجات قطعی پسند نہ تھے اور نہ میں افورڈ کر سکتا تھا میں تو صرف سنت نبوی ﷺ کا قائل تھا سادگی کے ساتھ شادی کرنے کا خواہش مند تھا وہ بھی گلشن نے میری خواہش کو پورا کرنے کے لیے کہہ دیا تھا بلکہ مجھے گلشن کہتی تھی کہ بھائی ہم نکاح کا خرچہ بھی خود برداشت کریں گے آپ کا ایک پیسہ بھی نہیں لگنے دیں گے اور مجھے کیا چاہیے تھا میں نے تو آج تک جتنے بھی رشتے دیکھے سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے دس تولے زیور لڑکی کے نام ذاتی گھر طلاق کی صورت میں کم از کم دس لاکھ روپے کا اسٹام پیپر دس ہزار پرسنل جیب خرچ بارات کی روٹی تک لڑکی والے مانگ لیتے تھے پانچ سے دس لاکھ تک کا بل بن جاتا تھا۔

ہر رشتہ دیکھ کر اور مجھے ان سب چیزوں سے سخت نفرت تھی میں شروع سے آئیڈیل سونے والا انسان ہوں ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں صبر افلاس اور محنت کو ہی ترجیح دی جاتی تھی بہت کم تعلیم حاصل کی اور پھر محنت کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا محنتی لوگ روپے پیسے کا ضیاع بالکل بھی نہیں کرتے پھر شادی تو سنت نبوی ﷺ ہے جو ہر انسان کو کرنی پڑی ہے لیکن میرے قلم نے ہمیشہ فضول اور ہندوانہ رسموں کے خلاف ہی لکھا ہے ابھی دو ماہ پہلے پاکستان کے معروف اخبار میں شادی اور طلاق کے موضوع پر میرا ایک ذاتی کالم شائع ہوا تو پڑھنے والوں نے بے حد سراہا چند لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے تنقید بھی کی تھی۔

انجم یار یہ تم نے موجودہ ینگ جنریشن کے جذبات کی نفی کی ہے شادی اور طلاق تو اب فیشن بن چکا ہے لوگوں کی سوچ میں جدت آ چکی ہے جب دل کیا شادی کر لی جب دل کیا طلاق دے دی آج کا مرد ایک بیوی پر اعتماد کر ہی نہیں سکتا ہے اس کی وجہ جو مجھے بیان کی گئی وہ الفاظ کی ہی نہیں انسانی سوچ اور محبت کے جذبات کی بھی سب سے بڑی توہین ہے۔

میں اس وقت صرف اپنی سٹوری کی طرف آنا چاہتا ہوں یہ بات اگر طوالت میں لکھوں گا تو کہانی کا تسلسل ٹوٹے گا بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم مسلمان ہیں دنیا کے رسم و رواج کو نہیں ترجیح دینی چاہیے کچھ اپنے مذہب کی پاسداری بھی ہمارا فرض ہے میں نے گلشن سے کہا۔

آپ پہلے مجھے دیکھ لیں مل لیں باقی باتیں بعد میں ہوں گی تو کہنے لگی۔

بھائی ہم اپ کو یہاں بلوائیں گے لیکن ابھی فی الحال اپ ہمیں اپنی دو تین نیو تصویریں بنوا کے ہمارے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں آپ کی تصویریں ملتے ہی ہم آپ کو بتا دیں گے کہ آپ حنا کے لیے سوٹ کرتے ہیں یا نہیں اور حنا کی تصویریں بھی آپ کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں گے میں نے اسی دن اپنی تین فل سائز کی نیو مکمل بڑی تصویریں بنوائی اور گلشن لوگوں کے گھر کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں دوسرے دن میری تصویریں گلشن لوگوں کے ہاتھ میں تھیں میری توقع سے بڑھ کر ان لوگوں نے میری تصویروں کو پسند

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کیا اور مجھے حنا کے لیے سلیکٹ کرلیا گیا۔ اس سے اگلے روز گلشن نے اپنی اور حنا کی دو دو تصویریں میرے ایڈریس پر پوسٹ کروادیں اور تصویروں کی بیک سائیڈ پر الگ الگ نام تحریر کر دیئے کہ کون سی تصویر گلشن کی ہے اور کون سی حنا کی ہے حنا معصومیت کا حسین شاہکار تھی تعریف صرف اس کو بنانے والے خدا پاک کی ہی کروں گا جس نے مٹی سے انسان کی اتنی خوبصورت تخلیق فرمائی۔

حنا کو دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میری ذات مکمل ہوگئی ہے جیسے حنا کو خدا نے صرف میری لیے ہی پیدا کیا تھا تصویریں ملتے ہی میں نے گلشن کو کال کر کے تصویریں ملنے کی اطلاع کردی وہ بہت ہی خوش تھی کہنے لگی۔

بھائی میں حنا سے آپ کی بات کرانا چاہتی ہوں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

میں نے کہا ابھی مناسب نہیں لگتا۔

مجھے کہنے لگی آپ تو لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے ہیں حنا نے آج تک موبائل دیکھا ہی نہیں کہ فون ہوتا کیا ہے۔ وہ بھی نہیں مان رہی لیکن میں تو آج اسے اپنے گھر بلا کے لاؤں گی اور آپ دونوں کی بات کراؤں گی گلشن اپنی بات پر بضد رہی حنا کی زندگی کورے کاغذ کی طرح تھی اسے دنیا داری پیار محبت شادی کسی بات کا اتنی گہرائی سے علم نہ تھا اس کے والدین بچپن سے فوت ہو گئے تھے بہت عجیب سے اور ظالمانہ ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تھی وہ لوگ اس سے کام بھی لیتے طعنے بھی دیتے اور شاید مارتے بھی تھے جیسے ان کی زرخرید تھی صرف حنا کی ہمت تھی کہ وہ اب تک زندہ تھی حنا جس گھر میں رہتی تھی اس گھر کا ایک لڑکا حنا کے رشتے کے بدلے گلشن کا رشتہ مانگتا تھا کہ اگر گلشن حنا کی شادی اپنی مرضی سے کہیں کرتی ہے تو بدلے میں ہم گلشن کا رشتہ لیں گے لیکن گلشن نے مجھے بتایا۔

بھائی وہ بہت آوارہ لڑکا ہے میں کسی صورت میں اس سے شادی نہیں کرونگی اور حنا نے مجھے ان کے اس لڑکے سے شادی کرنے دی گی۔ اس کے باقی گھر والے تو حنا کے لیے میرا رشتہ مان گئے لیکن اس لڑکے نے گلشن کو وارننگ دے دی کہ اگر تم مجھ سے شادی نہیں کروگی تو ہم حنا کو مار تو سکتے ہیں لیکن اس کی شادی نہیں کرسکتے۔ گلشن بہت ہی پریشان تھی وہ میرا رشتہ حنا سے اپنی گھر والوں کے مشورے سے کروا رہی تھی ان کو اپنی بیٹی پر مکمل اعتماد تھا کہ گلشن حنا کے لیے کسی اچھے انسان کا ہی رشتہ دیکھے گی کیونکہ گلشن کی تو حنا کے اندر جان تھی وہ ایک پل بھی حنا سے الگ نہیں رہ سکتی تھی حنا کو جب گلشن نے میرے رشتہ کا بتایا تھا وہ خوش تو تھی لیکن بدلے میں گلشن کی شادی ان کے آوارہ لڑکے سے ہرگز برداشت نہیں کرسکتی تھی میں بھی پریشان تھا کہ عجیب سی صورت حال پیدا ہوگئی ہے لیکن گلشن نے مجھے بہت حوصلہ دیا کہ بھائی آپ پریشان نہ ہوں اللہ میاں سب ٹھیک کردیں گے۔ حنا بہت ٹینشن میں تھی کہ پتہ نہیں کیا ہوگا اسی دن گلشن شام کو حنا کو بلا کر لائے اپنے گھر اور مجھے کال کر کے حنا سے میری بات کروائی حنا کیسی ہو لیکن وہ بول نہیں پا رہی تھی اس نے آج تک کسی سے فون پر بات نہیں کی تھی پیچھے سے گلشن اسے حوصلہ دے رہی تھی پلیز حنا بولو انجم سے بات کرو اس کے ہونٹ ہلکے سے تھرتھرائے ہل او ہیلو بس وہ اتنا کہہ کر جیسے رونے والی ہوگئی تھی وہ بہت نروس ہو رہی تھی بڑی مشکل سے دو چار باتیں کیں اور

رونے لگ گئی گلشن نے موبائل اپنے ہاتھ میں لیا مجھے کہ اتنی بھائی آہستہ آہستہ یہ بات کرنے لگے گی آپ پریشان مت ہوں لیکن حنا بہت ٹینشن میں تھی ایک تو اس نے کبھی فون پر بات نہیں کی تھی دوسرا اسے گلشن کے رشتے والی ٹینشن تھی وقت تھم سا گیا تھا میں اضطرابی سی کیفیت میں مبتلا رہنے لگا کیا میری اور حنا کی خوشیوں کی خاطر گلشن کی زندگی داؤ پر تو نہیں لگ جائے گی اس بات نے میری زندگی کو ایک الجھن میں ڈال دیا تھا۔ نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گا حنا گلاب جیسی لڑکی ہے وہ شادی سے پہلے ہی مرجھا سی گئی ہے گلشن والے رشتے کی بات کی وجہ سے وہ دونوں دوستیں نہیں سگی بہنوں کی طرح تھیں گلشن مجھے اکثر کہتی بھائی جب کبھی ہم دونوں اداس ہو جاتی ہیں تو قریب ہی کچھ گلاب کے پودے لگے ہیں ہم وہاں چلی جاتی ہیں حنا کو گلاب کے پھول بہت پسند ہیں وہ اکثر مجھے کہتی ہے گلشن جب تمہاری شادی ہوگی میں تم کو اسی پودے سے گلاب کے پھولوں کے گجرے بنا کر پہناؤنگی۔ میں بھی اسے اسی طرح ہی کہتی کہ حنا تمہارے نام کا مطلب ہے۔ مہندی جس دن تمہاری مہندی ہوگی میں بھی اسی پودے سے گلاب کے پھولوں کے گجرے بنا کر گفٹ کروں گی حنا مجھ سے اکثر پوچھتی میرے نام کا مطلب مہندی ہے تو گلشن کا کیا مطلب ہے وہ بہت معصوم تھی نہ اسے زمانے کی ہوا لگی نہ اسے کسی بات کا علم ہوا پھر میں حنا کو بتاتی کہ میرے نام کا مطلب ہے آنگن گھر تو کہتی پھر تم اسی گھر میں ہی رہوگی تمہارا تو یہی آنگن ہے یہی گھر ہے۔ اگر گلشن ایک آنگن تھی تو حنا اس آنگن کی بہار تھی وہ ایک دوسرے کے بنا سانس بھی نہ لیتی تھیں لیکن تقدیر نے اچانک وار کیا اور میرے خواب میرا فیوچر بھی راکھ ہوگیا اور گلشن کے آنگن کی بہار بھی روٹھ گئی۔ حنا نے گلشن کے بدلے کا رشتہ اپنے دل پر اتنا سریس لیا کہ وہ ایک دن مجھ سے فون پر بات کرتے کرتے رونے لگی اور اچانک فون کال چلنے کے درمیان ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی گلشن پاس ہی کھڑی تھی اس نے فوراً حنا کو اپنی بانہوں میں بھرا اور چارپائی پر لٹا دیا میں کال پر ہی تھا کہ گلشن اور نجا اور نجا رونے لگی۔

انجم بھائی میری حنا کو کچھ ہوگیا ہے میں بھی مر جاؤں گی۔ میں اسے دلاسہ دیئے جا رہا تھا کہ پلیز گلشن حنا کو کچھ نہیں ہوگا لیکن خود اندر ہی اندر بکھرتا جا رہا تھا مجھے کون سنبھالتا گلشن چلتی کال پر ہی حنا کو ہاسپٹل لے کر جا رہی تھی مسلسل حنا بے ہوش تھی میں بھی زار و قطار رو رہا تھا ہاسپٹل میں حنا کے ٹیسٹ کے دوران ہماری کال منقطع ہوگئی میں بار بار گلشن کا نمبر ملاتا رہا لیکن وہ کال ریسو نہ کر پا رہی تھی مجھے میری دنیا برباد ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی شام ہوگئی تو گلشن کی مس کال آئی میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال کی تو گلشن نے کہا۔

ہماری حنا کو ہوش آگیا ہے لیکن بیڈ لک بھائی ڈاکٹروں نے اس کی رپورٹس میں حنا کو جسم کے ایک ایسے حصہ پر کینسر بتایا ہے جو میں آپ کو کھل کر بتا نہیں سکتی مزید سیالکوٹ کے ڈاکٹروں نے حنا کے ٹیسٹ لاہور کے شوکت خانم کینسر ہاسپٹل سے کرانے کو کہہ دیا ہے مجھے کل ہی حنا کو لے کر لاہور جانا ہوگا پلیز گلشن یہ جھوٹ ہے حنا تو گلاب کا پھول ہے اسے کیسے کینسر ہوسکتا ہے آخر کیسے اس کی وجہ کیا ہے بھائی پلیز آپ نماز کے بعد حنا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

کے لیے دعا کریں اگر اسے کچھ ہوا تو میں اپنے اپ کو کبھی بھی معاف نہیں کر پاؤں گی میں آپ کا کیا منہ دکھاؤں گی میں آپ کی خوشیاں مر کر بھی آپ کو دوں گی۔ میں گلشن کو کیا کہتا میں خود حوصلہ ہارتا جا رہا تھا میری زندگی خزاں تھی اچانک بہار آنے کی امید لگی تو تقدیر نے پھر خزاں میرا مقدر بنا ڈالی حنا کیا میں تمہارا مجرم تھا کاش میں تمہاری زندگی میں نہ آتا تو آج تمہاری یہ حالت نہ ہوتی میں رونا چاہتا تھا لیکن آنسو مجھ سے روٹھ گئے حنا کی تصویریں جیسے جدائی کی آگ سے جلتی جا رہی تھیں خزاں دور کھڑی مسکرا رہی تھی کہ میں آ رہی ہوں۔

خزاں پر میرا اک قرض بھی ہے
میرے سامنے تصویریں ہیں ادھ جلی سی
شاید بہار لوٹ آنے کے خوف سے
انہیں آتش ہجر کی نظر کیا ہے خزاں نے
یہ میرا عکس رنگوں سے جدا سا ہے
عجیب موسموں کا یہ فیصلہ سا ہے
شاید یہ خزاں کا فرض بھی ہے
لیکن ابھی خزاں پر میرا ایک قرض بھی ہے
میں پہلے بھی منزلوں کا طلب زاد کب تھا
انجم میں اپنی ریاستوں میں آباد کب تھا
ابھی تو مجھے چاہتوں کی غرض بھی ہے
لیکن ابھی خزاں پر میرا اک قرض بھی ہے
ہاں شاید بہار کا قرض۔۔۔۔۔۔۔

طویل زندگی خاموش راستوں پر تھی کہ حنا ملی مگر مجھے بدلتی رتوں نے راہ حیات میں تنہا ہی رہنے کا تہیہ کر لیا تھا اپنا ہی عکس اپنا قاتل لگنے لگا تھا نیند آنکھوں سے پہلے ہی روٹھ چکی تھی اب آنسو بھی روٹھ گئے تھے سوچوں میں الجھی میری ذات حنا شاید کبھی گلاب کے گجرے نہ پہنا سکے کی گلشن بھی بکھرتی جا رہی تھی بوجھل دل کی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ میں اب گلشن کو ہی دلاسہ دے دوں میں کسی سے شکوہ کروں۔

بارہ اکتوبر دو ہزار چودہ کو گلشن حنا اور اسے کے گھر والے لاہور روانہ ہو چکے تھے حنا کے ٹیسٹ شوکت خانم کینیسر ہاسپٹل سے کروانے کے لیے حنا کی حالت دیکھے نہ جا رہی تھی سارے راستے میں ان لوگوں کے ساتھ کال پر بات کرتا رہا لیکن حنا بات نہیں کر سکتی تھی۔ ڈاکٹرز نے اس کو مکمل ریسٹ کا کہہ دیا تھا میرا ایل پل گلشن سے رابطے میں گزر رہا تھا پہلے دن حنا کے جو ٹیسٹ سیالکوٹ سے کرائے گئے تھے وہ لاہور کے ڈاکٹرز کے سامنے تھے آج دوسری بار حنا کے ٹیسٹ شوکت خانم ہاسپٹل سے کروائے جا رہے تھے جن کی رپورٹس دو دن بعد ملنی تھی لہذا گلشن لوگ مزید دو تین کے لیے لاہور ہی رک گئے حنا مسلسل صدمے میں تھی اسے گلشن بتانے سے گریزاں تھی کہ اسے کینسر ہے لیکن حنا کو تو جیسے خدا کی طرف سے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ وہ ایک دون کی مہمان ہے دنیا میں گلشن سے کہتی میرے بعد میرے انجم کو سنبھالتی رہنا وہ بہت اچھے ہیں لیکن افسوس نہیں حنا تم کو کچھ نہیں ہوگا ہم تمہارا علاج کسی باہر کے ملک سے کرا لیں گے تم بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی بس معمولی سی سوزش ہے لیکن حنا جانتی تھی کہ وہ کینسر کی آخری سٹیج پر پہنچ چکی ہے اس نے ڈاکٹرز کے چہرے پڑھ کر جانچ لیا تھا دو دن اسی طرح ہی رپورٹس کا انتظار کرتے گزر گئے لاہور کی رپورٹس بھی حنا کا کینسر کنفرم کر رہی تھیں اور ڈاکٹرز نے گلشن کو اسی کینسر میں حنا کی شادی نہ کرنے کا کہہ

دیا تھا کہ اگر آپ لوگ میڈیسن کے ساتھ ساتھ حنا کو بہت زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کریں تو شاید اس کی زندگی بچ سکے حنا شادی کے بعد اپنے شوہر کے ازدواجی حقوق پورے نہیں کر سکے گی اور نہ کبھی ماں بن سکے گی گلشن پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی نہیں میں اپنی گڑیا سی حنا کو دلہن ضرور بناوں گی گلشن نے مجھے سب کچھ واضح بتا دیا کہ بھائی آپ میری حنا کی خوشیاں مجھے لوٹا سکتے ہیں لیکن گلشن میں کیسے تو کہنے لگی کسی بھی مرد کے لیے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ شادی بھی کرے اور ایک ایسی لڑکی کے ساتھ جو اس کے ازدواجی حقوق پورے نہ کر سکے لیکن بھائی آپ حنا کی زندگی کی خاطر کیا ازدواجی حقوق کے بغیر حنا کو اپنے نکاح میں قبول کر سکتے ہیں پلیز آپ انکار مت کرنا اور نہ میری حنا بچ نہ پائے گی اور اگر اسے کچھ ہوا تو زندہ میں بھی نہیں رہوں گی بھائی اس وقت آپ پر دو زندگیوں کی بڑی بھاری ذمہ داری ہے میں بھی جوان ہوں اور میں جانتی ہوں کوئی بھی مرد ایسی بیوی کو قبول نہیں کر سکتا لیکن پلیز اسوقت پر حنا کو بیوی کے روپ میں نہ دیکھیں ایک بیمار انسان کے زاویے نگاہ سے دیکھیں گلشن چپ ہو جائیں پلیز آپ کیا کہہ رہی ہیں حنا کی زندگی پر مجھ جیسے لاکھوں انجم قربان ہیں آپ یہ بات پوچھے بنا بھی حنا کو میری دلہن بنا دیتی تو مجھے معلوم تھا حنا میری امانت ہے آپ اس کی زندگی کی دعا کریں میں ساری زندگی کو حنا کو دیکھ دیکھ کر گزار لوں گا آپ جلدی سے اس کی صحت یاب ہونے کی کوشش تیز کریں ہم اپنا آپ بیچ کر بھی حنا کی زندگی خرید لیں گے گلشن رونے لگی۔

بھائی ہم لوگ کیسے اس کو خوش رکھیں حنا کی خاطر آپ نے بھی قربانی دے دی اور میں بھی آپ سے وعدہ کرتی ہوں اب اگر حنا کی خاطر مجھے بھی ان کے اس آوارہ لڑکے سے شادی کرنا پڑی تو ضرور کروں گی میں اپنی جان دے کر بھی حنا کو بچاؤں گی حنا پر ڈھائے جانے والے ستم میں آپ سے کھل کر شئیر نہیں کر سکتی ہوں جو رپورٹس ہیں شوکت خانم ہاسپٹل والوں نے دی ہیں اس میں دیکھ کر حنا کی اس بیماری کی بنیادی وجوہات سامنے آ چکی ہیں میں اس کے گھر والوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی مجھے لیڈی ڈاکٹرز نے جو انکشافات کیے ہیں حنا کے کینسر کے حوالے سے وہ ظلم کی ہر حد کراس کر گئے ہیں مختصر بتاؤں گی آپ کو جب حنا سن بلوغت کے ایام سے گزر رہی تھی اس کی کسی نے کئیر نہیں کی مخصوص ایام میں بھی حنا سے شدید سردی اور شدید گرمی میں بے رحمی سے کام لیا جاتا رہا اس پر تشدد کیا جاتا رہا ہے افسوس حنا مشرقی لڑکی تھی اور فطری شرم حیا اڑے آتی تھی لیکن حنا نے کاش اپنی یہ جسمانی پرابلم مجھ سے شئیر کی ہوتی تو آج یہ ایک نارمل لڑکی ہوتی میں اس کی دوست بھی تھی ماں بھی بہن بھی سب کچھ میں تھی لیکن میری معصوم حنا نے مجھے کچھ نہ بتایا وہ اکثر پریشان رہتی تھی جب میں پوچھتی تو سر درد یا معمولی بخار کا کہہ دیتی تھی مجھے۔

بھائی ان لوگوں نے حنا کو سوتیلی بیٹی ہی بنا کر رکھا ہوتا تو آج اس کی یہ حالت نہ ہوتی افسوس حنا اس گھر میں گلشن بات کو ادھورا چھوڑ کر بلک بلک کر رونے لگی میں بھی ضبط کے سب بندھن توڑ بیٹھا اور جی بھر کے آنکھوں سے برسات ہونے لگی گلشن کا صبر اس وقت صرف میں تھا جب میرا صبر ٹوٹا تو زمین و آسمان گلشن اور میرے آنسو دیکھ کر کانپ اٹھے۔ والدین کا سایہ سر پر سلامت

ہوتو بیٹیاں پھول بن جاتی ہیں نہ ہوتو اس ستم گر دنیا کے قدموں کی دھول بن جاتی ہیں دنیا کے اندر انسان کا سب سے بڑا دشمن کسی کا رحم وکرم ہوا ہے ہر ستم انسان کی قسمت بن جاتا ہے۔

کنڈے نے پیراں وچ چبدے نیں
تے سروی ننگے ہندے نیں
میں تے اے ہوای سنیا اے
لوک ماپے بڑے چنگے ہندے نیں
دھیاں کسے دیاں ٹوروی دے ای
پر فیروی او گل نیں
بھیناں دے بھار چکن لئی سدا
ویراں دے ای کندھے ہندے نیں
چھڈ انجم کہڑے رشتے دار
تے کہڑے سجن بیلی لبدا ایں
اج کل سبھے خون ای گندے ہندے نیں

گلشن لوگوں کو لاہور شوکت خانم کینسر ہاسپٹل میں آج تیسرا دن تھا حنا کی ی حالت ہوگئی تھی کہ صرف گلشن کی گود میں لیٹی لیٹی آنسو بہاتی رہتی بڑی مشکل سے کوئی ایک آدھ بات کرتی میں نے بہت اصرار کیا کہ پلیز گلشن صرف ایک بار حنا کی آواز سنادو صرف ایک ہیلو کرادو میرا دل پھٹ جائے گا۔

اس نے بڑی مشکل سے کال کر کے حنا کو موبائل دیا بس میں نے اتنا سنا انجم جی مجھے معاف کردینا شاید زندگی وفا نہ کرسکے اور موبائل اس کے ہاتھ سے ایک بار پھر گر گیا گلشن پھر رونے لگی نہیں حنا ایسا مت کہو تمہیں کچھ نہیں ہوگا حنا زیادہ بات نہ مجھ سے کرسکتی تھی نہ گلشن سے وہ صرف روئے جارہی تھی۔

شام پانچ بجے قیامت ٹوٹی حنا کو اچانک خون کی قے آنی شروع ہوگئی اور ساتھ بلیڈنگ بھی ہونے لگی گلشن نے بھاگ کر لیڈی ڈاکٹر کو بلایا حنا کو سٹریچر پر ڈال کر ایمرجنسی میں ایڈمٹ کردیا گیا گلشن کی حالت بھی غیر ہونے لگی جان چکی تھی کہ حنا مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑنے والی ہے وہ دعائیں کرتی جارہی تھی مسلسل سجدے کرتی جارہی تھی لیکن کاتب تقدیر نے جو لکھا تو وہ ٹل نہیں سکتا تھا چار گھنٹے زندگی اور موت کی کشمکش میں رہنے کے بعد ہماری حنا نے گلشن کی بانہوں میں آخری ہچکی لی اور ہم سب کو داغ رفاقت دے گئی اس کی زبان آخری بار تھرتھرائی۔

گل گل شن وہ انج م۔۔۔ اور پھر گلشن کی چیخوں سے پورا شوکت خانم لرز اٹھا میں کال پر ہی تھا اور میں اس ٹائم اپنے گھر میں موجود تھا میری ہچکی بندھ گئی موبائل میرا ابھی نیچے گر گیا میری ای بھاگ کر میرے پاس آئی۔

انجم کیا ہوا تم کو۔ امی بھی رونے لگی مجھے کچھ ہوش نہیں تھا میرا موبائل کدھر تھا میں کدھر تھا امی مسلسل مجھے چپ کروا رہی تھی میں ماں کو کیا بتاتا کہ ماں تمہاری بہو بنانے کا خواب ریزہ ریزہ ہوگیا ہے وہ چند دن میری زندگی میں بہار بن کر آئی اور کتنی خاموشی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے میری دلہن بنے بنا ہی چلی گئی میں نہ اسے اپنے ہاتھ سے حنا لگا سکا نہ اس کی مہندی پر کسی نے گیت گائے نہ کوئی شہنائی گونجی نہ جانے کب مجھے تھوڑا سا ہوش آیا کہ امی کو بتایا کچھ نہ بتایا میں دیوانوں کی طرح اپنا موبائل ڈھونڈنے لگا جو مسلسل ایک گھنٹہ کی کال پوری ہونے کے بعد گلشن کی مسل کالز سے بھرا پڑا تھا میں نے گلشن کا نمبر او کے کیا تو فوری میری کال ریسو ہوگئی لیکن مجھے ایمبولنس کے ہارن

اور گلشن کی چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا ایک گھنٹے کی کال مسلسل اسی پوزیشن میں چلتی رہی دوسرے گھنٹے کی کال میں گلشن نے مجھے روتے روتے اتنا کہہ کر کال ڈراپ کردی۔

بھائی حنا کی ڈیڈ باڈی کو ڈاکٹرز نے راتوں رات تدفین کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔

لیکن گلشن میں آرہا ہوں تم لوگ ایسا نہیں کروگے مجھے اپنی دلہن کو دیکھنا ہے۔

بھیا پاگل مت بنو تم اس وقت اس حالت میں گھر سے باہر ایک قدم بھی نہیں رکھو گے ورنہ شاید میں تم کو بھی کھودوں گی آپ ابھی نہیں آئیں گے جانے والی تو چلی گئی ہے میں خود اپنی حنا کا گھر بناؤں گی پلیز مجبوری ہے ہم لوگ رات کو ہی حنا کی تدفین کرنے پر مجبور ہیں چار گھنٹے کی مسلسل بلیڈنگ سے ہماری پھول جیسی حنا کی باڈی اس قابل نہیں رہی کہ ہم خدا کی امانت کو صبح تک اپنے پاس رکھ سکیں۔ آپ پلیز ابھی نہیں آئیں گے ہاتھ جوڑتی ہوں بھائی پلیز پلیز اور گلشن نے نہ چاہتے ہوئے بھی کال ڈراپ کردی زندگی کہیں چھپ گئی آنسو ختم ہوگئے تدبیر ہار گئی تقدیر جیت گئی۔

میری تخلیق تھی اس کی تقدیر تھی
موت اسے بھی آئی مجھے بھی آنی ہے
انجم دنیا فنا ہے آخرت بقا ہے
حنا اور گلاب اس کی میری کہانی ہے

رات کالی سیاہ ہوگئی امی مسلسل چار گھنٹے میرے پاس بیٹھ کر مجھے دلاسہ دیتی رہی میرا سر دباتی رہی صبح نجانے کب ہوئی آج پندرہ اکتوبر دو ہزار چودہ میری زندگی کا سیاہ ترین دن تھا جب حنا مجھے ملے بغیر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے بہت دور چلی گئی تھی دنیا بھر کے گلاب مرجھا گئے تھے میرا وجود زندگی سے الگ نہیں تھا لیکن آج ایک رائٹر کا عشق روٹھ گیا تھا وہ غائبانہ سا رشتہ میرے لہو کے ہر قطرے میں پیوست ہوگیا تھا اور میں اتنا بدنصیب کہ اپنی حنا کا آخری دیدار بھی نہ کرسکا۔

قصہ ہیر تو وارث شاہ نے پاکپتن کے ایک معروف گاؤں ملکہ ہانس کی مسجد میں بیٹھ کر قلمبند کرلیا تھا میں پانی ہیر کو کہاں بیٹھ کر لکھوں عشق درد کا دوسرا نام ہے مجھے زندگی میں جب اتنا درد ملا تو قلم ساتھ چھوڑ گیا ہاتھ کانپنے لگے میرا فن کہیں کھو گیا۔ کبھی خود کو حنا کا قاتل کہتا کہ نہ گلشن مجھ سے رابطہ کرتی نہ حنا کے اندر زندگی کی امید پیدا ہوتی گلشن نے مجھے بتایا تھا لیڈی ڈاکٹرز کہتی ہیں حنا کے جسم میں جو پرابلم کینسر کی صورت نمودار اب ہوئی تھی وہ اس کے جسم میں بہت پہلے سے موجود تھی بس حنا کو کبھی زندگی میں خوشی نہیں ملی تھی جب اسے خوشی ملی مجھ سے اس کا رشتہ تقریبا طے ہوچکا تھا وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی کہ درمیان میں گلشن کے بدلے کا رشتہ اس کی خوشیوں کو ایک بار پھر ویرانیوں میں دھکیل رہا تھا وہ خوش ہو کر ٹینشن ہوئی تو اس کے جسم کا وہ لاوہ پھٹ سا گیا تھا حنا اسی خوشی اور غم کے درمیان ایک اضطرابی سی کیفیت کا شکار ہوئی اسے اس دن مجھ سے بات کرتے کرتے چکر سا آیا اور مرض کی شدت کا لیول اس ٹینشن کی وجہ سے حد سے کراس ہوگیا اور حنا بے ہوش ہوگئی اور رپورٹس نے سب کچھ ظاہر کردیا جو پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوسکا تھا اب اس کی یہ حالت ہونا اور مجھے خود کو حنا کا قاتل قرار دینا میری زندگی کی ایک نئی الجھن تھی کبھی گلشن کہتی میں بے قصور ہوں ایک بہانہ بنا اور حنا کی زندگی

چلی گئی سب قصوران لوگوں کا ہے جنہوں نے حنا پر پہاڑ جتنے ظلم ڈھائے اور اسے موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

آج اس بات کو ڈیڑھ سال گزر چکا ہے میں اپنے اپ کو معاف نہیں کر پایا کہ شاید حنا کی زندگی اس لیے چلی گئی کہ میں اس کی زندگی میں آیا میں نے پل پل اپنے رب سے معافی مانگی ہے کہ اگر سب کچھ میری وجہ سے ہوا تو اے خدا مجھے معاف کر دینا لیکن میرا رب دیکھ رہا ہے میں نے تو حنا کو خوشیاں اور زندگی دینے کا سوچا تھا اس گلاب کے پھول کو خوشبو کے بنا بھی قبول کیا تھا لیکن اے میرے خدا تمہاری مصلحت اسی میں تھی بے شک خدا جو کرتا ہے اپنے بندوں کے لیے اچھا کرتا ہے بے شک زندگی اور موت تمہارے اختیار میں ہے اس دن میں خود سے بیگانہ ہو گیا جب بھی میں موبائل پر گلشن کا نمبر ڈائل کرنے لگتا میرا حوصلہ نہ پڑتا شام چار بجے گلشن نے مردہ سے دل کے ساتھ کال کی اور خود بھی پورا گھنٹہ جی بھر کے روئی اور مجھے بھی خوب رلایا کہتی۔

بھائی تم تو میری حنا کو نہیں لے گئے وہ کہاں گئی ہے وہ مجھے نظر نہیں آتی۔

گلشن دیوانی پاگل ہو رہی تھی میرے سب حوصلہ بھی توڑتی چلی گئی میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے یوں لگا جیسے حنا کہہ رہی ہو اے خدایا تو کبھی کسی کو بیٹی نہ دے یا بیٹیوں کے نصیب میں والدین کا بچپن میں بچھڑ جانا نہ لکھ۔۔۔۔

میں لوٹ گئی ہوں
مجھے لوٹ کر جانا تھا

نہ ماں نہ باپ
دنیا میں بھی میرا
کب کوئی ٹھکانہ تھا
مجھے معاف کرنا میرے ہمنواؤ
موت تو ایک بہانہ تھا
میرے انجم میری گلشن
میں لوٹ گئی ہوں
مجھے لوٹ کر جانا تھا

مجھ سے مزید گلشن کے آنسو برداشت نہ ہو رہے تھے اور میرے اشک گلشن کے صبر کے بندھن مزید توڑ رہے تھے میں نے بہت کوشش کی کہ میں اپنی دلہن کے نئے اور ہمیشہ کے لیے اس میں سو جانے والے مٹی کے گھر کو دیکھنے جاؤں بہت سارے گلاب کے پھولوں کے گجرے لے کر جاؤں لیکن گلشن مجھے روک دیتی کہ انجم بھائی مجھ میں ہمت نہیں ہے آپ کا سامنا کرنے کی مجھے خود ایسا لگتا تھا کہ اگر میں حنا کو ملنے گیا تو شاید اس کی مٹی کے ڈھیر ساتھ میں وہاں کھڑا کھڑا مٹی اور خاک ہو جاؤں گا اتنی ہمت کہاں سے لاتا وقت سب سے بڑا مرہم ہے مرنے والوں کے ساتھ اگر انسان مر سکتا ہوتا تو آج کسی کو کسی سے بچھڑنے کا کوئی غم نہ ہوتا۔

دن گزرتے چلے خدا کی مصلحت اور تقدیر کا لکھا قبول کر لیا میں نے اور گلشن نے بھی لیکن زندگی بے معنی ہو گئی گلشن نے بھی قسم کھالی کہ اگر حنا مجھے پانے ہاتھوں سے گلاب کے گجرے بنا کر پہناتی تو میں بھی شادی کرتی اب میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی اب ڈیڑھ سال گزر چکا ہے عمر جا رہی ہے گلشن مجبور کرنے لگی ہے کہ بھائی اپ اپنے بارے میں کچھ سوچیں عمر جا رہی ہے لیکن میں کہتا ہوں گلشن یہ حنا کی روح کے ساتھ ناانصافی ہے میں بھی کبھی شادی نہیں کروں گا میں

اپنے عشق اور حنا کی یادوں کے سہارے زندگی کے باقی دن گزار دوں گا۔

میں نے حنا کی تصویریں بڑی کروا کے اپنے کمرے میں لگا رکھی ہیں میں شام کو جب گھر جاتا ہوں مجھے یوں لگتا ہے جیسے حنا مسکرا کر میرا استقبال کرتی ہے اٹھتے بیٹھتے میرے ساتھ ہوتی ہے میں ہمیشہ حنا کی تصویروں کے پاس تازہ گلاب کے گجرے سجا کر رکھتا ہوں وہ میری سانسوں کو اور حنا کی روح کو خوشبو سے معطر کرتے ہیں۔

قارئین کرام گلشن اور اس کے گھر والے اپنی کسی ذاتی مجبوری کی وجہ سے سیالکوٹ کے اس گاؤں سے لالہ موسیٰ کے ایک گاؤں میں شفٹ ہو چکے ہیں اب گلشن بھی بہت کم حنا سے ملنے جاتی ہے اور آخر کار میں نے اپنی ہمت بڑھا کر اس سٹوری کو شروع کرنے سے ایک ماہ پہلے حنا سے ملنے جانے کا فیصلہ کر لیا بہت مشکل تھا میرے لیے یہ سب کرنا لیکن دل نہ رہ سکا اور میں نے یکم جنوری دو ہزار سولہ کا سورج نکلتے ہی سیالکوٹ کے لیے رخت سفر باندھ لیا مجھے ایسے لگا کہ جیسے میں واپس نہیں اسکون گا لیکن زندگی اور موت قانون قدرت ہے اور اسی کے بس میں ہے دن کے بارہ بجے سب سے پہلے ہی میں سیالکوٹ پہنچ چکا تھا مجھے گلشن نے گاؤں اور قبرستان کا سب ایڈریس سمجھا دیا تھا اور حنا کے گھر کی سمت اور نشانیاں بھی بتا دی تھیں میں نے اس گاؤں میں پہنچ کر نماز ظہر ادا کی اور چپ چاپ قبرستان کی طرف بڑھنے لگا میں نے سیالکوٹ اڈے سے تازہ گلاب کے گجرے بنوا لیے تھے آنکھیں مسلسل اچکار تھیں دس منٹ کی مسافت کے بعد میں اسی گاؤں کے شہر خاموشاں میں کھڑا تھا بہت سے لوگ اپنے پیاروں کو ملنے آ جا رہے تھے کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں کون ہوں کدھر سے آیا ہوں کس کی قبر پر آیا ہوں حنا حنا حنا۔۔میں نے دل میں پکارا۔اشکوں کی برسات تیز ہو گئی۔

آنے والے میری لحد پر
گلابوں کی عنایت کرنا
اب میں راکھ ہوں حنا نہیں
انجم پھر بھی میری حفاظت کرنا
میری گلشن میرے انجم تم سنو
راکھ ہونے تک مجھ سے محبت کرنا

حنا کے پاس پہنچا گلشن نے اپنے ہاتھ سے اس کی لحد پر اس کا نام لکھا ہوا تھا مجھے تلاش کرنے میں زیادہ مشکل نہ ہوئی دعا کے لیے ہاتھ اٹھے آسمان کی طرف دیکھا آنسو ضبط کیے آنکھیں بند تھیں بہت کچھ پڑھا معصوم حنا کی روح کو ایصال ثواب کر دیا آنکھیں کھولیں گجرے اس طرح حنا کی نظر کیے گلاب خوشبو سے معطر تھے حنا اور گلاب مل گئے نہ ملی تو انجم کو حنا نہ ملی گلشن کو حنا نہ ملی لیکن وہ ہماری یادوں میں پیوست ہو گئی ضبط کے بندھن ٹوٹتے لیکن شہر خاموشاں میں رویا نہیں کرتے پھر بھی اتنے ضبط کے باوجود کوئی نہ کوئی موتی لحد پر بکھر جاتا واپس جانے کو دل نہ کیا۔

مسلسل دو گھنٹے وہاں موجود رہا حنا کے گھر کی بہت ساری یادیں موبائل کے کمرے سے اپنی آنکھ میں محفوظ کر لیں بجھے دل کے ساتھ اٹھا ایک آخری نگاہ مٹی کی راکھ پر ڈالی اور نہ چاہتے ہوئے بھی قدم واپسی کے لیے اٹھ گئے اسے لگا جیسے حنا کہہ رہی ہو انجم پھر کب آؤ گے میری آنکھیں دھندلا گئیں گلاب کی مہک کم ہونے لگی۔

شہر خاموشاں کی حدود سے نکل آیا اور شام ہو رہی تھی پھر بھی راستے میں بیٹھ کر جی بھر کے نیر بہائے گلشن کو کال کی تو وہ بھی گریہ زار ہو گئی۔

بھائی معاف کر دینا میں آپ کی مہمان نوازی نہیں کر سکی اگر آپ ہمارے پاس ادھر لالہ موسیٰ آنا چاہیں تو رات ادھر آ جائیں صبح گھر چلے جانا لیکن میں نے چاہتے ہوئے بھی گلشن سے معذرت کر لی۔

بار بار واپس دیکھتا سفر بڑھتا رہا ار حنا کا شہر خاموشاں میری نظروں سے اوجھل ہو گیا میرا سفر کیسے گزرا واپسی پر یہ میں جانتا ہوں یا میرا خدا رات لاہور میں اپنے ایک دوست کے پاس ٹھہرا صبح گھر لوٹ آیا کیا تھی اس رشتے کی حقیقت خاک آنسو یادیں سنا تھا جو لوگ جیتے جی بچھڑ جائیں وہ کبھی نہ کبھی ضرور مل جاتے ہیں لیکن موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس کو دیکھ کر بھی یقین نہیں ہوتا کہ کوئی ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا ہے آج میں جس مقام پر کھڑا ہوں خود کو میں حنا کا قاتل کہتا ہوں لیکن حقیقت شاید اس کے برعکس ہے گلشن کے دل میں حنا کے گھر والوں کے لیے نفرت اور انتقام کا جو لاوا پک رہا ہے شاید وہ حقیقت ہے بنت حوا پر ظلم کی کروڑوں داستانیں رقم کی جاتی ہیں عورت مظلومیت کا نام ہے بیٹی رحمت ہے لیکن اپنی بیٹی کسی کی بیٹی زحمت کیوں ہے میرا قلم گلشن کے آنسو حنا کی روح ہم سب سے سوال کر رہی ہے کہ آخر کسی کی بیٹی زحمت کیوں جو ظلم کی ایسی داستانوں کی وجہ بنتے ہیں اگر آج ان کو موت آ جائے تو کل کیا انکی بیٹیوں کے ساتھ یہ سب کچھ نہیں ہوگا لیکن کون سوچے گا۔

درد دل والو آپ لوگ میرے عشق میری محبت کو بھی چھوڑیں گلشن کی دوست اس کی بہن کے روپ میں بھی حنا کو مت دیکھیں ان دونوں پہلوؤں پر غور کریں شاید اتنا ضروری نہیں جتنا کسی کی یتیم بچی پر اتنے تشدد اور نا قابل فراموش ظلم پر سوچنا ضروری ہے میرا دکھ اپنی جگہ گلشن کا غم ایک طرف لیکن عورت کی اتنی تذلیل اور وہ بھی مسلمانوں کے اس معاشرے کے اندر وہ بھی اس نبی پاک ﷺ کی امت کے اندر جس نبی ﷺ نے عورت کو آبگینہ فرمایا میرا دل میرا خون کے آنسو رو رہا ہے اس لیے نہیں کہ حنا میری شریک حیات نہ بن سکی اس لیے نہیں کہ حنا گلشن سے بچھڑ گئی صرف اس لیے کہ ایک مسلمان کی بیٹی کے ساتھ اتنا وحشیانہ سلوک کہ پوری انسانیت کانپ اٹھے سوچئے گا ضرور کہ ہم ہیں کون اور کر کیا رہے ہیں اور مجھے بتایئے گا ضرور آپ کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

تمام قارئین کرام سے دست بدستہ گزارش ہے کہ میری معصوم حنا کی مغفرت کے لیے ایک بار دعا گو ضرور ہوں اور خدا مجھے اتنی توفیق دے کہ میں ہمیشہ حنا اور گلاب کو ایک ساتھ دیکھنے بار بار جاتا ہوں آمین۔

محمد خاں انجم۔ دیپالپور۔ اوکاڑہ۔

تیری یاد دل سے بھلا تو رہا ہوں
ابھرتا ہے لیکن بھلاتے بھلاتے
میں زخمی جگر تجھے کیسے دکھاؤں
دکھانے کے قابل ہو تو دکھاؤں
مجھے یہ بھی ڈر ہے میرا زخم نازک
کہیں بڑھ نہ جائے دکھاتے دکھاتے
لٹیروں کی دنیا سے تجھ کو بچایا اب
سمجھ آ جائے خود لٹ گیا ہوں اے لٹیرے تجھے بچاتے بچاتے

☆ ———— عدنان خان۔ ڈی آئی خان

چار بہنیں

تحریر: نگینہ یاسمین۔ ضلع خوشاب۔

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے چار بہنیں تک رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کی کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے

میرا نام نگینہ ہے میری عمر چودہ سال ہے اور میں ابھی تک پڑھتی ہوں تعلیم ابھی تک مکمل نہیں کی ہم خوشاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتے ہیں گھر میں سب بہن بھائی پیار محبت سے رہتے ہیں کبھی لڑتے ہیں تو کبھی کھیلتے ہیں ہمارے قریب ہی ہمارے چاچو کا گھر ہے جن کی دو بیٹیاں ہیں دل آویز اور مہوش ہمارے ساتھ ساتھ ہوتی تھیں اکتیس مارچ کو ہم پر ایسا زلزلہ آیا کہ ہم ٹوٹ گئے میرے چاچو جو جیل میں تھے انہیں پھانسی ہو گئی۔ اس صدمے سے ہم بہت دکھی تھے سارا سارا دن ایک ہی کمرے میں بیٹھ کر روتے تھے ہمارے گھر والے ہم سے بہت پیار کرتے ہیں میرے ابو ریٹائر فوجی ہیں اور امی نے محلے کے سارے بچوں کو قرآن پاک پڑھوایا ہے ہمارے گھر والوں سے ہماری یہ حالت برداشت نہیں ہوتی تھی وہ نہیں سمجھاتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ انکی مغفرت کے لیے دعا کرو ان کی روح خوش ہوگی ہم عبادت بھی کرتے تھے مگر ہماری حالت بہت ہی خراب ہو گئی تھی ہم نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے بس چاچو کی تصویر اٹھا کر سار دن روتے رہتے تھے پھر ہمارے دوسرے چاچو نے فیصلہ کیا کہ ان کے لیے کچھ کیا جائے ورنہ یہ سب پاگل ہو جائیں گے مہوش کا سکول میں داخلہ ہو گیا اس کا دھیان پڑھائی کی طرف ہو گیا میں نے امتحان پاس کرنے کے بعد داخلہ نہیں لیا تھا ابھی ک ! ایکدن دوپہر کا وقت تھا میں اور دل آویز درخت کیسائے کے نیچے بیٹھے تھے اتنے میں ہمارے چاچو آئے ان کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا وہ رسالہ دیکھ کر ہم خوش ہو گئے کیونکہ ہمیں کہانیاں پڑھنے کا بہت ہی شوق تھا پھر ہمارے چاچو نے کہا ایک شرط پر میں آپ کو یہ رسالہ دوں گا۔

ہم نے کہا کون سی شرط۔

انہوں نے کہا۔ آپ کو وعدہ کرنا ہوگا کہ آپ زیادہ نہیں روئیں گی۔ ہم نے کہا۔ ٹھیک ہے پھر انہوں نے وہ رسالہ ہمارے حوالے کر دیا ہم سارا دن کہانیوں میں پڑھنے میں مصروف رہتی ہمیں جو کہانی اچھی لگتی تھی ہم پڑھتے تھے پھر اچانک ایک رات ہم نے اس رسالے میں سے ایک کہانی کا عنوان پڑھا وہ کہانی ہمیں بہت ہی دکھی لگی جب ہم نے اس کے آخر میں دیکھا تو نمبر بھی لکھا تھا ہم نے اس رات یہ طے کر لیا کہ اس کہانی کو ہم مکمل پڑھیں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے صبح ہوتے ہی ہم پہلے کی طرح کمرے میں بیٹھ کر رسالہ اٹھا کر کہانی پڑھنے لگے وہ کہانی بہت ہی لمبی تھی ہم نے بارہ بجے تک کہانی مکمل پڑھ لی تھی ہمارے چاچو وہ رسالہ سات اپریل کو لائے تھے اور ہم نے وہ کہانی گیارہ اپریل کو پڑھی تھی۔

قارئین کرام آپ یقین کریں کہ وہ کہانی پڑھنے کے بعد ہمارے دل کی کیا کیفیت ہوئی یہ ہمارا خدا ہی جانتا ہے اس دن ہم بہت ہی روئے تھے پھر ہم نے اس نمبر پر بات کی لیکن جس شخص کی یہ کہانی تھی یہ وہ نہیں تھا پھر اس سے ہم نے اس شخص کا نمبر مانگا جس کی کہانی تھی۔ اس نے کہا جی ضرور دوں گا۔ ہم اسی انتظار میں تھے کہ کب ہمیں نمبر ملتا ہے پھر اس نے کال ڈراپ کر دی ہم نے کسی کو بھی اس متعلق نہیں بتایا تھا صرف میں اور دل آویز جانتی تھی اس کہانی کا ہم نے موبائل بھی کسی بہانے سے مانگا تھا یہ کہہ کر ہم نے کسی دوست سے بات کرنی ہے ہم یہی سوچ رہے تھے کہ کب ہماری بات ہوگی۔

اتنے میں ایک انجان نمبر سے کال ائی ہم سمجھ گئے کہ وہی ہوں گے دل آویز نے کال اٹینڈ کی سب سے پہلے انہوں نے سلام دیا آواز اونچی تھی اس لیے ہم دونوں نے آواز سنی ہم نے انہیں چاچو کے متعلق بھی بتا دیا انہیں یہ سن کر بہت دکھ ہوا ان کی آواز میں ہم نے بہت درد محسوس کیا تھا ان کی آواز سننے کے بعد ہم نے یہ سوچا کہ جس شخص کی آواز میں اتنا درد ہے انکی زندگی میں کتنا درد ہوگا یہ آپ بھی سوچ لیں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو آج سے سچے دل سے بہن تسلیم کرتا ہوں۔ اور آپ سے باتیں بھی کرتا رہوں گا۔ یہ بات ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا اس دن ہم خوش بھی تھے مگر روئے بھی بہت تھے خوش اس لیے تھے کہ ہمیں اتنے پیارے بھائی ملے ہیں اور روئے ان کی کہانی پڑھ کر تھے پھر ہم ہر عبادت میں انکے لیے سپیشل دعا کرتے تھے۔

قارئین کرام ہمیں کیا پتہ تھا کہ ایک اور پہاڑ ہم پر ٹوٹنے والا ہے جب یہ بات دوسروں کو پتہ چلی تو انہوں نے ہمیں بہت برا بھلا کہا کہ آپ لوگوں نے رابطہ کیوں کیا اگر کہانی پڑھ لی تھی تو ایک بار ہمدردی کر دیتے روز بات کرنے کی کیا ضرورت تھی وغیرہ مگر ہم کسی کی بھی نہیں سن رہے تھے ہم سارا سارا دن دعا میں گزار دیتے تھے اگر انہوں نے ہمیں سچے دل سے بہن مانا ہے تو ہم نے بھی انہیں سچے دل سے بھائی بنایا ہے ہم کیونکر ان سے رابطہ نہ کریں پھر انہوں نے ایک دن کہا کہ میرا آج کورٹ میں فیصلہ ہے دعا کرنا اس دن بھی ہم سارا دن ان کے لیے دعا کرتے رہے۔ پھر اچانک بھائی ایسے غائب ہو گئے کہ نہ ان کی کال آئی نہ میسج ہم بہت زیادہ پریشان تھے رو رو کر دعا کرتے تھے سب ہمیں کہتے کہ وہ جھوٹا تھا اس نے تم لوگوں کو دھوکہ دیا ہے مگر ہم کسی کی نہ سنتے

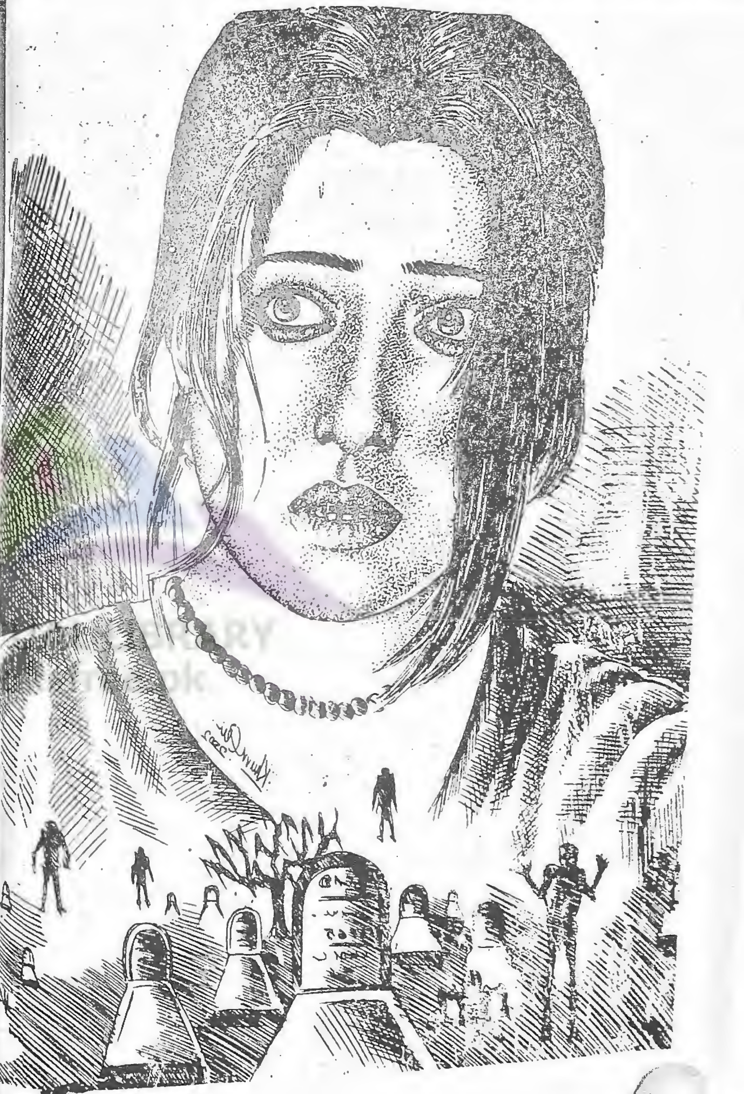

تھے ہمارے بھائی ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے اللہ خیر کرے وہ سلامت ہوں وہ خود اتنے دکھی ہیں ہمیں دھوکہ کیوں دیں گے یہ بکواس ہے ہمارے بھائی تو بہت ہی نیک ہیں جب تک ہماری سانس باقی ہے ہم ان کے لیے دعا کرتے رہیں گے گیارہ دن ہوگئے تھے مگر بھائی کی کوئی کال میسج نہیں آیا تھا بارہ دن تھا دوپہر کا وقت تھا اس وقت بھائی کی کال آئی اس دن ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی ہم جب بھی بھائی سے بات کرتے تھے دل کو خوشی ملتی تھی ہم نے بھائی سے کہا اتنے دن کہاں تھے۔انہوں نے کہا۔ میں جیل میں تھا ابھی رہا ہوکر آیا ہوں۔ہم نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے ہمارے بھائی کو سنبھال رکھا اور ان کی حفاظت کی قارئین کرام میں نے اپنے اس دکھی سچے اچھے اور پیارے بھائی کا نام تو آپ کو بتایا ہی نہیں تو ان کا نام ساحل اقبال ہے جو دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں ہمارے اللہ تعالیٰ ایسے بھائی دنیا کی ہر بہن کو دے۔

قارئین کہانی کی طرف آتے ہیں ہمارے بھائی روزانہ کال کرتے تھے میں نے دل آویز کے موبائل سے ایک بار بھائی سے بات کی تھی ایک دن میں اور میری بہن نادیہ رات کے وقت بیٹھے بھائی کے متعلق ہی باتیں کررہے تھے کہ نادیہ نے کہا۔کاش ہمارے پاس بھائی کا نمبر ہوتا میں نے جلدی سے کہا۔ارے تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے مجھے بھائی کا نمبر یاد ہے۔تم اپنا موبائل دو میں لکھ کر دیتی ہوں پھر میں نے اسے لکھ کر دے دیا۔اس نے بھائی کو میسج کیا کہ بھائی کیا حال ہے۔بھائی نے پوچھا جی کون۔نادیہ نے کہا میں دل آویز کی کزن ہوں میں نے بھی آپ کی کہانی پڑھی ہے بہت زیادہ دکھ ہوا ہے پھر نادیہ اکثر بھائی کو میسج کیا کرتی تھی اور بھائی جواب بھی دیتے تھے ایک دن رات کو بھائی نے نادیہ کو کال کی تو اس نے بزی کردی کیونکہ امی پاس بیٹھی تھیں اور وہ امی سے بہت ڈرتی تھی حالانکہ اسے کوئی کچھ بھی نہیں کہتا تھا وہ اکثر بیمار رہتی تھی اس کا ضمیر میرے خیال دنیا کی تمام لڑکیوں سے الگ ہے ہم نے ابھی تک امی کو کہانی کے متعلق نہیں بتایا تھا صبح پھر بھائی کی کال آئی اس وقت امی گھر میں نہیں تھی وہ بازار میں تھی نادیہ نے بھائی کی کال جلدی سے پک کرلی اس نے آج تک کسی سے بات نہیں کی ہے جب اس نے پہلی بار بھائی سے بات کی تو اسے ایسے لگا کہ یہ میرا سگا بھائی ہے ہم نے بھائی کو اپنے ماحول کے بارے میں سب کچھ بتایا۔

بھائی نے کہا کہ میں بہت ہی خوش ہوں کہ مجھے اتنی پیاری بہنیں ملی ہیں ہم پر چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بھائی شئیر کرتے تھے پھر میرا بھی داخلہ ہوگیا میں اور مہوش سکول چلی جاتی تھی نادیہ اور دل آویز گھر میں ہوتی تھیں پھر ہم نے اپنے بھائی کے لیے ٹیلی نار نمبر استعمال کرنا شروع کردیا۔کیونکہ ان کا نمبر ٹیلی نار کا تھا ہم روزانہ گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے بھائی سے ہمیں گرمیوں کی چھٹیاں ہوگئی تھیں اور سارا دن گھر میں ہوتے تھے اور بھائی سے باتیں کرتے تھے ہم نے ایک بار بھائی کا دل دکھایا تھا جس کا پچھتاوا ہمیں آج بھی ہے میں مہوش اور دل آویز چاچو کی قبر پر گئے ہوئے تھے گاؤں والوں نے ایسی ایسی باتیں کہیں تھی کہ ہمیں مجبورا بھائی سے کہنا پڑا تھا کہ آپ ہمیں کال میسج نہ کریں۔اس بات کا بھائی کو بہت

دکھ ہوا تھا۔جب ہم چاچو کی قبر سے واپس آئے تو نادیہ نے ہمیں بتایا۔بھائی اب کبھی کال میسج نہیں کریں گے۔ہمیں بہت ہی دکھ ہوا تھا کہ ہم نے آج پہلی بار اپنے اتنے پیارے بھائی کا دل دکھایا ہے وہ شب برات کی رات تھی عبادت کی رات تھی اس دن ہم روئے بھی بہت تھے رات کو بھائی نے شب برات کے بارے میں ایک پوئٹری سینڈ کی تھی صبح نادیہ نے بڑے بھائی سے کہا۔بھائی بیلنس تو کروانا۔اس نے کہا ٹھیک ہے۔گلبہار بچپن سے ہی نادیہ سے بہت پیار کرتا ہے وہ کسی بہن بھائی کو بھی روتا نہیں دیکھ سکتا اور چھوٹے بھائی کا نام نذیر ہے وہ تو بہت ہی سخت ہیں اس میں بہت غصہ ہے گلبہار کی شادی ہوچکی ہے اور ایک بیٹا بھی ہے وہ بچپن میں اکثر نادیہ کو اٹھایا کرتا تھا دادو امی کہتی تھی کہ تم اسے زیادہ اٹھاتے ہو تو جب یہ بڑی ہوجائے گی تب بھی تمہیں چپکی رہے گی وہ کہتا تھا کہ کوئی بات نہیں یہ میری بہن جو ہے اس دن جب نادیہ نے بیلنس کا کہا تھا اس نے کروادیا پھر نادیہ نے بھائی ساحل کو کال کی اور کہا۔سوری بھائی ہم نے آپ کا دل دکھایا ہے ہمیں معاف کردیں وہ گاؤں کی وجہ سے ایسا کہنا پڑا تھا بھائی نے کہا کوئی بات نہیں ہے بھائی بہت اچھے ہیں انہوں نے کہا۔اپنوں کو سوری نہیں کہا کرتے معافی تو غیروں سے مانگی جاتی ہے اور میں تو آپ کا بھائی ہوں۔پھر بھائی روزان کال کرتے تھے بھائی نے امی سے بھی بات کی تھی امی نے بھی سچے دل سے بیٹا تسلیم کرلیا تھا ہمارے چھوٹے بھائی جو مجھ سے بڑے ہیں نذیر انہوں نے بھی بھائی ساحل سے بات کی تھی سارے آہستہ آہستہ یقین کرتے جارہے تھے اس دن ہم بہت ہی خوش تھے اتنے خوش کہ ہم چاروں نادیہ دل آویز مہوش اور میں نے نوافل بھی ادا کئے تھے مہوش اور میری بچپن سے دوستی تھی مل کر سکول جانا مل کر کھیلنا ہر کام میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے نادیہ اور دل آویز کی بہت گہری دستی تھی یہ دونوں گھر میں ہی رہتی تھیں ایک دوسرے کو اپنی باتیں بتایا کرتی تھی ہم تو سکول چلے جاتے تھے پھر بھائی نے کہا۔میں آپ کے چاچو کی کہانی لکھوں گا ہم بہت خوش ہوئے بھائی نے ہم سے چاچو کی باتیں پوچھیں ہم نے وہ سب کچھ بتایا جو چاچو کے ساتھ ہوا تھا پھر ہمارے بھائی نے بہت جلدی کہانی لکھ کر شائع کروادی۔ سارے گاؤں والوں نے وہ کہانی سنی تو وہ سب بہت ہی روئے اور کہا ہم نے اس آدمی سے ملنا ہے جس نے یہ کہانی لکھی ہے ہم نے بھائی کو بھی بتایا انہوں نے کہا۔جب میری جوب نوکری بحال ہوجائے گی تو میں ضرور آؤں گا۔ بھائی ہر بار کہتے کہ میری جوب کی بحالی کے لیے دعا کیا کریں ہم بہت دعائیں کرتے تھے درباروں میں بھی جاتے تھے نادیہ کا اور بھائی کا روز جھگڑا ہوتا تھا کسی نہ کسی بات پر ناراض ہوجاتے تھے پھر نادیہ کہتی سوری بھائی۔بھائی نے بار بار سوری کہنے سے منع کیا تھا بھائی کہتے تھے جب میں نے منع کیا ہے تو پھر سوری کیوں کہا وہ کہتی اس لیے کہ غصہ والا ہی سہی آپ کا میسج آئے تو بھائی کو ہنسی آجاتی ہے ہمارے بھائی بہت ہی کم ہنستے تھے۔

رمضان المبارک کے مہینے میں بھائی کو روزہ ہوتا تھا پھر بھی ہم سے بات ضرور کرتے تھے ایک دن دل آویز لوگوں نے افطاری کروائی چاچو کے نام کی دل آویز نے سب کو پہلے کہا۔افطاری کے

لیے نادیہ کو سب سے آخر میں کہا تو وہ برا مان گئی کہ میری دوست نے مجھے سب سے آخر میں یہ کہا ہے اب میں نہیں جاؤں گی بھائی نے کہا تم جاؤ وہاں افطاری کے لیے مگر اس نے بھی نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی پھر بھائی نے کال بھی کی تھی افطاری کی چیزیں ہم اس کے لیے گھر میں ہی لے آئے تھے تب جا کر اس نے افطاری کی تھی بھائی کو میں نے بہت سی نصیحتیں کی تھیں اور ملی نغمے بھی سنائے تھے یہ دو نغمے بھائی کو میں نے زیادہ سنایا کرتی تھی یہ انہیں بہت پسند تھے

یہ وطن تمہارا ہے تم ہو پاسبان اس کے۔

عید الفطر کے دن ہم بہت رو رہے تھے وہ ہمارے چاچو کی پہلی عید تھی عید پر ہم چاچو سے بات کرتے تھے مگر آج وہ نہیں تھے بھائی نے کال کی اور کہا کہ تم لوگ ان کی مغفرت کے لیے دعا کرو رونا نہیں وہ عید ہماری رونے میں گزری تھی عید کے دوسرے دن بھائی نے پھر کال کی تھی پھر دن گزرتے چلے گئے آہستہ آہستہ ہمارا بھائی سے رشتہ بہت مضبوط ہو گیا تھا ہم سے جو کوئی بھی پوچھتا کہ آپ کے کتنے بھائی ہیں تو ہم کہتے کہ ہمارے تین بھائی ہیں یہاں تک کہ میں نے سکول میں ساری دوستوں کو بتایا ہوا تھا کہ میرے تین بھائی ہیں۔

بھائی میرا میری شان ہے
ان میں بسی میری جان ہے
میرا تو بس یہی ارمان ہے
چھوٹے نہ دامن کبھی
ہاتھوں میں ہاتھ ہو
بس یہ دعا ہے میری
بھائی میرے ساتھ ہو۔

بھائی جب بھی کال کرتے تھے کہتے تھے میں بہت جلد آؤں گا بھائی بہت مصروف ہو گئے تھے کال بھی کم کرتے تھے پھر اچانک ہماری دادو بہت ہی بیمار ہو گئی اور ہمیں چھوڑ کر چلی گئی اس دن ہم بہت رو رہے تھے بھائی نے کال کی ہمیں کہتے نہ رو بس ان کے لیے دعا کرو ہمیں اس دن دوسرا زخم پھر سے لگ گیا تھا۔ اس دن بھائی سارا دن بہت فکرمند رہے تھے ہمارے لیے قارئین کرام مجھے اپنی دادو کے وہ الفاظ یاد ہیں جو انہوں نے مجھ سے کہے تھے جب وہ بیمار تھی میں کھیل رہی تھی اور دادو نے مجھے اپنے پاس بلایا جب میں گئی تو انہوں نے کہا۔ مجھے ملنا نہیں تھا تم نے جب بھی میں ان کے لیے الفاظ یاد کروں مجھے بہت رونا آتا ہے عید الفطر تو ہماری رونے دھونے میں گزر رہی تھی اب عید الاضحیٰ بھی آ رہی تھی یہ ہماری دادو کو پہلی عید تھی یہ بھی رونے میں ہی گزر گئی ان دو عیدیں سے پہلے ہماری کوئی عید ایسی نہیں گزری تھی جو ہم نے دھوم دھام سے نہ منائی ہو اس عید کے دن میں اپنی باجی کے گھر تھی شام کو وہیں بھائی کی کال آئی تھی میں نے بات کی تھی ہمارے بھائی ہم سے مذاق بھی بہت کرتے تھے عید کے دن ہم سے کہتے کم کھانا دینا میں ایسی کم ہی بہنیں ہوں گی جن کے بھائی ہمارے بھائی جیسے ہونگے اور کم ہی مائیں ایسی اولاد کو جنم دیتی ہوں گی بھائی نے ہمیں اپنی بہن سے بھائی سے بات کروائی تھی ان کا نمبر بھی ہمیں دیا تھا ہم ان سے بھی باتیں کرتے تھے ہم جب بھی بھائی کو کال کرتے تو وہ کہتے تھے کہ اپنا بیلنس ضائع مت کرو میں خود کال کروں گا۔ ہر بار ہمیں کہتے کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ ہم کہتے ہمیں کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے آہستہ آہستہ ہمارا رشتہ بہت مضبوط ہو گیا تھا۔

ایکدن ہماری خالہ کا بیٹا فوت ہو گیا امی وہاں چلی گئی میں اور مہوش سکول میں تھیں تو بھائی کی کال آئی نادیہ نے بات کی اور بھائی کو بتایا کہ ہمارا کزن فوت ہو گیا ہے بھائی نے کہا ان کی مغفرت کے لیے دعا کرو بھائی کا ایک کتا بھی تھا جو بھائی کو بہت عزیز تھا اسکا نام راجو تھا ہم ہر بار بھائی سے اس کا حال پوچھتے تھے انہیں چاول بہت پسند ہیں وہ ہمیں کہتے کہ جب میں آؤں گا تو مجھے چاول پکا کر دینا کیونکہ ہمارے گاؤں میں چاول بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ایکدن ہمیں بھائی نے کہا کہ میرا نوکری کا ایک انٹرویو ہے دعا کرنا کہ نوکری مل جائے ہم نے بہت دعا کی تھی آخر ہماری دعا خدا نے سن لی اور ہمارے بھائی کو نوکری مل گئی ہم اس دن بہت خوش ہوئے ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی پھر بھائی مصروف ہو گئے۔ لیکن ہم سے بات ضرور کرتے تھے ہماری زیادہ تو میسج پر گپ شپ ہوتی تھی بھائی کو کسی سلسلہ میں وانا جانا پڑا وہاں انکی منگیتر بھی ہوتی ہے ہم اکثر انکا بھی حال بھائی سے پوچھتے ہیں پھر ہمارے بھائی وانہ چلے گئے۔ یہ سال ہمارے لیے موت کا سندیسہ لایا تھا ابھی تک دادو کو فوت ہوئے کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ ہمارے ابو کی پھوپھو فوت ہوئی انکی موت پر بھی سب روئے تھے اس سال نے جہاں ہم سے ہمارے اپنے چھین کر رکھ دیا تھا وہاں ہمیں بھائی ساحل کی صورت میں خوشی دی تھی اس سال کو آپ ہمارے لیے دکھ کا سال بھی کہہ سکتے ہیں اور خوشی کا سال بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سال نے ہمیں دونوں چیزیں دی ہیں جہاں اپنوں کے بچھڑنے کا دکھ وہاں اپنے بھائی کے ملنے کی خوشی وانہ میں سگنلز نہیں ہوتے پھر بھی ہمارے بھائی نے ہمیں کال کی تھی بھائی نے کہا تھا کہ میں کچھ دنوں تک آ جاؤں گا پھر آپ کے گھر آؤں گا۔ پھر بھائی دس دن کے بعد واپس آئے ان کی چھٹی بہت کم تھی ایک ہفتے کی چھٹی تھی ایک ہفتے کی چھٹی کے بعد وہ وانہ جا رہے تھے وہ جب بنوں میں پہنچے تو انہوں نے ہمیں کہا۔ میری چھٹی بڑھ گئی ہے۔ اور میں آ رہا ہوں ہم بہت خوش تھے بھائی نے کہا کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔ ہم نے کہا ہمیں کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے بس آ جاؤ اس دن ہم نے سارا دن انتظار کیا تھا کہ ہمارے بھائی آ رہے ہیں ہمارے بھائی سات دسمبر کو آئے تھے شام چھ بجے تک بھائی گھر پہنچ گئے تھے راستے میں بھائی نے کہا تھا کہ مجھے پہلی بار فیل ہو رہا ہے کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں ہاں یہ ان کا اپنا ہی گھر ہے کیونکہ ہم نے دل کی گہرائیوں سے انہیں بھائی مانا ہے ہمارے چھوٹے بھائی نذیر بھائی کو لینے گئے تھے اور چاچو بھی ساتھ گئے تھے۔ آج ہم نے بھائی کی پسندیدہ چاول بنائے تھے ہم سب بہت ہی خوش تھے بھائی بھی بہت خوش تھے مگر کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں ہم پر اعتراض تھا ہمارے بھائی کے آنے پر باجی بشریٰ جس کی شادی ہوئی تھی ان کی بھی پوری فیملی آئی ہوئی تھی ان کے شوہر کا بہت لگاؤ ہو گیا تھا بھائی سے جب بھائی رات کو آئے تو ہم نے ان کے ہاتھ کو چوما تھا کیونکہ ہمارے بھائی جب بھی کہیں سے آتے ہیں ہم ان کا ہاتھ ہی چومتی ہیں اب وہ بھی ہمارے سگے بھائیوں میں شامل ہیں بھائی نے کہا تھا کہ میں خود اپنی بہنوں کو پہچانوں

گا۔اورانہوں نے ہمیں پہچان بھی لیا تھا ہمارے انکل چاچی کو اعتراض تھا کہ یہ کیوں آیا ہے پتہ نہیں کون ہے مگر ہم تو جانتے تھے کہ ہمارا بھائی ہے یہ لوگ کیا سمجھیں کہ ایک بہن اور بھائی کا رشتہ کیا ہوتا ہے یہاں اور بھی لوگ تھے جو ناخوش تھے باجی بشریٰ چاچو اور ہماری فیملی کے علاوہ کوئی بھی خوش نہیں تھا۔بھائی نے رات کو ہمیں اپنی فیملی کی تصویریں دکھائی تھیں بھائی دو دن کے لیے ائے تھے جب صبح ہوئی تو ہمارے اس پاس کے لوگوں نے پتہ نہیں کیا کیا باتیں کرنا شروع کر دیں امی نے کہا اگر ان لوگوں نے ساحل کے ساتھ کچھ ایسا ویسا کر دیا تو ہم جیتے جی مر جائیں گے میرے لیے وہ گلبہار اور نذیر کی طرح ہے وہ میرا بیٹا ہے ہم اس کے بارے میں کچھ بھی برداشت نہیں کر سکتے ہیں ای نے جا کر بھائی سے کہا بیٹا تم چلے جاؤ یہ کہنے کے بعد ماں بہت روئی تھی۔اس دن ہم بھی بہت روئے تھے ہماری پوری فیملی روئی تھی وہ دن ہم جب بھی یاد کرتے ہیں تو ہمیں رونا آجاتا ہے جس دن بھائی آئے تھے اس رات ہم نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا رات کو سوئے بھی نہیں تھے بھائی بھی رات کو دیر تک جاگتے رہے تھے ہم نے بھائی سے کہا آپ سو جائیں تو انہوں نے کہا آپ کی آنکھوں میں پیار دیکھ کر میری نیند تو ختم ہوگئی ہے پھر ہم نے کافی دیر تک میسج کئے تھے بھائی کو رات گزر گئی اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلا پھر بھائی نے مجھے کہا تم سکول مت جاؤ میں بھی نہیں جانا چاہتی تھی۔بھائی نے کہا ہم سب مل کر انکل ریاض کی قبر پر جائیں گے امی نے کہا اگر لوگوں نے ساحل کے ساتھ کچھ کر دیا تو ہم اپنے آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کر پائیں گے تو مجھے مجبوراً سکول جانا پڑا اس دن میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا اور سکول کی تیاری کرتے وقت بہت ہی روئی تھی وہ دن میرا رونے میں گزرا تھا صرف میرا ہی نہیں بلکہ سب کا یہ دن رونے میں گزرا تھا کیونکہ ناشتے کے بعد امی نے بھائی سے کہا تھا۔ بیٹا آج آپ گھر چلے جائیں ایسا نہیں ہے کہ آپ میرے بیٹے نہیں ہیں آپ میرے بیٹے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔امی نے یہ سب اپنی عزت بچانے کے لیے نہیں بلکہ ہمارے بھائی کی جان بچانے کے لیے کیا تھا۔ابو بھی گھر نہیں تھے نوکری پر تھے بھائی نے کہا ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں یہ میری بہنیں ہیں انکا خیال رکھنا بھائی نے نادیہ کو میسج کیا کہ میں جا رہا ہوں تو نادیہ رونے لگ گئی بھائی کے ساتھ نادیہ نے تصویریں بھی بنوائی پھر بھائی چلے گئے جب میں سکول سے آئی تو مجھے آپی نادیہ نے بتایا کہ بھائی چلے گئے ہیں تو میں بہت ہی روئی تھی میں نے آتے ہی بھائی کو کال کی تھی مجھے امی نے کہا کہ رو کر بھائی سے بات نہیں کرنا میں نے کوشش کی مگر رہا نہیں گیا اور بھائی سے رو کر بات کی ہمارے بھائی ہمیں بیٹا بھی کہتے تھے انہوں نے کہا نہ میرا بیٹا روتے نہیں ہیں میں آؤں گا اپنے بیٹے کے پاس بہت سی دیر تک بات کرتے رہے مجھے میرے بھائی کے وہ الفاظ ابھی بھی یاد ہیں بھائی کے جانے کے بعد ہم لوگ بہت پریشان رہتے تھے ایک ہفتہ تو ہمارا رونے میں گزرا تھا ہم کچھ کھاتے بھی نہیں تھے اس پاس کے لوگوں نے بہت باتیں کی تھیں امی سے کہا تھا کہ نادیہ سے موبائل لے لو اور نگینہ کو سکول مت جانے دو تو امی نے کہا مجھے ساحل گلبہار اور نذیر میں کوئی فرق نہیں ہے یہ تینوں میرے بیٹے ہیں نادیہ سے موبائل

لینے اور نگینہ کو سکول نہ بھیجنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے ساحل کے کہنے پر ہی میں نے نگینہ کو سکول بھیجا تھا اور رہا سوال نادیہ کا تو اس سے موبائل بالکل بھی نہیں لینا اگر یہ خراب ہوگیا تو نیا لے کر دیں گے دل آویز اور نادیہ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کی تھی جو میں لکھنا گوارہ نہیں سمجھتی ان لوگوں نے کہا تھا کہ ہمارا مرشد اور بھائی ہمارے ساتھ ہیں۔اور سب سے بڑھ کر تو میرا خدا میرے ساتھ ہے تو ہم کیوں کسی سے ڈریں گے ہمیں کسی کا بھی ڈر نہیں ہے۔

میں کیسے مان لوں کہ کوئی میرا نہیں رہا
جب تک خدا کی ذات ہے تنہا نہیں ہوں میں

پھر بھائی واپس اپنی جوب پر چلے گئے تھے وانہ سے بھی ہمیں کال کرتے تھے قارئین کرام میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ وانہ میں سگنلز نہیں ہوتے ہیں پھر بھی بھائی ہمارے ساتھ رابطہ کرتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ تبدیل ہوگیا تھا دل آویز اور مہوش جن سے ہمیں بہت امید تھی کہ یہ ہمارے ساتھ ہیں وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہو گئیں تھیں جنہوں نے ہماری باتیں کی تھیں یہاں تک کہ انہوں نے ساحل بھائی سے رابطہ بھی چھوڑ دیا تھا مگر پھر بھی بھائی جب بھی کال کرتے تھے ان کا حال پوچھتے تھے ہم نے کبھی ایسا سوچا بھی نہیں تھا کہ ہمارے ساتھ ایسا کریں گی مگر ہم نے ہمت نہیں ہاری تھی ہمیں پتہ ہے کہ ہمارے مرشد اور خدا ہمارے ساتھ ہیں تو ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے بھائی کے ساتھ کبھی بھی بے وفائی نہیں کریں گی لوگوں نے جو باتیں کرنی ہیں کر لیں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے آئی ڈونٹ کیئر خدا تو دیکھ رہا ہے نہ کہ کون غلط ہے اور کون سہی۔لیکن ہاں ہمیں اس بات کا بہت دکھ ہے کہ دل آویز اور مہوش جن سے ہمیں بہت امید تھی انہوں نے ہمارے بھائی سے بھی رابطہ چھوڑ دیا تھا انہوں نے ہمارے گھر آنا بھی چھوڑ دیا تھا لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ انہیں کسی نے روکا تھا اب ہمارے گھر آنے لگی تھیں ہم سے اچھے طریقے سے بات بھی کرتی ہیں انہوں نے لوگوں کے ڈر سے یہ سب کچھ کیا تھا ساحل بھائی سے ہمارا رابطہ کبھی ختم نہیں ہوگا دنیا کی کوئی طاقت ہم بھائی بہنوں میں دراڑ نہیں بن سکتی جب تک سانس ہیں ہم ساحل بھائی سے رابطہ رکھیں گے یہ الگ بات ہے کہ زندگی کسی موڑ پر دھوکہ دے جائے۔وہ ہماری فیملی کا حصہ ہیں ہمارے سگے بھائی ہیں اور انشاءاللہ ہمیشہ رہیں گے۔دنیا والوں کا کام ہی یہ ہے دوسروں کو بدنام کرنا دوسروں کی باتیں کرنے سے پہلے اپنا آپ دیکھیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ جن ماؤں بیٹو بہوؤں کے بارے میں ہم بری سوچ رکھ رہے ہیں ہمارے گھر میں بھی ایسی مائیں بہوئیں اور بیٹیاں ہیں اور جن کو ہم برا بھلا کہہ رہے ہیں وہ بھی تو کسی رشتے سے ہماری کچھ لگتی ہیں آخر میں ایک دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

اے خدا میرے بھائیوں کو دنیا کی ہر خوشی عطا فرمائے خدا میرے بھائیوں کو کوئی کانٹا بھی نہ چبھے۔۔۔اے خدا اگر کوئی غم میرے بھائیوں کے قریب آئے تو ہم بہنوں کا پیار درمیان آجائے اے خدا ہم بہنوں کی تمام خوشیاں ہمارے بھائیوں کے مقدر میں لکھ دے۔آمین۔

یہ کیسی محبت

--تحریر- پرنس بابر علی- ساہیوال- 0300.4896399

شہزادہ بھائی- السلام وعلیکم- امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین آپ کی بزم میں ایک کہانی لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے سب کو پسند آئے گی جس کا نام میں نے - یہ کیسی محبت - رکھا ہے- یہ کہانی ایک ینگ لڑکی ہے جس نے ایک بوڑھے سے محبت کر لی اور اس کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی ہے- وہ ایک غریب لڑکی تھی اس کو سہارے کی ضرورت تھی لیکن اس نے اپنے لیے ایک ایسے سہارے کو چنا جس کا کوئی بھی سوچ نہیں سکتا ہے- میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے- میرا کام تھا لکھنا میں نے لکھ دیا اور اب آپ نے بتانا ہے کہ میں نے کیسا لکھا ہے۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا- اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

قارئین آج ایک کہانی کے ساتھ آپ کی بزم میں کر حاضر ہو رہا ہوں یہ ایک ایسی کہانی ہے جو اج کل کے معاشرے کا حصہ بنی ہوئی ہے ایسی کہانیاں اب معاشرے میں جنم لینے لگی ہیں- اس کہانی کے لیے مجھے آپ کی رائے کی سخت ضرورت ہے- کیونکہ کہانی پڑھنے کے بعد آپ کے فیصلے پہ شاید کہانی کے کردار کچھ سمجھ جائیں اور ایسی کہانیاں پھر سے جنم نہ لیں۔

میرا دل کچھ دنوں سے بہت بے چین سا تھا یوں ہر طرف ویرانہ ہی محسوس کر رہا تھا یوں لگ رہا تھا کہ جیسے مجھے کوئی پکار رہا ہو- اور یہی کچھ ہوا تھا کہ میرے دوست عمران کی کال آ گئی وہ کافی پریشان تھا اس نے کہا۔

یار بابر ایک بار میرے پاس آ کر مل جاؤ بہت عرصہ ہو گیا ہے تمہیں دیکھے ہوئے آج میرا بہت دل کر رہا ہے کہ تم سے بات کرنے کو پلیز میرے پاس آؤ میں شدت سے تمہارا ویٹ کروں گا- میں تم کو کچھ بتانا چاہتا ہوں- کیونکہ تم ایک رائٹر ہو اور ہر رائٹر کو کسی نہ کسی سٹوری کی تلاش ہوتی ہے میں چاہتا ہوں کہ میری سٹوری تم لکھو میں کیسے زندگی بسر کر رہا ہوں میں تم کو بتانا چاہتا ہوں- پلیز انکار نہ کرنا۔

اف خدایا میری سوچ درست ثابت ہوئی تھی میں سمجھ گیا تھا کہ یہی وجہ تھی جس کی وجہ سے مجھے سب کچھ ویران اور سنسان سا محسوس ہو رہا تھا میں نے کہا عمران بھائی میں کل ہی آپ کے پاس آ رہا ہوں- بس میرا ویٹ کرنا اتنا کہہ کر میں نے فون بند کر دیا اور رات کو عمران کے پاس جانے کی تیاری شروع کر دی اور میرے ذہن میں ایک ہی بات جنم لے رہی تھی کہ میرے دوست کے ساتھ

ایسا کیا ہوگیا ہے جو اس نے مجھے بلالیا ہے اپنے گھر والوں کو کہہ دیا کہ میں اسلام آباد جارہا ہوں دو تین دن لگ جائیں گے۔

اگلے دن میں اسلام آباد کے لیے روانہ ہوگیا میں نے گاڑی پکڑی اور ساہیوال سے راولپنڈی کا سفر شروع کر دیا۔ سفر گو کہ کافی لمبا تھا۔ اس لیے میں نے جواب عرض نکالا اور پڑھنے لگا میں جواب عرض کی کہانیوں میں کھویا ہوا تھا کہ یکدم میری نظر میرے سامنے والی سیٹ پر ایک اولڈ مین جو کہ تقریبا چالیس سے پینتالیس سال کے لگ بھگ تھا پر پڑی۔ وہ شخص مسلسل مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر میرے دل میں آیا کہ شاید وہ میرے ہاتھ میں جواب عرض کو دیکھ رہا ہے لیکن میں نے محسوس کیا کہ یہ آدمی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس آدمی کے چہرے سے میں نے اتنا تو محسوس کر ہی لیا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے آخرکار میں جواب عرض بند کیا اور اسے پوچھا۔

انکل جی آپ کہاں جا رہے ہیں

وہ بولا بیٹا راولپنڈی جا رہا ہوں۔

انکل آپ پریشان سے لگ رہے ہیں کیا کوئی پریشانی ہے۔ آپ چپ چاپ اور اس طرح سوچوں میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر وہ کچھ نہ بولا تو میں سمجھ گیا کوئی مسئلہ ہے۔ انکل جی آپ بولتے کیوں نہیں کیا ہوا ہے۔ میں نے دوبارہ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ ہوں۔ انہوں نے بس اتنا ہی کہا تو میں نے کہا۔ انکل اگر آپ کو کوئی پریشانی ہے یا کسی مدد کی ضرورت ہے تو میں آپ کی مدد کر دیتا ہوں آپ پلیز بتائیں۔

نہیں ۔۔ نہیں بیٹا کچھ نہیں ہے بس ویسے ہی بیتے ہوئے حالات واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

وہ کیا انکل جی۔ میں نے اپنی اصل بات کی طرف آتے ہوئے کہا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ میں ان کے اندر موجود کہانی کو ٹٹولوں۔ انکل جی میں جانتا ہوں کہ ہر انسان کی زندگی میں ایک کہانی موجود ہوتی ہے۔ آپ مجھے بتائیں آپ کے اندر ایسی کون سی کہانی ہے جس کی وجہ سے آپ اداسی سے اپنا سفر جاری کئے ہوئے ہیں۔

ہاں بیٹا تم نے درست کہا ہے کہ ہر انسان کے اندر ایک کہانی موجود ہوتی ہے میرے اندر بھی ایک کہانی ہے تم کو جواب عرض پڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنی کہانی یاد آ گئی۔ ہاں انکل جی سنائیں مجھے۔ میں نے بے تابی سے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹا تم اتنی ضد کرتے ہو تو سناتا ہوں اپنے ساتھ بیتنے والی کہانی۔

میرا نام رضا ہے میں لاہور کا رہنے والا ہوں بیٹا میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ ایک انجان نمبر سے ایس ایم ایس موصول ہوا میں نے میسج کو غور سے پڑھا مجھے ایسا لگا کہ کسی کا غلطی سے مجھے میسج آ گیا ہے میں نے اس میسج کو اگنور کر دیا۔ لیکن اگلے دن پھر اسی نمبر سے دو تین میسج ملے۔ میسج کا مقصد ایک ہی تھا ایک ہی بات تھی مجھے بیس روپے کا لوڈ بھیج دو میری ماں بیمار ہے میں نے ڈاکٹر کو کال کرنی ہے۔

میں میسج کے بارے میں کافی دیر تک سوچتا رہا کیونکہ یہ کوئی لڑکی تھی جو شاید مجبور ہو کر یہ کہہ رہی ہے۔ لیکن اس وقت میں بزی تھا میں نے سوچا کہ فارغ ہوتا ہوں تو اس کو جا کر سو کا لوڈ بھجوا دیتا ہوں۔ خیر میں کام سے فارغ ہو کر گھر

آ گیا لوڈ والی بات میرے ذہن میں ہی تھی۔ میں نے شام کو کھانا کھایا اور ساتھ ہی اس کا ایک اور میسج آ گیا ہیلو بھائی بیس روپے کا بیلنس بھیج دو میری ماں بیمار ہے میں نے ڈاکٹر کو کال کرنی ہے۔ میں نے سوچا کہ اس کو پوچھوں کہ تم کون ہو اور کہاں سے بات کر رہی ہو میں نے اسے ریپلائے کیا۔

آپ کون ہو بہن جی۔

اس کا میسج آیا۔ اس نے اپنا نام شمع بتایا اور کہا کہ میں راولپنڈی سے بات کر رہی ہوں۔ میری ماں بیمار ہے بیلنس چاہئے پلیز کروا دیں میں نے سوچا کہ واقعی کوئی مجبور لڑکی ہوگی۔ میں نے اس لڑکی کو کہا بہن تم پریشان نہ ہو میں ابھی کرواتا ہوں میں بستر سے اٹھا اور اسے پچاس روپے کا بیلنس بھیج دیا اس لڑکی نے تھینکس کا میسج کر دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ آج کل کے دور میں کوئی کسی کے کام نہیں آتا ہے آپ نے میرا مسئلہ حل کر دیا۔ آپ ایک اچھے انسان لگتے ہیں میں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ ڈاکٹر کو کال کر کے اپنی ماں کے لیے جو کام ہے وہ کرواؤ۔ میں نے اس میسج کو دل سے نکال دیا۔ لیکن شاید وہ رکنے والی نہ تھی اس نے مجھ سے بات چیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور جو جو وہ بات کرتی میں اس کا جواب دے دیتا حالانکہ مجھے میسج کرنا اچھا نہ لگتا تھا کیونکہ میری اولاد جوان تھی اور مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ میرے بچے مجھے نہیں کہ پاپا کس کے ساتھ چیٹنگ کر رہے ہیں مجھے میسج کرتے ہوئے شرمندگی بھی ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود بھی میں اس کے ہر میسج کا جواب دیتا جا رہا تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے میری عمر پوچھ لی۔ یہ میرے لیے ایک انوکھا میسج تھا کہ اس کو میری عمر سے کیا لنک اس نے میری عمر کو کیا کرنا ہے۔ میں نے اس کو اپنی عمر پینتالیس سال بتا دی۔ اس نے میری عمر کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ اور میسج کر دیا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ میں نے کہہ دیا کہ میرا نام رضا ہے اور لاہور میں رہتا ہوں۔ اس نے میسج کا سلسلہ کم نہ کیا تھا بلکہ باتوں کو بڑھانا چاہتی تھی سوال کرتی جانا چاہتی تھی اس نے کہا۔ آپ کیا کرتے ہیں۔ جی میں اپنا بزنس کرتا ہوں اللہ کا شکر ہے اور میری ایج اور یہ سب کچھ کیوں آپ کیوں پوچھ رہی ہو۔

بس ویسے ہی۔ اس کا میسج آیا۔

میں چپ ہو گیا پھر کافی دیر تک ہم میں کوئی بھی میسج نہ ہوا اور میں سونے کی تیاری کرنے لگا کہ رات کو اچانک پھر میسج آیا۔ سو گئے ہیں کیا آپ۔

میں نے کہا نہیں۔

کیوں نہیں سوئے کیا سوچ رہے ہیں۔

اس کے اس میسج نے مجھے حیرانگی کے ساتھ پریشان بھی کر دیا کہ اس نے ایسا کیوں کہا میں نے میسج کر دیا۔ تم اتنی رات گئے کیوں میسج کر رہی ہو اور کیوں پوچھ رہی ہو اور مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ میرے اس میسج کے بعد وہ خاموش ہو گئی اور پھر رات بھر اس کا کوئی بھی میسج نہ آیا۔ صبح پھر تقریب سات بجے اس کا میسج آیا۔ گڈ مارننگ میں نے پھر اس کو میسج کیا کہ کیا بات ہے تم مجھے دن رات تنگ کرنے لگی ہو۔ بس آپ مجھے ایک اچھے لگے ہیں اس لیے آپ سے باتیں کر کے سکون ملتا ہے۔ میں نے پوچھا تمہاری ایج کیا ہے اور کیا کرتی میری بات سن کر۔ اس نے اپنی سٹوری سنانا شروع کر دی۔

میں ایک طلاق یافتہ لڑکی ہوں میری عمر تئیس سال ہے۔ میرا کوئی کمانے والا نہیں ہے او

رہیں اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہوں۔ میری شادی ہوئی تھی لیکن شاید میری قسمت اچھی نہ تھی شوہر مجھے اچھا نہ ملا تھا وہ اچھے کردار کا مالک نہ تھا چھ ماہ میں ہی پتہ چل گیا کہ میرے شوہر کی پہلے سے بھی کوئی بیوی ہے یہ خبر میرے لیے ایسی تھی کہ جی چاہا کہ ابھی اپنی زندگی کا خاتمہ لوں لیکن ایسا کچھ نہ کیا ہاں البتہ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے ساتھ ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی تم مجھے طلاق دو میں چلی جاؤں گی وہ کہنے لگا تم بے شک ابھی چلی جاؤ مگر تمہاری خاطر میں اپنی پہلی بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے وہاں سے کچھ بھی نہ لیا اور اپنے میکے آ گئی جہاں میری ماں رہتی تھی میں نے اپنے ماں کو آ کر سب کہانی سنا دی اور اپنا فیصلہ بھی سنا دیا کہ میں اب اس آدمی کے ساتھ اپنی زندگی نہیں گزار سکتی ہوں میری ماں نے میرے درد کو محسوس کیا اور کہا ٹھیک ہے بیٹی جیسے تم چاہتی ہو ویسا ہی کرو۔ اس کے بعد میرا شوہر کافی ضد کرتا رہا کہ تم چاہو آج بھی میرے ساتھ میرے گھر رہ سکتی ہو لیکن تمہاری وجہ سے اپنی اس بیوی کو طلاق نہیں دوں گا۔ میں تم دونوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا مگر میں نے جانے سے انکار کر دیا۔ میری ماں میری وجہ سے بیمار رہنے لگی ایک جوان بیٹی کے غم نے ان کو بیمار کر دیا تھا لیکن میں ان کو کسی بھی طور پر ایسے نہیں دیکھ سکتی تھی میں نے اپنا اور اپنی ماں کا بوجھ اٹھانے کے لیے ایک گھر کے کام کرنا شروع کر دیا اور پھر دو سال تک میں نے کام کیا میری ماں کافی حد تک کمزور ہو چکی تھی اب وہ بیمار رہتی ہیں کبھی میرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا او۔ میں بہت مجبور ہو جاتی ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ آج گھر میں آٹا بھی نہیں ہے

اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت دکھ ہوا دل میں ایک درد سا اٹھا کہ ہم لوگ اچھے سے اچھا کھا کر سوتے ہیں اور ایک یہ ہے کہ اس کے گھر میں کھانا تک نہیں ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تم اپنا آئی ڈی کارڈ نمبر بھیجو میں تمہیں پیسے بھجواتا ہوں اس نے ایک منٹ میں ہی مجھے اپنا آئی ڈی کارڈ نمبر بھیج دیا۔ اور میں نے اسے کچھ پیسے ایزی پیسہ کروا دیئے میرا اس کو پیسے بھیجنا تھا کہ جیسے اس کا منہ کھل گیا اور وہ ہر دوسرے تیسرے روز پیسے یا لوڈ مانگنے لگی۔ اور میں وقتاً فوقتاً اس کو پیسے بھیج دیتا۔

ایک رات پھر اس کا میسج آیا مجھے پوچھنے لگی۔ کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا۔ بی بی میری عمر کو دیکھتے ہوئے آپ کو سمجھ جانا چاہیے تھا کہ میں شادی شدہ انسان ہوں اور میرے جوان بچے بھی ہیں اور بلکہ ایک بیٹی کی شادی بھی کی ہوئی ہے لیکن مجھے گھر سے سکون نہیں ملا بیوی میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی اور وہ بدزبان ہے میری اس بات نے اس کے اندر شاید گہرا اثر پیدا کر دیا تھا۔ میں نے یہ الفاظ اس لیے کہے تھے کہ وہ مجھے نہ تو کنوارہ سمجھے اور نہ ہی مجھ میں کوئی ایسی دلچسپی لے جو آج کل کے دور میں لڑکیاں لینے لگ جاتی ہیں۔ لیکن یہ بھی شاید ان میں ایک تھی اس نے میری بات کا کچھ اور ہی اثر لے لیا۔ ایک رات اس نے کہا کہ اگر میں اپنے دل کی بات کہوں تو مجھے آپ سے انس ہونے لگا ہے۔

میں نے کہا کیا مطلب۔

کہنے لگی مطلب کچھ بھی نہیں ہے بس آپ کا سوچنے لگی ہوں کہ آپ جیسا انسان ہم جیسے لوگوں

کے لیے ایک مسیحا سے کم نہیں ہے۔ میں آپ سے شادی کی خواہش رکھنے لگی ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے حیرانگی ہوئی اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ آدمی میری عمر سے بہت بڑا ہے پھر بھی اس نے ایسی بات کہہ دی۔ اس کے ایسا کہنے کا مقصد کیا تھا میں سوچنے لگا کیا وہ یہ تو چاہتی کہ میں اس بندے کو اپنے پیار کے چکر میں ڈال کر اس کو کھاتی رہوں۔ یہ ایسی سوچ تھی جس نے مجھے رات بھر سونے نہ دیا کیونکہ میں نے اس سے کچھ بھی نہ چھپایا تھا ہر وہ بات کہہ دی تھی جو ایک اولڈ عمر کا انسان کسی کو سمجھانے کے لیے کہتا ہے۔ میں نے تو اسے آج تک جو بھی کھلایا تھا ایک غریب لڑکی سمجھ کر کھلایا تھا۔ اور وہ بیوی بننے کے خواب دیکھنے لگی تھی کیا بیوی اس طرح بنتی ہے۔

میں نے اسے بہت سمجھایا تم شادی کہیں بھی کرو میں یہ کام نہیں کر سکتا میرے بچے جوان ہیں اور میری اتنی پیاری بیوی بھی اور بہت ہی ہمدرد بہت دکھ سکھ بانٹنے والی جو میری ہم راز بھی ہے اور دوست بھی جسے میں اپنے دل کی ہر بات بتاتا ہوں اسے بہت پیار بھی کرتا ہوں وہ میرا پیار میری دوست اور میری محبت میرا سکون اور میری سب کچھ وہ ہے۔ لیکن نجانے شمع پر مجھ سے شادی کرنے کا کیا بھوت سوار ہوا کہ اس کی ایک ہی ضد ہوتی تھی کہ میں نے شادی کرنا ہے تو بس آپ سے ورنہ میں شادی نہیں کروں گی میں اس کو ہر وقت سمجھاتا تھا لیکن وہ تھی کہ ماننے کا نام بھی نہیں لیتی تھی۔ شمع کی وجہ سے میرے گھر میں روز تماشہ لگنے لگا مجھے اس پر حیرانگی ہونے لگی تھی کہ وہ مجھ سے ایسی باتیں کیوں کر نے لگی ہے۔ مجھے اس میں ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی میں اسے جانتا تھا بس اتنا جانتا تھا کہ وہ ایک دکھی لڑکی ہے اس کا کوئی بھی کمانے والا نہیں ہے مجھے اس کا ساتھ دینا ہوگا اس کی مشکل کو دور کرنا ہوگا۔ اور میں ایسا کرتا بھی تھا جب بھی اس کو پیسوں کی ضرورت ہوتی تھی میں اس کو فوری بھیج دیتا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میرا اس سے ہمدردی کرنا میرے لیے مسئلہ پیدا کر دے گا۔ میں نے اسے بار بار سمجھایا کہ تم شادی کر لو میں تمہاری شادی کا خرچہ اٹھاؤں گا تم جو کہو گی وہ کروں گا۔ مگر وہ ایک ہی بات کہتی ہے میں نے خود کو تیری بیوی کہہ دیا ہے تم بے غیرت ہو اپنی بیوی کو کسی دوسرے کے ساتھ منسوب کر رہے ہو میں شادی کروں گی تو تم سے ورنہ نہیں۔ وہ اتنی جذباتی ہو چکی تھی کہ خود بھی اور مجھے بھی مصیبت میں ڈال رہی تھی وہ ینگ لڑکی ہے تئیس سال کی ہے میں پینتالیس سال کا ہوں میرا اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا۔ باالفرض اگر میں اس کی بات مان لیتا اور اپنے گھر والوں کو بیوی بچوں کو چھوڑ دیتا گھر چھوڑ دیتا۔ اور وہ بھی مجھے چھوڑ جائے تو میرا کیا بنتا وہ یہی کہہ دیتی کہ سیکنڈ ہینڈ بابا میرے دادے کی عمر کا میں نہیں رہ سکتی تیرے ساتھ میں جا رہی ہوں یا یہ بھی کہہ سکتی تھی اگر میں جذباتی تھی تو تم تو سمجھدار تھے جوان اولاد کے باپ تھے تم اس بات پر اگیری نہ ہوتے کیوں میری زندگی برباد کر دی ہے اور اگر میں چوری اس سے نکاح کر بھی لیتا ہوں تو میرے بیٹے میرے اس کے بھی دشمن بن جاتے۔ شمع نے مجھے عجیب سی ٹینشن میں ڈال رکھا تھا بلکہ ڈال رکھا ہوا ہے اب بھی وہ مجھے میسج کرتی ہے اب بھی اس کی ایک ہی بات ہے کہ میں شادی کروں گی تو تم سے بہتر مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا ہے جوان لوگ عورتوں سے

دل لگی کرتے ہیں اور بوڑھے دل لگی نہیں کرتے ہیں بلکہ گھر بساتے ہیں عورت کی عزت کرتے ہیں ان کو وہ مقام دیتے ہیں جو ان کو ملنا چاہیے۔ بس میں نے آپ سے شادی کا فیصلہ جذبات میں نہیں کیا ہوا ہے بلکہ بہت سوچ سمجھ کے کیا ہوا ہے۔ اور میں یہ کر کے دکھاؤں گی لوگوں کو دکھاؤں گی کہ عورت چاہے ینگ ہی کیوں نہ ہو اگر اس کا دل کسی اولڈ انسان پر بھی آجائے تو اس کو بھی اپنانے سے نہیں ڈرتی ہے۔

بس یہی میری کہانی ہے اب تم بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ میں قارئین سے ضرور رائے لینا میں کیا کروں اس سے شادی سے پہلے اتنا الجھا ہوا ہوں اور اپنے گھر والوں کی نظروں سے گر چکا ہوں شادی کے بعد کوئی برداشت نہیں کرے گا آج تو میرے بیٹے مجھے یہی کہتے ہیں فون کی حد تک تو ہم چپ ہیں کل کو کوئی اور کام ہوا تو پھر دیکھیں گے میں اپنے ساتھ ساتھ اس کی زندگی میں خوشیوں کے بجائے عذاب ڈال دوں میں یہ نہیں چاہتا۔ میری زندگی الجھن کا شکار ہے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی ہے کہ میں کیا کروں کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی ہے۔ میں ینگ نہیں ہوں اور نہ ہی جذباتی انسان ہوں اب بھی اس کو سمجھاتا ہوں لیکن وہ کسی بھی طرح سمجھنے کا نام نہیں لے رہی ہے ۔آج بھی یہ کہانی چلتی جارہی ہے۔

میں نے بہت سوچ سمجھ کر چلنا ہے میرے بچے ہیں اور گلی محلے والوں کا رشتہ داروں کو میں کیا منہ دکھاؤں گا کہ میں اب اس عمر میں شادی کر رہا ہوں۔ وہ بھی کسی ینگ لڑکی سے۔ نہیں نہیں میں ایسا نہیں کرنا چاہتا آج کل موبائل کی بات تو بہت دور نکل چکی ہے اس نے ایک رات مجھ سے باتیں کر کے اب میری زندگی عذاب میں ڈال رہی ہے میں کیا کروں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں اگر چھوڑوں تو خودکشی کر لے گی اور اگر نہ چھوڑوں تو اپنے خاندان گلی محلے میرے بچے ان کے رشتے دار کیا کہیں گے مگر اسکے لیے ایک ہی فیصلہ ہے کہ اپنی شادی کسی اپنے عمر کے لڑکے سے کرے اور اپنی زندگی کو انجوائے کرے اور میری زندگی کو عذاب میں نہ ڈالے میں تو اس کو پہلے بھی بہت سمجھا چکا ہوں میں مانتا ہوں کہ عشق محبت کچھ بھی نہیں دیکھتی ہے نہ عمر دیکھتی ہے نہ چہرے کا حسن اور نہ ہی کچھ اور بس محبت ہوتی ہے تو پھر ہوتی جاتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ شمع کے دل میں کیا ہے وہ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتی ہے کیا ثابت کرنا چاہتی ہے اگر اس کو میرے پیسوں سے محبت ہے تو میں اس کو پیسے دینے کو بھی تیار ہوں لیکن وہ کسی ینگ لڑکے کے ساتھ اپنا گھر بسائے تو سہی۔ لیکن وہ ایسا بھی نہیں کرنا چاہتی ہے۔

بیٹا مجھے زندگی میں کوئی بھی الجھن نہیں ہے بس ایک ہی الجھن ہے وہ ہے شمع کی کہ میں اس کو کیسے سمجھاؤں کیسے سمجھاؤں کہ ایک اولڈ مین سے شادی ایک مذاق ہوتی ہے۔ یہ بھی اس کو سمجھاتا ہوں کہ اگر ہم شادی کر بھی لیں تو لوگ کیا کہیں گے لوگ تو تم کو میری بیٹی ہی سمجھیں گے اور میں ایک شرمندہ انسان کی طرح آپ کے چلتا ہوا عجیب سا محسوس کروں گا۔

میری بات کے جواب میں اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے میں لوگوں کو نہیں دیکھتی ہوں میں نے جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا ہے میں نے خود کو آپ کی بیوی تصور کر لیا ہے آپ میری زندگی کے مالک ہیں میری سانسوں کے مالک ہیں میری زندگی

آپ کے ساتھ ہے۔ میں اس کی سوچ کو کیسے بدلوں کیسے اسے کہوں کہ شمع اپنے سوچ کو بدلو مجھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ خوبصورتی نہ دلکشی بس ایک اولڈ انسان ہوں سر کے ڈاڑھی کے ادھے بال سفید ہو چکے ہیں۔

آہ بیٹا میں بہت ہی ٹینشن میں ہے وہ تو اکیلی ہے ایسا کر سکتی ہے لیکن میں اکیلا نہیں ہوں. میں جوان بچوں کا باپ ہوں۔ جن کی شادی کرنی ہے۔ شمع کے میسج میرے بچوں نے بھی پڑھے ہوئے ہیں اور بیوی بھی جانتی ہے کہ ایک ینگ لڑکی مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ وہ میرے آگے بولتے تو نہیں ہیں لیکن سوچتے تو ہوں کہ ان کے پاپا کو کیا ہو گیا ہے وہ کیا کر رہے ہیں کیوں ان کی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں کیوں ہماری ماما کے اوپر ایک اور ماما کو لا رہے ہیں میں ان کا سامنا کرتے ہوئے بھی شرمندہ ہوتا ہوں۔ ہاں میں مانتا ہوں کہ اولڈ لوگ ینگ لڑکیوں کے خواب دیکھتے ہیں ان سے شادی کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کے مرنے کے بعد انکی ینگ بیوی کا کیا بنے گا۔ وہ کیسے اکیلی زندگی گزارے گی۔

میں شمع کو یہی کہتا ہوں کہ وہ اپنے فیصلہ کو بدل لے میں اولڈ ہوں آدھی سے زیادہ زندگی جی چکا ہوں۔ کسی بھی وقت میری موت کا بلاوا آ سکتا ہے لیکن میری بات سن کر وہ رو پڑتی ہے کہتی ہے کہ پلیز ایسی باتیں نہ کیا کروں دل کو دکھ ہوتا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ آپ ایک مجبور انسان ہیں آپ کو میری طلب نہیں ہے۔ لیکن میں اپنے دل کو کیسے سمجھاؤں جو صرف آپ کے لیے دھڑکتا ہے جس میں صرف آپ رہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے ڈبل ایج کے ہو جب میں ایسا کچھ نہیں سوچتی ہوں تو آپ کیوں سوچتے ہیں آپ کو کیوں میرے ینگ ہونے کی ٹینشن ہے میں اس کی باتوں کے سامنے لاجواب ہو جاتا ہوں کہ میرے سمجھانے سے اسے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا ہے۔

اپنی کہانی سنا کر رضا انکل ایک بار پھر اپنی گہری سوچوں میں ڈوب گئے میں ان کے چہرے کو دیکھتا رہ گیا مجھے ان کے چہرے پر درد کی کئی شکنیں دکھائی دے رہی تھیں۔ دیکھنے میں ایک ایک پرکشش انسان تھے۔ ان کے لباس سے لگتا تھا کہ وہ اچھے خاندان سے ہیں لیکن کسی کو کیا معلوم ہے ان کے دل پر کتنا بڑا بوجھ ہے وہ کیوں کسی کی زندگی کو تباہ نہیں کرنا چاہتے ہیں کیوں ان کے نزدیک ینگ لڑکی سے شادی اس کی زندگی کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

قارئین یہ تھی انکل کی داستاں ۔ان کی زندگی ایک الجھن میں پھنسی ہوئی ہے ان کو آپ کی رائے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا کرے اور سب قارئین انکل کے حق میں دعا کریں وہ شمع کے لیے اچھا سوچ رہا ہے تو شمع کو بھی چاہیے کہ ان کا گھر برباد نہ کرے کچھ تو خیال کرے اپنی جوانی کا اپنی کم عمری کا۔

قارئین انکل کے حق میں دعا کیجئے گا اللہ ان کو اچھائی کی طرف ہی رکھے برائی سے اور غلط راستے سے بچائے اللہ تعالیٰ انکا گھر آباد اور ان کو انکے گھر میں خوش رکھے آمین اپنی رائے ضرور دینا کیسی لگی آپ کو میری کہانی مجھے بہت بے چینی سے انتظار رہے گا۔

پرنس بابر علی رند بلوچ۔ جھولے دی جھوک

دل کے ارمان

--تحریر۔ایم یعقوب۔ڈیرہ غازی خان۔0304.3850474

آفس مینجر ریاض احمد۔شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آج پھر ایک کہانی دل کے ارمان کے ساتھ حاضر ہورہا ہوں امید ہے کہ جواب عرض کی بزم مین مجھے ویلکم کہیں گے جواب عرض سے میرا ناطہ بہت ہی پرانا ہے اور میں کبھی بھی جواب عرض سے بے وفائی نہیں کروں گے آپ چاہے مجھے اس میں جگہ دیں یا نہیں لیکن میں اس میں لکھتا رہوں گا ۔قارئین کرام آپ کو میری یہ کہانی کیسی لگی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رے گا۔نیک تمناؤں کے ساتھ سب کو سلام۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کردیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

سٹوری شروع کرنے سے پہلے اپنے دوستوں سے کہنا چاہوں گا کہ میں جس حال میں ہوں ٹھیک ہوں اور اب بھی جس حال میں ہوں خدا آپ کا حامی وناصر ہو میں بندہ ناچیز تو کچھ بھی نہیں اوقات نہیں رکھتا مگر آپ کے سامنے ایک رائٹر کی حیثیت ہوں مگر آپ کو یاد رہے جو مریی عزت کرے گا اس کے ساتھ ہی بات کروں گا اور اس کی یہی عزت کروں اور رائٹر حضرات سے التجاء ہے کہ میرا نمبر جو بھی مانے اسے دے دینا۔اگلے نیں جانوں یا میرا کام اب چلتے ہیں سٹوری کی جانب۔

پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا مگر اعجاز میرا سگا بھائی بن چکا تھا دنیا کا تو اصول ہے دوستی کرنا اور چھوڑ دینا اور ہمیشہ کے لیے بھول جانا مگر آج بھی اعجاز ہر پل میرا خیال رکھتا تھا وقت تیزی سے ہاتھوں سے نکل رہا تھا دنیا دن بدن بدل رہی تھی میں کئی سالوں سے کراچی پرائیویٹ جاب کرتا تھا اچانک بیماری نے گھیر لیا پھر گھر آنا پڑا کچھ دنوں کے بعد ٹھیک ہو گیا ایک دن اعجاز کی کال آئی علیک سلیک کے بعد اعجاز کی آواز بھرنے لگی او رمیں رونے لگا محبتا اعجاز کا تعلق وہاڑی کی تحصیل ٹبہ سلطان پور سے تھا پر خلوص نہایت سادگی میں شریف لڑکا تھا اعجاز دو بھائی تھے اور امی ابو اعجاز کے ابو نے پسند کی دوسری شادی کر لی اور دوسری ماں کے ساتھ رہتا کبھی کبھار چکر لگا جاتا تھا زندگی کا پہیہ وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ خراشیں دے رہا تھا وقت کسی کا محتاج نہیں ہے انسان پیسے اور وقت کا محتاج ہے میں جیسے ہی ٹھیک ہوا تو اعجاز سے ملنے کا ارادہ کرلیا اگر انسان کے ارادے پختہ ہوں تو چاند پر پہنچ سکتا ہے

وہاڑی خانپور سے دور نہیں تھی میں بس میں بیٹھ گیا اور کچھ گھنٹوں میں وہاڑی کے بس اسٹینڈ پر براجمان تھا اعجاز کو کال کی تو فوراً اعجاز میرے پاس آنے کی خبر پر جلدی آ گیا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا میری تصویر فیس بک پر دیکھی تھی بہت خوشی ہوئی۔ اعجاز سے مل کر اعجاز واقعی ہی بہت ہینڈسم تھا اور خوش مزاجی لڑکا بھی تھا مگر دکھی بہت رہتا تھا ایسا لگتا جیسے کسی بڑے آگ کے کنویں میں جل رہا ہو اور صرف دھواں ہی دھواں میں اچھی طرح محسوس کر سکتا تھا اس کی حالت مگر سچ اور تلخ حقیقت بتانا اعجاز کی دسترس میں نہ تھا۔

خیر دن شام میں ڈھلنے لگا اور ہم شہر سے ویرانے ایک سائیڈ پر کچے گھروں کی ایک بڑی بستی تھی تھوڑا اندر جاتے ہوئے ایک گلی میں اعجاز نے بائیک روک دی اور میں اتر گیا اعجاز نے سامنے والی بیٹھک کا دروازہ کھولا اور میں بیٹھ گیا میرے ہاتھ میں دوستی کی پہلی ملاقات کی مٹھائی تھی شام رات کا لبادہ اوڑھنے لگی کالے کوئے چڑیاں سب اپنے گھروں میں جانے لگے رات کی تنی منہ پھیلانے لگی بہت ڈر محسوس ہو رہا تھا اپنے دل کی اجڑی نگری سے جس میں عورت ذات کا اصل روپ اور بے وفائی سے بناوٹی شکل وقتی باتیں اور معصوم شکل سے دل بند ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے مگر پھر بھی احساس انسانیت بھری باتوں سے دل خوش کرنا اور وقت پاس کرنا اعجاز کھانا لے کر آ گیا ہاتھ منہ دھویا بسم اللہ پڑھ کر شروع کر دیا۔

مل کر کھانا کھایا چائے پی اور اعجاز سگریٹ سلگائی اور تو میں نے منہ سے نکال دی اعجاز میں مانتا ہوں کہ تم کو دکھ ملا ہے مگر اس میں تم خود کو کیوں سزا دے رہے ہو تو اعجاز کی آنکھیں برسات کی طرح چھم چھم کرتی ہوئی آنسو گود میں ٹپ ٹپ کرنے لگے اعجاز کے دل میں درد دبی درد کا احساس رکھنے والوں کے لیے لفظ لفظ درد بہت ہوتا ہے جب اپنے ہم سفر ساتھی بھی منہ موڑ جائیں تو دل کی نگری میں پیار کی روشنی کے دیئے بجھنے لگ جاتے ہیں دماغ وہم وسوچ کا عادی ہو نے لگتا ہے اور آنکھوں سے اعتبار ہٹنے لگتا ہے اور ایک سچا پیار سے پیش آنے والا بے بس ہو جاتا ہے اعجاز کی بھی یہی حالت تھی رات کے سر پر ڈیرے جما لیے وقت کی تلخی اور درد میں مبتلا کرنے لگی اپنے دل میں عمر بھر کیساتھ کا مزاج ناخوشی ہتھوڑے برسانے لگی اعجاز کی حالب بگڑنے لگی تھی بڑی مشکل سے چپ کرایا اتنے میں امی جان بھی رونے کی آواز سن کر بیٹھک میں آ گئیں جھک کر سلام کیا اور اعجاز کے رونے کا بتایا تو امی جان تڑپ کر سینے سے لگا لیا۔

میں جانتی ہوں بیٹا ایک بیوی نے بھری دنیا میں بدنام کر دیا سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا مگر اب کیا ہو سکتا ہے ایک بیوی ایک ماں ہو کر اپنی ساس اپنے شوہر سے مانوس نہ ہو سکی تو یہ اس کی بس نصیبی ہے بیٹا ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں اللہ سب جانتا ہے مگر اب رونے سے کیا بنے گا محلے میں سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔

میں غور سے امی جان کے منہ پر بات ذہن نشیں کرتا رہا امی جان کچھ دیر بعد میری بلائیں لیتی ہوئی چلی گئیں امی جان نے اپنی بہو شائستہ کا گلا نہیں کیا بس نصیب کو کوستی رہیں شائستہ اعجاز کی بیوی تھی اعجاز کے ابو دوسری شادی پسند کر کے آئے ابو پہلے بھی اور آج بھی میری ماں سے بہت

پیار کرتے اچھے طریقے سے پیش آتے دوسری شادی شوق پورا کرنے کے لیے کی تھی ابو نے دوسری بیوی کو علیحدہ مکان بنا دیا ہر کوئی وقت کا محتاج رہا دھیرے دھیرے وقت گزرے ایک عرصہ ہو گیا امی بیمار رہنے لگی ایک دن رات کے دس بجے ابو گھر آئے تو امی کنڈی کھلنے لگی تو امی اچانک بہوش ہو گئیں سب کے ہوش اڑ گئے پھر وہاڑی کے بڑے ہیڈ کوارٹر ہسپتال لے گئے تو امی جان کا دھڑ کام کرنے سے قاصر تھا بولنے کی سکت بھی نہیں تھی یہ سب کرنے والی میری سوتیلی ماں تھی کالے جادو برے تعویزوں کا اثر تھا امی کو دیکھنا ایسی حالت میں دیکھنا ابو سے برداشت نہ ہوتا کچھ دنوں بعد ہسپتال سے ڈسچارج ہوئے ہماری کوئی بہن نہ تھی دوسری ماں کی دو بیٹیاں تھیں یعنی میری دو سوتیلی بہنیں یہ سب بھی ان کی ماں کا کیا ہوا تھا پھر ابو ایک دن آئے اور میری سوتیلی بہن کو ساتھ لائے ان کے آنے سے کچھ دن خود جھاڑو دیتا روٹی ہانڈی بھی خود ہی کرتا یونہی ایک سال بعد امی جان کی حالت بہتر ہوئی تو میں شوروم پر جاتا تھا مڈل میں پڑھائی چھوڑ دی تھی امی کی دیکھ بھال کرتا اور میرے ابو بہت نرم دل تھے اور ہارٹ اٹیک کے مریض تھے ابو یہ سب دیکھ کر اکثر پریشان ہوتے پھر ایک دن ابو نے کہا۔

اعجاز بیٹا میری خواہش ہے کہ میں تمہاری شادی کر دوں جو گھر کا کام کاج سنبھالے گی اور تیری ماں کی بھی خدمت کرے گی ابو کا دکھ تو ہلکا ہو جائے گا۔

مگر میری معصوم سی زندگی میں شادی میری زندگی کی بربادی بن گئی میری خوشیاں غم میں بدل گئیں اور میری حسرتیں امیدیں پیار ومحبت آگ کی مانند بن کر جل کر خاک ہو گئیں کچھ دنوں بعد میری شادی ہونے لگی ابو نے برادری سے باہر میرا رشتہ کیا تھا وہ ابو کے دوست تھے۔

خیر وہ دن بھی آ گیا جس دن میری شادی ہونے لگی تو ایک لڑکی مجھ سے سامنے بات کرنے لگی اس کا نام کشف تھا بہت ہی حسین وجمیل دو شیزہ نین نشیلے ہونٹ بڑی ترچھی خوبصورتی چار چاند لگانے والی پیاری آنکھیں پتلا بڑا ناک اس کے بل کھاتے سنہرے بال جس میں عمر بھر کا قیدی بننے کو دل کرتا تھا۔ کشف نے جب میری شادی کی خبر سنی تو دل کو اپنے گھر سے نکل کر میری بیٹھک میں آ گئی اور خوب رونے لگی تو وجہ پوچھی کہا۔

کیا ہوا ہے تمہیں

وہ کہنے لگی۔ اعجاز مجھ میں کیا کمی ہے جو مجھ سے شادی نہیں کی تم نے پھر روتے روتے کشف میرے سینے سے لگ گئی اور کہا اعجاز میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی میں تم سے جان سے بھی زیادہ پیار کرتی ہوں پلیز تم شادی نہ کرو۔

ادھر شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں شام کو دلہن کو لے آنا تھا مگر کشف کو پیار سے سمجھایا تو وہ سمجھ گئی اور بہت پیار کیا پھر کشف اپنے گھر چلی گئی برات کیا نکلی مجھے تو ایسا لگا کہ جیسے میری میت کا جنازہ جا رہا ہو پہلے تو کوئی نہ تھا اپنے سے سینے سے لگانے والا مگر آج میری قسمت کا ستارہ نمودار ہوتے ہی غموں کی وادیوں میں گم ہونے لگا میری بری حالت تھی ڈھول کی تاپ پر میرے غموں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ رقص کرتی اڑوس پڑوس کی لڑکیاں ہوائیں میرے نام کے نعرے بازی کرتے ہوئے کچھ دیر بعد برات دلہن کے دروازے پر پہنچ گئی تھی میرا دل تو کشف کے وعدے بھری

قسمیں عہد پیماں کی طرف متوجہ تھا پورا جسم کانپ رہا تھا کشف ہمیشہ چھوٹے بجو کو خط لکھ کر دیتی اس طرح ہم اپنے دل کی بات کر لیتے میں خیالوں کی دنیا میں گم تھا میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا ہے مجھے پتہ تک چلا ہم دلہن لے کر واپسی آ گئے شام گھر پہنچے میری آس پاس دوستوں کا ٹولا موجود تھا جو شادی کی خوشی میں کوئی کہاں سے کاٹتا اور کوئی دوست کہ اسے میری بری حالت تھی سوچ سوچ کر دماغ کام سے قاصر تھا اتنے میں شام رات میں بدلنے لگی رات کی سیاہ کالی چادر زمین پر اندھیرا بکھیرنے لگی اجنبی عورت یعنی میری دلہن میرے انتظار میں بھی دروازے کو تکنے لگی ادھر میں دوستوں میں گم عجیب منظر تھا میرے لیے خیر اب رات کے سوا ایک بجے گھر گیا جہاں کم سن اور جوان لڑکیاں جھمر میں مگن تھیں ان کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا جہاں میرے ارمانوں کی سیج سجی ہوئی تھی وہاں اس کے اوپر بیٹھی میری خوشیوں کی قاتل میری بیوی برا جمان تھی اتنے میں میری سگی ماں مکمل صحت یاب نہیں ہوئی تھیں اس لیے سوتیلی ماں نے سگی ماں کا فرض ادا کیا رات کے آدھے وقت ہمارا کمرہ خالی ہو گیا میں نے دلہن کو بھرپور سمجھایا امی بھائیوں کے بارے میں اور ان کی عزت کرنا گھر کے کام ہماری امی جان کا خیال رکھنا میری بیوی ہاں میں ہاں کرتی گئی اور میں اسکی بانہوں کا اسیر ہونے لگا صبح اٹھا اور میں سیدھا ابو کے پاس گیا مجھے تات بیوی کے چال چلن سے پتہ چل گیا کہ یہ اوباش لڑکی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور سے اپنی عزت ابرو اور جسم کا سودا کر چکی ہے۔ اب میرے قابل جو نہ تھی پھر سب صورت حال ابو کو بتائی کہا۔

آپ کی بہو اس قابل نہیں کہ ایک عزت دار شریف خاندان کی بہو بنے تو ابو کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکنے لگی اور ابو گرتے گرتے بچے تو ابو اپنی بدنامی سے بچنے کے لیے بات کو یہی پر ختم کرنے کا کہا اور میرے آگے ہاتھ جوڑ دیئے کہ بیٹا اب جیسی بھی ہے ہماری آن عزت میں شامل ہو چکی ہے اس کی بدنامی نہیں ہماری بدنامی ہے میں نے ابو کی خاطر چپ کر لی کیونکہ مجھے ابو کی عزت بہت پیاری تھی اسی طرح شادی ختم ہو گئی میں اپنی بیوی کو زیادہ سے زیادہ ٹائم دیتا اپنا معمول بنا لیا شادی کے پورے چار ماہ گھر سے باہر نہیں نکلا پھر کچھ دنوں بعد کشف کا خط ملا جواب میں میں نے بھی لیٹر لکھ دیا اور اپنا فون نمبر بھی دیا کشف کا گھر ہمارے گھر کے سامنے تھا ان کی برادری اور بھی اور میری۔

کچھ دنوں بعد کشف کا فون آیا اسے اپنا حال بتایا اور حال بتاتے ہوئے میری آنکھوں آنسو رواں دواں ہونے لگے اور میں زار و قطار رونے لگا اپنوں کی بے وفائی پر دل خون کے آنسو روتا ہے اور اشک خود بخود آنکھوں میں کڑوے پانی میں بدل جاتے ہیں دوسری طرف کشف تسلی دیتی رہی دل کے امان آنسوؤں میں بہہ گئے ایسے ساری حقیقت بتا دی کشف ہی میری راز دار تھی صرف وہی میرے دل کی کیفیت سمجھ سکتی تھی شادی کو نو مہینے گزرنے والے تھے میری بیوی میکے گئی ہوئی تھی اور واپس آنے کا نام نہیں لیتی تھی جب میں ان کے گھر گیا تو میری ساس نے ایک شرط رکھی کہ تم اپنے ماں باپ بھائیوں کو چھوڑ دو یہ شرط سنتے ہی میں وہاں سے آ گیا کیونکہ بیوی کی خاطر اپنے ماں باپ کو چھوڑ دوں بچے اولاد ماں باپ

کے لیے اپنی بیوی چھوڑ سکتے ہیں مگر بیوی کے لیے ماں باپ کو نہیں پھر کچھ دنوں بعد میری بیوی خود بخود ہی آ گئی میں پھر سے خوش رہنے لگا بہت پیار دیتا اس مگر میرے پیار کے علاوہ بھی مجھ سے راضی نہ تھی دس ماہ گزرنے کے بعد بھی اس عورت کو معلوم نہیں ہوا کہ شوہر کیسے خوش رکھنا ہے شوہر سے کیسے پیار کرنا ہے کیسے بات کرنی ہے۔

جیسے جیسے دن گزرتے گئے میری بیوی بگڑنے لگی ایک دن میں گھر پر لیٹ آیا تو میری بیوی کسی سے فون پر بات کر رہی تھی مجھے دیکھتے ہی فون چھپا لیا اور اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا مجھے تو پتہ چلا گیا تھا کہ فون کا میں انجان بن گیا جیسے مجھے کچھ پتہ نہ ہو رات کو جب میں سو گیا تو میری بیوی کسی سے باتیں کرنے لگی میں جاگ گیا اور بہت مارا پیٹا اور موبائل چھین کر ساس سالوں کو دکھایا مگر میری ساس الٹا مجھے ہی ڈانٹنے لگی اور مجھے مارنے کی کوشش بھی کی مگر کچھ بھی نہ ہوا ادھر کشف سے اظہار محبت کیا کشف مجھ سے بہت پیار کرتی تھی جیسے میں پیار محبت خلوص کا متلاشی تھا اس سے بھی زیادہ کرتی تھی پھر اپنی بیوی سے دور رہنے لگا جب پیار محبت بھرے الفاظوں کو کان ترستے تو کشف کو فون کرتا اس کی چاہت بھری باتوں سے نادان دل کو تسلی دیتا خوش کر لیتا صرف چند پل کے لیے بیقرار دل کو جب گھر آتا تو مرنے کو دل کرتا جب کھانا کھاتا تو مجھ سے بات تک نہ کرتی میں خود بھی اسے بات نہ کرنے کو کہتا صرف ہم شوہر بیوی دنیا کے سامنے تھے اکھٹے سونا بھی چھوڑ دیا تھا تکہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو مگر اسکو تو کسی کی باتوں میں دلچسپی نہ تھی میرا خیال کہاں میں اس کا فرض اور مزاجی خدا ہوں مگر پھر بھی وہ نہ سنبھلی پھر سے فون منگوا لیا۔

کچھ دنوں بعد پرانی مار پیٹ شروع کر دی مرتے مرتے بچی تھی میری ساس اور سالے طلاق لینے پر اتر آئے ادھر کشف سے مشورہ کیا تو کشف نے کہا۔

اعجاز تمہیں میری قسم ہے اپنی بیوی کو طلاق مت دینا وہ برباد ہو جائے گی وہ برباد ہو جائے گی کوئی شادی نہیں کرے گا اس سے۔

پھر میں کشف کے کہنے پر اسے سسرال گیا تو وہاں پر جھگڑا ہو گیا میری ساس سالوں نے مل کر مجھے اور میرے چھوٹے بھائی کو مارا مارنے کے بعد ہم دنوں کو باندھ دیا ابو کو بلا لیا جب ابو نے خون میں لہولہان بیٹے دیکھے تو بے ہوش ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ پھر ایک سالے نے بھاگ کر مجھے چھوڑا یا میں کال کر کے ایمولینس کو بلایا اور کچھ دیر بعد ابو کو بیہوشی کی حالت میں سسرال سے روانہ ہوئے ابھی راستہ میں بھی تھے کہ ابو ہمیشہ کے لیے آنکھیں پھیر گئے جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو ڈاکٹر نے کہا۔

بیٹا دیر کر دی ہے یہ الفاظ سنتے ہی مجھ پر قیامت برپا ہو گئی میری دنیا ہی لٹ چکی تھی نہ دنیا کا رہا اور نہ گھر کا میرا سب کچھ ہی برباد ہو گیا میری آنکھوں کے سامنے لٹ گیا اور میں بے بس کچھ نہ کر سکا میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا گرتے سنبھلتے ابو کو سپرد خاک کیا ابو رضائے الٰہی سر آنکھوں پر قبول کیا کشف نے ابو کی وفا پر بہت سہارا دیا اگر کشف سہارا نہ دیتی تو میں کب کا ٹوٹ گیا ہوتا کچھ ماہ بعد میں اصلی حقیقت میں آ گیا جب دنیا کی بزدلی تو پھر میری بیوی کسی سے رابطے میں لگی ہوئی تھی پھر ایک بار پھر مارا مگر اس

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

بے غیرت بے حیا بے شرم عورت کو تھوڑی بھی شرم نہیں آئی کچھ دنوں بعد کسی سے ملتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ساس کو بتایا تو طلاق کی بات نکاں کے پیپر شرط رکھی تھی کہ اگر شوہر بیوی کو طلاق دے گا تو بدلے میں پانچ مرلے کا پلاٹ دے گا جس میں ہم ماں بیٹے رہائش پزیز تھے یہ نکاح خوا ل سے سنتے ہی میرے ہوش ہوا میں اڑ گئے اگر میں نے طلاق دی تو یہ رہائش والا مکان جس میں سر چھپا ہوا تھا وہ چھین جاتا اور میں بوڑھی ماں کو کہاں لے کر جاتا نہ رشتے داروں نہ ماموں چا چو لوگوں نے کبھی خبر نہ لی ان سے کیسے سر چھپانے کی بھیگ مانگتے پھر میں پورے محلے میں بدنام ہو گیا چھوٹے بوڑھے جوان سب کی زباب پر میری بیوی کا نام میرے کان سنتے سنتے پھٹنے لگتے اس نے پوری دنیا میں بے عزت اور گھٹیا کر دیا تھا جو مرد نہیں نامرد میں شامل کر دیا۔

خیر میری بیوی کو بچہ ہونے لگا رات کے سناٹے میں سسکیاں لیتا اکثر بے درد رات کی تنہائی میں بے حیا بیوی کے قصے یاد آتے کبھی اس نے پیار بھری نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا کبھی اس عورت نے اپنی سریلی آواز میں میرے پرخلوص لہجے کی تعریف نہیں کی تھی نہ ہی کبھی اس نے جوانی کے نشے میں من مست ہو کر اپنے پاس بلایا تھا اور نہ ہی اس کی جھیل نما آنکھوں سے میری محبت کی قدر نہ عیاں ہوئی تھی ڈیڑھ سال کے عرصے میں نہ کبھی اس شوہر کی طلب کمی محسوس کی اور جیسے عورت شوہر کو خوش کرانے کے بعد شرم سے سر جھکا لیتی ہے اور فخر محسوس کرتی ہے کہ بڑا اچھا آدمی ملا ہے مجھے۔ وہ کوئی بات اس میں نہ تھی۔

دوسری طرف کشف میری بیوی کے برعکس تھی کشف پرخلوص لہجے سے محبت کی ندیا بہتی اس کی سریلی باتیں میرے جینے میں اضافہ کرتی اور دل کرتا کہ ابھی کشف میری بیوی میں بدل جائے اور ہمیشہ کے لیے میری بانہوں میں قید ہو جائے مگر یہ میرے صرف خیالی پلاؤ تھے جو کسی صورت بھی ایسا ممکن نہ تھا جو کسی بھی صورت میں ایسا ممکن نہ تھا

زمانے بھر کے لوگ بدل جائیں یعقوب
قسم خدا کی میرے محبوب جیسا نہیں ہوگا

سارے دن کی تھکن جو چور چور کر کر دہکتے انگاروں پر بے حیا بیوی کے خیالوں میں جلتا کب تک مجھے نامرد بنا کر کس اور کی بانہو کی زینت بنتی رہے گی وقت کسی کا دوست نہیں ہوتا اپنی مسافت پر گامزن رہا کچھ دنوں بعد اللہ نے رحمت کی اور میرے جیسے گنہگار کی گود میں چاند جیسا بیٹا عطا فرمایا اللہ کے سامنے شکرانے کے نفل ادا کیے پھر بیٹے کی وجہ سے بہت پیار دینے لگا اپنی بیوی کو کاش کہ سمجھ آ جائے کہ شوہر کیا ہوتا ہے شوہر کے حقوق کیا ہے فرض کیا ہے شوہر کو کیسے عزت پیار سے خوش رکھنا چاہئے اور اس کی مرضی کے مطابق چلنا ہے میاں کی کیا خواہشات ہیں ان کو کیسے پورا کرنا ہے اپنے گھر کو کنٹرول کرنا ہے مار سے پیار سے بھی سمجھایا میری بیوی کس مٹی سے بنی جو سمجھتی بھی نہیں گلا دبا دیتا ہوں تو خدا سے ڈر جاتا ہوں اگر طلاق دیتا ہوں تو سر چھپانے کی چھت سے مرجوم ہو جاتا ہوں اگر کشف کے پیار بھرے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہوں تو برادری کی دشمنی گلے لگتی ہے میں کشف کو کبھی چھ ماہ بعد تو کبھی سال بعد ملتا ہوں مجھے بیوی شوہر نہیں سمجھتی اور کشف مجھے شوہر سمجھتی ہے تو میں آج سب قارئین سے

مخاطب ہوں بتاؤ کوئی حل بیوی ایک پردہ دار عورت بن کر صرف چار دیواری میں رہ جائے اور کسی کا وہم و خیال نہ لائے اور میرے دل کی حسرت اور دل کے ارمان پورے ہو جائیں ایک طرف بیوی کی نفرت دوسری طرف کشف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا الفت بھرا سمندر۔

دوستو اب آپ ہی بتائیں کوئی حل جو اعجاز بھائی کی زندگی سنور جائے اور ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ سب کو الفت بھرا سلام۔

دل کے ارماں آنسو میں بہہ گئے
ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے۔

نہ چاہت ہے ستاروں کی
نہ تمنا ہے نظاروں کی
آ جیسا ایک دوست ملا تو کیا
نہ ضرورت ہے ہزاروں کی۔

----------۔ فضا شعیب لاہور

جس میں سمٹے سارا جہاں
چھوٹا سا ہے وہ لفظ ماں
اس رشتے سے سب ہیں واقف
کوئی نہ سمجھے کیا ہے ماں
پیار اور محبت کا کرے ہر دم
چاہت کا ایک خزانہ ہے ماں
قدموں تلے ہے جنت اس کے
اتنی عظمت ان سے پوچھو
جن کے پاس نہیں ہے ماں
ماں نعم البدل نہیں اس کا دنیا بھر میں
اک ایسا لازوال رشتہ ہے ماں
دعا دیتا ہے دل تجھے ہر سکھ پانے کی
نظر نہ لگے تجھے زمانے کی
سمٹ لے تیرا دل ہر خوشی زمانے کی
صدا رہے تیری عادت مسکرانے کی

----------۔ فاطمہ حسنین لاہور

غزل

اپنے لئے شاہراہ حیات ہموار کر نہ سکا
اظہار کر کے بھی میں تجھے پیار کر نہ سکا
مجھے تیرے پیار سے جاں عزیز نہ تھی لیکن
میں چاہ کر بھی تجھ پہ جان نثار کر نہ سکا
تو ہو بھی جاتی شاید تقدیر میری
بس میں ہی تجھ کو اپنا کر نہ سکا
افسوس یہ نہیں ہے کہ تو میرا ہو نہ سکا
دکھ یہ ہے کہ میں خود کو تیرا کر نہ سکا
تیرے عشق کا یہ ادب ہے دل میں طاہر
میں آج تک کسی اور کو پیار کر نہ سکا

☆ ---------- ایم طاہر القادری سردانہ۔ حضرو

اک ماں نے بیٹے سے کہا

کتنے ارمانوں سے پالا تھا میں نے تجھ کو
پھر دائمی سوگ دیا تو نے مجھ کو
یاد کر حالات کٹھن کو تو ذرا
نہ سویا کرتا تھا تو پاس بلائے بنا مجھ کو
آ گئی ہیں کیوں تلخیاں اب دل میں تیرے
کیا میرے جوشِ محبت میں آ گئی کمی بتلاؤ مجھ کو
تیرے واسطے میں نے کتنے جتن کئے تھے
اب ہو گیا ہے دشوار تجھ پہ سنبھالنا مجھ کو
اک بلبل تھی جو گلشن اغیار میں گئی
آہ! کیا خبر تھی حالاتِ زیست کی مجھ کو
ایسے گزرتے ہیں شب و روز ہجر میں تیرے طاہر
کہ ناگن کی طرح ڈستی ہیں ویران راتیں مجھ کو

☆ ---------- ایم طاہر القادری سردانہ۔ حضرو

ہنستے بستے انسان کو دعائیں سب ہی دیتے ہیں
دولت مند یارانے کو وفائیں سب ہی دیتے ہیں
نہ ہو اک وقت کی روٹی کسی غریب کے گھر میں
ایسے وقت میں اس کو سزائیں سب ہی دیتے ہیں

کشور کرن

دل تیرا ہی ہو گیا

--تحریر-عمر دراز آکاش-فیصل آباد-0300.7628773

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اتنے میں صاحب مجھے واپس آتے ہوئے دیکھائی دئے تو میں نے وہ پرچی اپنی جیب میں ڈال لی پھر ہم اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور لاہور کی جانب روانہ ہو گئے شام کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے جوں جوں ہم دور جا رہے تھے میرے پر غنودگی سی چھانے لگی تھی پھر مجھے کوئی خبر نہ تھی کہ میں کہاں ہوں مجھے تب پتہ چلا جب ہم اپنے شہر پہنچ گئے تھے پھر صاحب اپنے گھر میں اپنے گھر چلا گیا۔قارئین میں نے اس کہانی کا نام۔دل تیرا ہی ہو گیا۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گی

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہو گا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

محبت بھی کیا عجب چیز ہے کسی کو گھر سے نکلتے ہی منزل مل جاتی ہے اور کسی کی در بدر کی ٹھوکریں اور رسوائیاں مقدر بن جاتی ہیں شاید یہ بھی نصیب والوں کو ملتی ہیں ورنہ خوبصورت جسم تو اس دور میں بہت سستے ہو جاتے ہیں۔

آج کسی کام کی غرض سے میرا جانا فیصل آباد سے سیالکوٹ ہوا فیصل آباد کو پاکستان کا مانچسٹر کہتے ہیں تو سیالکوٹ بھی تاریخی شہر ہونے کے ساتھ ساتھ سپورٹس کی وجہ سے دنیا بھر میں ایک الگ مقام رکھتا ہے میں اکثر لوکل ٹرانسپورٹ کے ساتھ سفر کو پسند کرتا ہوں کیونکہ ہر حال میں سادگی مجھے بہت پسند ہے تو دوستو گاڑی فیصل آباد سے روانہ ہوئے ابھی بیس منٹ ہوئے تھے کہ ڈرائیور نے ایک سونگ چلا دیا۔

کیوں دل بچھڑے یار کو روے
دل تیرا ہی ہو گیا
ایسا کسی کے ساتھ نہ ہووے
کیوں بن جاتے ہیں لوگ دیوانے
جو پیار کرے وہ ہی جانے

اس دکھ بھرے گانے نے گاڑی میں عجیب سا سماں پیدا کر دیا تھا گانے کے ہر بول سے نجانے کتنے ہی لوگوں کے پرانے زخم پھر سے ہرے ہو گئے میں خود بھی ایکدم کے لیے سنجیدہ ہو گیا تھا لیکن میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا سسک کر رو رہا تھا اور میرے نوٹس لینے پر وہ اپنے آنسو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگا وہ بہت اچھا اور عمدہ خیالات کا مالک تھا رونے کی حقیقت پوچھنے وہ زرا بھی خفا نہ ہوا اور معذرت کی۔

بھائی میری دکھ بھری داستان سن کر آپ کو کیا ملے گا پھر میں نے اسے جواب عرض دکھایا اور کہا۔

اس میں پاکستان بھر سے دکھی لوگوں کی سچی داستانیں شائع ہوتی ہیں اور نجانے کتنے لوگوں کی زندگی جواب عرض سے جڑی ہوئی ہیں میرے ہاتھ سے جواب عرض لے کر وہ کافی دیر مطالعہ کرتا رہا۔ اور پھر اس نے کہا۔

کیا میں یہ رکھ لوں۔

میں نے خوشی سے کہا۔ کیوں نہیں بھائی۔

پھر اس نے اپنی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور مجھے بھی آفر کی لیکن میں نے نفی میں کہا نہیں بھائی میں نہیں پیتا وہ سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا اور خلا میں گھور رہا تھا۔ پھر وہ کچھ یوں مخاطب ہوا۔

سر میرا نام اسد ہے یہ دو ہزار دس کی بات ہے جب میں ایک ڈیپارٹمنٹ میں اسسٹنٹ کلرک تھا نو جوان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہا تھا میرا بوس میرے پر بہت مہربان اور پر اعتماد تھا جو بھی کام کرنا ہوتا یا کہیں جانا ہوتا تو وہ مجھے اپنے ساتھ رکھتا تھا ایک دن میں ورک میں مصروف تھا کہ اس نے میرے آگے ایک شادی کارڈ پھینکا اور کہا۔

اسد منڈے کو تیار ہو کر شاہی چوک پر میرا انتظار کرنا ہم چکوال شادی پر جا رہے ہیں۔

میرا بوس تھا نہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں نے اثبات میں سر ہلا دیا شادی صاحب کی کزن کی تھی سوموار کو ہم لاہور سے چکوال کی طرف رخت سفر باندھا اپنی گاڑی تھی کوئی ٹینشن نہ تھی رستے میں خوب انجوائے کرتے رہے یوں ساتھ ساتھ موسیقی بھی انجوائے کرتے رہے عصر کے وقت ہم شادی والے گھر کے سامنے تھے ہمارا پرتپاک استقبال کیا گیا کیونکہ صاحب تو ایک ان کے قریبی رشتہ دار تھے اور دوسرا بہت بڑے آفیسر بھی تھے۔

آج مہندی کا دن تھا صاحب کا کزن ۔یو ایس اے۔ میں رہتا تھا اور وہ پاکستان شادی کی خاطر آیا تھا اس کے بہت سے کزنز اور دوست شادی میں مدعو تھے اسد کے کزن کا نام شعیب تھا شعیب کا سارا بنگلہ ہی دلہن کی طرح سجا ہوا تھا اور ہال کرسیاں میز لگے ہوئے تھے صاحب اپنی فیملی میں گھل مل گیا تھا کیونکہ شعیب صاحب کی خالہ کا بیٹا تھا میں سب کے لیے غیر تھا میں ہال میں ہی لگی کرسیوں سے مین گیٹ والی نکڑ پر بیٹھ گیا ہینڈ فری پر میوزک انجوائے کرنے لگا ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ حال میں رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس لڑکیاں ہاتھوں میں پھولوں والی پلیٹیں پکڑے مین گیٹ کی طرف جانے لگیں تب تک میں بھی ہیڈ فری اتار چکا تھا غالبا کوئی پروگرام تھا بعد میں پتہ چلا شعیب کی پھوپھو کے گھر سے مہندی آ رہی ہے لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ مہندی اور پھولوں کے ساتھ لڑکیوں کا استقبال کرنا عجیب ہی رسم تھی پھر میں نے سوچا بڑے لوگوں کی بڑی سوچیں خواہ مخواہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں وہی بیٹھے ہوئے پھر سے میوزک انجوائے کرنے لگا اور ساتھ ساتھ مہندی کے فنکشن سے بھی محفوظ ہوتا رہا۔

اس دوران میں نے ایک بات نوٹ کی مہندی کے ساتھ آئی ہوئی ایک لڑکی جس نے پنک کلر کی فراک پہنی ہوئی تھی اور جس کے لمبے گھنے بال سنہری بال اس کے شانوں سے نیچے تک اٹکیلیاں کر رہے تھے ہلکے ہلکے میک اپ کے ساتھ ہرنی کی طرح چال بھرتی ہوئی قدرت کے

کسی حسین شاہکار کی طرح محسوس ہوتی ہوئی مسلسل مجھے ٹکٹکی سے دیکھے جا رہی تھی میں جب اس کی طرف دیکھتا وہ حسین آنکھوں کو اپنی پلکوں سے بند کر دیتی اب میں بھی اسے مسلسل تکنے لگا یہ سلسلہ کافی دیر چلتا رہا وہ جہاں بھی جاتی میری نظریں اس کا طواف کرتے محسوس ہوتی اور وہ بھی مجھے دیکھتی رہتی۔

اس طرح رات کا ایک بج گیا لیکن شور شرابے اور ڈھولک کی تاپ ویسی کی ویسی ہی رہی کیونکہ یہ دن بار بار نہیں آتے اور اس دن کا تعلق نیند سے بالکل نہیں ہوتا آج تو میری نیندیں بھی میری نہیں رہی تھیں۔ پھر وہ نجانے لوگوں کی بھیڑ میں کہاں گم ہو گئی اور اپنے ساتھ میری رہی سہی نیند بھی لے گئی آہستہ آہستہ ہال لوگوں سے خالی ہونے لگا تو میں بھی صاحب کو ڈھونڈنے کی خاطر اٹھا ابھی میں اٹھا ہی تھا کہ صاحب میری طرف آتے ہوئے دیکھا دیئے پھر وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔

دوستو سردیوں کے دن تھے اور سردیوں میں راتیں کافی لمبی ہوتی ہیں صاحب مجھے ایک کمرے میں لے گئے جس میں دو بیڈ لگے ہوئے تھے صاحب تو بیڈ پر گرتے ہی گہری نیند میں چلے گئے اور میں فجر کی اذانوں تک نیند سے جنگ کرتا رہا اس کے بعد مجھے کوئی پتہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ میں نو بجے تک سوتا رہا نو بجے صاحب نے مجھے اٹھایا اور کہا۔

جلدی سے فریش ہو جاؤ گیارہ بجے روانگی برات ہے پھر شادی والے گھر چلیں گے۔

میں اٹھا نہا کر نیا جوڑا جو کہ میں ساتھ لایا تھا وہ پہنا۔ بارات اسلام آباد جانی تھی بارات روانہ ہونے سے پہلے میں اس حسینہ کو تلاش کرنے لگا وہ کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی پھر ہر کوئی اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر بارات کے ساتھ روانہ ہو ہونے لگا ہم بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر بارات کو جا ملے میں کافی سائڈ تھا سارا سفر بورنگ گزرا بارات ایک میرج ہال کے قریب جا کر رک گئی بارات کا نہایت شاندار انداز میں استقبال کیا گیا تھا۔ حسین و جمیل دوشیزائیں ہاتھوں میں پھول لیے استقبال میں تھیں کو گزرنے والوں پر پھولوں کی بارش کر رہی تھیں پھر تمام رسومات کی ادائیگی کے بعد ہم دلہن کو لے کر واپس آ گئے برات کی واپسی پر بھی ایک عالیشان پروگرام مرتب گیا گیا تھا لوگوں کی بھیڑ میں ایک بار پھر میرے دل کی ملکہ مجھے نظر آئی لیکن اس بار وہ پہلے کی طرح نہ تھی وہ ایک مرجھائے ہوئے چہرے پھول کی مانند محسوس ہو رہی تھی میں نے کافی کوشش کی لیکن اس کی توجہ نہ لے سکا فنکشن کافی دیر چلتا رہا لیکن میں بالکل بے خبر تھا کہ میرے ارد گرد کیا ہو رہا ہے پروگرام رات گئے تک چلتا رہا پھر آہستہ آہستہ لوگوں کی بھیڑ ختم ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی جاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر میری طرف دیکھ کر مجھے بے چین کر گئی لیکن میں اس کے اس انداز کو سمجھ نہ پایا۔

کل کی طرح آج پھر نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی میں کب سویا مجھے کوئی خبر نہ تھی صبح گیارہ بجے صاحب نے مجھے اٹھنے کا کہا۔ آج ولیمہ تھا میں بھی فریش ہو کر ہال میں چلا گیا ابھی مجھے وہاں گئے ہوئے دس منٹ ہوئے تھے کہ ایک پیاری سی بچی مجھے تازہ پھول پکڑا کر چلی گئی جب میں نے بچی کا تعاقب کیا تو میری نظریں میری

اجنبی محبوبہ پر جا ٹھہریں میں ایک بار پھر سے خوش ہوگیا اور خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا اس کا یہ انداز مجھے بہت ہی اچھا لگا تھا پھر آنکھوں سے آنکھیں چار ہوئیں لیکن زبان سے کچھ نہ بول سکے۔

دن ڈھلنے کے ساتھ ہی ولیمہ بھی اختتام پذیر ہوا لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ہمارا سفر کافی تھا اور میرا جانے کو دل بھی نہیں کر رہا تھا لیکن صاحب کو آفس میں ضروری کام پڑ گیا تھا تو اس نے جلد از جلد نکلنے کو کہا میرے پر اداسیوں کا موسم چھانے لگا اور میرا دل حلق میں آ گیا۔ ایسے موقع پر کیسی کیفیت ہوتی ہے یہ تو صرف پیار کرنے والے ہی جان سکتے ہیں پھر صاحب گھر کے اندر اجازت حاصل کرنے کی غرض سے چلا گیا اور میں ہال میں ان کا انتظار کرنے لگا ابھی وہ اندر ہی گئے تھے کہ اک مدہوش کرنے والی آواز نے مجھے اپنی طرف مخاطب کیا جب میں اس کی طرف مڑا تو اس نے مجھے سلام بولا میں نے سلام کا جواب دیا یہ ایسا لمحہ تھا کہ ہم دونوں سے ایک لفظ بھی ادا نہیں ہو رہا تھا پھر وہ اک طے شدہ کاغذ مجھے پکڑا کر چلی گئی اور میں اسے حسرت بھری نگاہوں سے جاتا ہوا دیکھتا رہا تھا۔

اتنے میں صاحب مجھے واپس آتے ہوئے دیکھائی دئیے تو میں نے وہ پرچی اپنی جیب میں ڈال لی پھر ہم اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور لاہور کی جانب روانہ ہو گئے شام کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے جوں جوں ہم دور جا رہے تھے میرے پر غنودگی سی چھانے لگی تھی پھر مجھے کوئی خبر نہ تھی کہ میں کہاں ہوں مجھے تب پتہ چلا جب ہم اپنے شہر پہنچ گئے تھے پھر صاحب اپنے گھر میں اپنے گھر چلا گیا میری طبیعت کافی خراب ہو چکی تھی اور میں بستر پر گرتے ہوئے نیند کی گہری وادیوں میں چلا گیا صبح کا سارا دن میں کافی اداس اداس رہا میں اپنی جان کو یاد کر کر کے ہلکان سا ہو رہا تھا آج کا دن میں نے گھر پر ہی گزارا صاحب ہاتھ کا بندہ تھا۔

اس نے کہا ٹھیک ہے اسد تم ریسٹ کرو

میرا دل کر رہا تھا کہ کوئی ایسا لمحہ ہو کہ میں اڑ کر اپنی جان کے پاس چلا جاؤں میری بے چینی میں اضافہ ہونے لگا اور جان کی یاد میں میرے آنسو تک نکل آتے کیونکہ میں اسے پہلی ہی نظر میں اپنے من مندر میں سما چکا تھا اور میں کتنا پیار کرنے لگا تھا یہ تو میں ہی جانتا ہوں حالانکہ میں اس کے نام تک سے واقف نہ تھا۔ پھر اچانک مجھے اس کے دیئے ہوئے کاغذ کا خیال آیا میں نے جلدی سے وہ خط نکالا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

جان سے پیارے اسد۔ صدا مسکراتے رہو

آپ حیران ہونگے کہ مجھے آپ کا نام کیسے معلوم ہوا لیکن پیار کرنے والے کیا کیا کر جاتے یہاں شاید آپ کو یہ معلوم نہیں تمہیں پیارے انداز اور مسکراہٹ دے کر دیکھنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مجھے تم میں اپنا آئیڈیل نظر آیا تھا ایسا آئیڈیل جس کے انتظار میں میں نجانے کب سے تھی اسد جی پہلی ہی نظر میں دل تیرا ہی ہو گیا تھا تمہیں بار بار دیکھنا اور تمہارے سامنے بار بار آنا اور پیار سے اپنی آنکھیں آپ کے دیکھنے پر بند کر لینا میری سچی محبت کی گواہی تھی جب میں نے محسوس کیا آپ بھی میری وجہ سے دیوانے ہو گئے ہیں اور آپ کی نظریں میری ہی متلاشی ہیں تو میں ایکدم کے لیے سہم سی گئی آپ کا ملنا اور آپ کو دیکھنا شاید میری

زندگی کی آخری خواہش تھی جو پوری ہو گئی ہے لیکن مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو جائے گی اسد میرے دل میں سوراخ ہے جب تم سنو گے تو مجھ سے منہ موڑ لو گے لیکن میں آپ کو کسی اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتی میں آپ کے صاحب کی قریبی رشتہ دار ہوں اور صاحب میری عیادت کو بھی آئے تھے میں بارات کے ساتھ نہیں گئی تھی کیونکہ میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی آپ کا صاحب آپ کی کافی تعریفیں کر رہا تھا میں سن کر بہت خوش ہوئی کہ میرا انتخاب بہت اچھا ہے شاید میں چند دنوں کی مہمان ہوں اور آپ کو یادوں کے سوا کچھ نہ فراہم کر سکوں اپنا ہمیشہ ڈھیر سارا خیال رکھنا۔ والسلام۔

آپ کی جان لبنٰی اسد۔

اس کی طرح اس کا نام بھی بہت پسند آیا اور خاص کر اپنا نام اس سے جوڑ نہ مجھے ڈھیروں سکون دے گیا تھا وہ کتنی اچھی تھی کہ مجھے حقیقت سے آگاہ کروایا تھا کتنا خیال تھا اسے میرا کہ مجھے کسی اندھیرے اور غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتی تھی لوگ تو پہلی ہی نظر میں آئی لو یو بول دیتے ہیں اس نے میری ہوتے ہوئے بھی اظہار نہیں کیا تھا اس لیے کہ وہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے گی وہ زیادہ دیر زندگی رہے گی یا نہ مجھے اس سے کوئی غرض نہ تھی بس میرا دل یہی صدا دے رہا تھا کہ جیسے بھی ہو اسے اپنا بنالوں میں نے اپنی جان کے محبت نامہ کئی دیر تک اپنے ہونٹوں اور آنکھوں کو لگائے رکھا اور پھر اپنے پرسنل کاغذات کے ساتھ محفوظ کر لیا پھر میرا کہیں بھی دل نہیں لگتا تھا میں اپنی جان کو ہر وقت یاد کرتا رہتا رابطے کا کوئی وسیلہ نہیں تھا صاحب کے علاوہ کسی اور کے قربت بھی نہ تھی والد نے بچپن میں ہی علیحدگی کر لی تھی اور ماں جہاں پہلے فالج ہونے کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر گئی تھیں۔

ایک دن صاحب کہتے ہیں کہ یار اسد میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں تم پہلے جیسے نہیں رہے بتاؤ نہ میرے بچے تمہیں کیا ہوا کہ صاحب ایک دوست کی طرح مہربان ہونے کے ساتھ ساتھ مجھے اپنے بیٹے کی طرح پیار بھی کرتے تھے کیونکہ وہ میری زندگی سے آگاہ تھے کہ ان کے بن میرا کوئی نہیں تھا۔

میں نے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن آج میں نے صاحب کو جھوٹا بہانہ سنا دیا کہ بس ماں کی یاد آج کل بہت بے چین کرتے ہے وہ بغیر کسی بحث کے مطمئن ہو گئے اور یوں ایک بار پھر سے ہم اپنے دفتری کام میں مصروف ہو گئے ۔ میں اکثر سموکنگ کرنے لگا جس کا صاحب نے سخت نوٹس لیا اور اس بار حقیقت کو جاننے کے لیے کافی زور دیا سموکنگ بڑھی ہوئی شیو۔ اور سائڈ رہنا موسیقی صاحب کو کچھ اور ہی پڑھا رہی تھی ۔ اس بار میں نے صاحب کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا پھر صاحب نے ایسا کر دیکھایا جس کا میں نے کبھی سوچا تک بھی نہ تھا۔

صاحب میرے لیے لبنٰی کا رشتہ مانگ لیا اور میرے ذاتی اسٹیٹس کو جان کر لبنٰی کے والدین نے ہاں کر دی لبنٰی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اس کے والدین اپنے جیتے جی اس کی خوشیاں دیکھنا چاہتے تھے اور اپنی بیٹی کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتے تھے لبنٰی کے پاپا آرمی میں تھے جبکہ لبنٰی اپنی امی کیساتھ رہتی تھی پھر نہایت ہی سادگی کے ساتھ لبنٰی اور میری شادی ہو گئی جس میں میرے

صاحب سرو ہاب کا اہم کردار تھا لبنیٰ بی اے پاس تھی آج حجلہ عروسی میں ایک دوسرے کے سامنے تھے کمرے میں کافی دیر سکوت طاری رہا پھر لبنیٰ کے منہ سے الفاظ آزاد ہوئے۔

اسد یہ جانتے ہوئے بھی کہ میری زندگی آخری ڈگر پر ہے پھر بھی آپ نے اپنے حق میں نقصان اٹھانے کا کیوں سوچا۔

میں نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ریکویسٹ کی کہ جان پلیز آج کے بعد ایسا مت کہنا بلکہ سوچنے کی بھی زحمت مت کرنا زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے تو کیوں مایوس ہوتی ہے جان بس اتنا بتاؤ میرا ہی ہو جانا آپ کو کیسا لگا۔

لبنیٰ نے کہا اسد جان بہت ہی زیادہ اچھا جس کی خواہش میں نے دل میں کی تھی وہ آپ نے پوری کر دکھائی۔

آج کی رات ہم نے خوب باتیں کیں ہمارا پیار ہر نئے دن کے ساتھ بڑھتا گیا جاب پر جانے سے لبنیٰ گھر پر اکیلی ہوتی تھی پھر لبنیٰ کی امی کو بھی میں لے کر آ گیا کیونکہ کہتے ہیں جس گھر میں ماں ہوتی ہے اس میں خدا کی رحمتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے ہمارا گھر ایک بار پھر سے جنت بن گیا تھا ہر منٹ بعد ایک دوسرے کی خبر پوچھنا اور لمبی لمبی کالز ہمارا معمول بن گیا تھا میں نے جان کا پراپر علاج کروانا شروع کر دیا ہر آئے دن کے ساتھ ساتھ ہماری محبت چٹان کی طرح پختہ ہوتی گئی جان کو اکثر سینے میں درد ہوتا تھا لیکن اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا میں بھی اب کافی خوش تھا جان کی محبت روز بروز نکھرتی جا رہی تھی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دلکش اور حسین لگنے لگی میں بھی اپنی جان کی شادابی اور دلکشیوں کو دیکھ دیکھ کر زندگی سے محظوظ ہوتا رہا۔

ہماری شادی کو ایک سال ہونے کو تھا کہ ایک دن جب میں آفس میں تھا کہ میری ساس نے کہا۔ آپ جلدی گھر آ جاؤ وہ کافی گھبرائی ہوئی تھیں اس کی آواز اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی اس نے اپنی تمام تو تو کو یکی کرتے ہوئے کہا کہ بس لبنیٰ کی طبیعت کافی خراب ہے آپ جلدی گھر آ جائیں۔

پھر جیسے کر کے میں گھر پہنچا یہ تو بس میں ہی جانتا تھا جان کی حالت میرے سے دیکھی نہ جا رہی تھی جیسے تیسے میں اسے شہر کے مشہور ہسپتال میں لے گیا ایک جاننے والے کی مدد سے جلدی ہی جان کو ایمرجنسی میں ایڈمٹ کروا دیا میں کافی پریشان تھا میں دل ہی دل میں رو رہا تھا اپنی جان کے لیے خدا سے دعائیں مانگ رہا تھا ایک گھنٹے کے کٹھن دورانئے کے بعد لیڈی ڈاکٹر میرے پاس آئی اور بولی۔

اسد صاحب مبارک ہو آپ بیٹے کے باپ بن گئے ہیں اور آپ کی بیوی بالکل پرسکون ہے یہ سننا تھا کہ میں ہواؤں میں دوش اڑنے لگا۔

لبنیٰ کی امی میرے پاس ہی کھڑی تھی وہ بھی خوش خبری سن کر کافی شاد ہو رہی تھیں یہ دن میری زندگی کا بہترین دن تھا آج میں جتنا خوش تھا یہ بس میں ہی جانتا تھا۔ آکاش بھائی رشتوں میں تو کمی سی تھی لیکن آج ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے میری زندگی میں کسی بھی چیز کی کمی نہ رہی ہو۔

دو دن بعد ہمیں چھٹی مل گئی میں نے دفتر سے چھٹی لے لی اور اپنی جان کے پاس رہنے لگا تا کہ اسے کوئی مسئلہ یا مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے

ہم نے اپنے بیٹے کا نام علی رکھا جو کہ بہت زیادہ خوبصورت تھا آہستہ آہستہ جان کی صحت بحال ہونے لگی ایک بار پھر سے انہوں نے گھر کے کام سنبھالنا شروع کر دیئے اور میں پھر سے آفس جانے لگا اس ننھی سی جان کے آنے سے ہماری زندگی کو چار چاند لگ گئے تھے اور ہماری چاہت اور محبت میں پختگی آ گئی تھی۔

کہتے ہیں برا وقت بتا کر نہیں آتا پھر ایسا ہو گیا تھا کہ جو میرے تصور میں بھی نہ تھا۔

ایک دن جب میں ڈیوٹی پر تھا اور آفس ورک میں مصروف تھا ایسی کال موصول ہوئی جو میرے لیے ایٹم بم کے مترادف تھی وہ میرا ہمسایا تھا جو بتا رہا تھا کہ آپ کی لبنیٰ کے سینے میں درد اٹھا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا اور وہ ہسپتال جانے سے پہلے ہی اس فانی دنیا کو خیر آباد کہہ گئی اس کی نظروں میں ایک انتظار تھا صرف اسد کے دیدار کا جو آج پورا نہ ہو سکا وہ کیا کیا بولتا رہا مجھے کوئی خبر نہ تھی میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا اور مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کیا ہوں جب مجھے ہوش آیا تو میری جان کی میت تدفین کے لیے تیار تھی میں اس سے لپٹ کر دیوانوں کی طرح رونے لگا لوگ مجھے دلاسہ دیتے رہے لیکن میں مسلسل روتا رہا یوں میری آنکھوں کے سامنے میری زندگی میرے پیار کو منوں مٹی میں دفن کر دیا گیا۔

میری زندگی سے کٹ گئی میں اب اپنی ہی دنیا میں رہتا ہوں بس میری جان ہمیشہ کہتی تھی اسد علی کا ہمیشہ خیال رکھنا اور میں آج بھی اس کا وعدہ نبھا رہا ہوں دوستو کافی اصرار کے باوجود بھی نوجوان ہونے کے باوجود بھی شادی نہیں کی اور نہ ہی کروں گا آکاش بھائی یہ تھی میری کہانی۔

اس کی کہانی سن کر میں بھی اپنے آنسو نہ روک سکا اور دل ہی دل میں اس کی محبت کو سیلوٹ کیا یوں پھر وہ اور میں اپنی منزل پر چل دیئے۔

دوستو کیسی لگی آپ کو لبنیٰ اور اسد کی کہانی آپ کی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا آپ میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں ان کے لیے آپ سب کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں۔

والسلام۔ ایم عمر دراز آکاش۔

غزل

تو شریک سخن نہیں تو کیا
ہم سخن تیری خامشی ہے ابھی
یاد کے بے نشاں جزیرے سے
تیری آواز آتی ہے ابھی
شہر کی بے چراغ گلیوں میں
زندگی تجھے ڈھونڈ رہی ہے ابھی
سو گئے لوگ اس حویلی کے
اک کھڑکی مگر کھلی ہے ابھی
وقت ضرور اچھا آئے گا رسوا
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

☆ ---- وارث آصف خان نیازی۔ واں بھچراں

غزل

بدلتی رت کا اشارہ دیکھتے ہیں
اب کیسے گزارا ہو گا یہ دیکھتے ہیں
محبت کی رسم بھی کتنی عجیب ہے
جانے والے پلٹ کے دوبارہ دیکھتے ہیں
ڈوبنے والے ڈوبنے سے ذرا پہلے
اک امید پہ کنارہ دیکھتے ہیں
کیا محبت ہمیں بھی راس آئے گی
آؤ اپنا اپنا کنارہ دیکھتے ہیں

☆ ---- جنید اقبال۔ اٹک

کرب کے دن رات

--تحریر۔ عارف شہزاد۔ صادق آباد۔ 0315.6736148

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آج پھر جواب عرض کی محفل میں ایک کہانی کرب کے دن رات کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ میرے کہانیوں کی طرح اس کہانی کو بھی پسند کیا جائے گا میری کہانیوں کے اشاعت پر بہت سے قارئین نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کو میری کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں اور میں ہر ماہ جواب عرض میں لکھا کروں اور میں ان قارئین کے لیے لکھتا رہوں گا چاہے اس کے لیے مجھے کتنی ہی محنت کیوں نہ کرنا پڑے۔ ہاں تو قارئین کرام میری یہ کہانی آپ کو کیسی لگی اس کے بارے میں بھی مجھے اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

زندگی کی کہانی بھی بڑی عجیب ہوتی ہے اگر زندگی کے عورمل کو محسوسات میں تبدیل کر لیا جائے تو زندگی اپنے وجود کا پتہ دیتی ہے اور اگر اسکے ساتھ زندگی میں دلفریب چاہتوں کا رس گھول دیا جائے تو یہی زندگی چھوم رکھتی ہے لیکن جب گردش وصال کے نشیب وفراز کے سبب کرب لہریں دوڑنے لگیں تو یہی زندگی عذاب بن کر پردے وجود کو نا سوچ میں تبدیل کر دیتی ہے۔

کاشف نے زندگی تو پالی تھی لیکن وہ زندگی کے معنی سے دور زندگی گزارنے کے اصول سے ہمیشہ نا آشنا رہا ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی بے رحم وقت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا اس نے جب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا تو خواہشات کا ایک سمندر جو اس کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا نجانے کب اور کیسے خود بخود ہی ساکن ہو گیا اور پھر کاشف کی تمام خواہشات ایک ایک کر کے دم توڑتی چلی گئی وہ جن کے لیے تڑپتا رہا وہی اس پر انگلیاں اٹھاتے رہے جن کے لیے اس نے اپنے ارمانوں کا خون کیا اور اپنے جذبات کو دفن کیا اور اپنی ذات کے حصار کو دوسری کی خوشیوں کو اپنی ذات میں منتقل کیا وہی اس کے ٹوٹنے اور بکھرنے کا تماشہ دیکھتے رہے ایسے جیسے وہ اپنی آرزو کے چراغ کبھی روشن نہ کر سکا جب دوسروں کی خواہشات کا احترام اس کی رگ رگ میں سما گیا تو پھر نہ وہ اپنا بن سکا اور نہ ہی دوسروں کا بلکہ ایک گم کردہ راہ کا مسافر بن کے رہ گیا۔

ہجوم بڑھتا گیا آوازوں کا
میری زندگی کی خاموشی نہ گئی

کاشف نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا

ہی تھا کہ کسی انجانی قوت نے اسے بغاوت کرنے پر آمادہ کرلیا۔اور بغاوت بھی اپنی ہی خونی رشتوں سے اور وہ بھی ایسے حالات میں جب اسکے گھر والوں کو اس کی اسد ضرورت تھی کیونکہ وہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے ایک باپ کی حیثیت رکھتا تھا۔

آٹھ سال قبل جب وہ پانچویں کلاس کا طالب علم تھا تو اس کا باپ ایک معمولی سے صدمہ کا بوجھ بھی نہ برداشت کر سکا اور ایک دن ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے روٹھ گیا ایسے حالات میں بچوں کے پیٹ پالنے کا ہر گھر کی دہلیز پار کرنی پڑی اس ماں کو جس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ وہ لوگوں کے گھروں میں کام کرے گی اس عظیم ماں نے اپنے بچوں کی خاطر ہمیشہ کے لیے بیوگی کا لبادہ اوڑھ لیا اور دن رات محنت کر کے ان کی اچھی تربیت کر کے ان کا معاشرے میں ایک مقام بنانے کی خواہش میں اپنا جیون تیاگ دیا۔

کاشف نجانے کب کیوں اور کیسے بدل گیا شاید وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا تھا اس کے اندر ایسی کوئی لو نہیں پھوٹ پا رہی تھی کہ وہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی محبت کو دیکھ پایا انکے سروں پر دست شفقت رکھتا۔

ایک دن خود ہی ٹوٹ پھوٹ گیا
ایک تعلق کو جوڑتے جوڑتے میں

کاشف کی چھوٹی بہن یار یہ اس سے بہت اٹیچ ہوتی تھی بہت پیار کرتی تھی وہ اکثر اس کے ساتھ کھیلتی تھی جبکہ اس کا بھائی محسن معمولی سے رویے سے پیش آتا تھا بعض اوقات کاشف نجانے کن سوچوں میں گم ہو جاتا اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس ڈگر پر چل نکلا ہے۔

وہ بھی یہ فاصلے طے بھی نہیں کر پایا تھا کہ کسی کی خاموش نگاہوں میں اس کے اندر دستک دے دی اس نے کاشف کو اپنی گرفت میں اس طرح قابو کر لیا کہ جیسے کوئی ماہر شہر سوار کسی بے لگام گھوڑے کو قابو میں کر لیتا ہے حالانکہ وہ زندگی کی تمام رنگینیوں اور جذبات سے عادی ہو چکا تھا لیکن رامین جو اس کی کزن تھی اسکی زندگی میں داخلے سے وہ خود کو بدلتا ہوا محسوس کرنے لگا اسکی بجھی بجھی سی آنکھیں پھر سے چمکنے لگی تھی پھر وقت کے ساتھ ساتھ سب باتوں اور حالات کی نزاکت کی پرواہ کیے بغیر ہی اسے چاہنے لگا اپنی تمام سچائیوں اور جذبوں کے ساتھ ۔اور پھر جب کاشف کی ماں اپنے بیٹے کی خوشیوں کی خاطر جھولی پھیلائے اپنے بھائی کے گھر گئی تو دنیا کے رسم رواج کے سامنے اس کی غربت دیوار بن گئی اور اس کی ماں ناکام آرزو کی کشکول اٹھائے واپس لوٹ آئی۔ کیونکہ اس بڑے بھائی نے جس روکھے پن کا مظاہرہ کیا تھا کاشف کی امی کو اس کی ہرگز توقع نہیں تھی رامین کے گھر والوں نے انکار کے بعد کاشف کے اندر کی بغاوت جو ابھی تک پوری طرح سے اس کے اندر دفن نہیں ہوئی تھی کہ ایسی شدت اختیار کر گئی کہ اس کی ضد نے اسے اپنی سرزمین سے بھی متنفر کر دیا پھر نہیں معلوم وقت مہربان ہوا یا کسی کی بد دعا لگی وہ اپنی ضد کے ہاتھوں مجبور اپنی سرزمین اپنے لوگوں کی جنہیں اس کی اشد ضرورت تھی انہیں بے یار مددگار تنہائیوں کے سمندر میں غرق کر کے ہزاروں میل دور دریا میں چلا گیا یہاں بھی قسمت اس سے روٹھی ہوئی ملی وہ اور اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا وہ دیار غیر میں رامین کو یاد کر کے رونے لگ جاتا تھا۔

ٹپ ٹپ ٹپ ٹپ
ٹپ ٹپ ٹپکا آنکھ سے آنسو
پھر بھی نہ ملنے آیا تو
گرا جو زمین پہ وہ میرا آنسو تھا
جسے تو نے سمجھا کوئی اور نہیں تھا
پاگل تھا جو میں تیرے لیے بیٹھا تھا
دھڑکا جو دل میرا تیرے لیے
دھک دھک دھک دھک
ٹپ ٹپ ٹپکا آنکھ سے آنسو
پھر بھی نہ ملنے آیا تو
پیار کیا اور چین نہ پایا
دل کو ایک بے درد تباہیا
میری زندگی میں وہ دود لایا
ہر ایک شعر اپنا جس پہ لٹایا
پیار کیا اور چین نہ پایا
ٹپ ٹپ ٹپ ٹپ
ٹپ ٹپ ٹپکا آنکھ سے آنسو
پھر بھی نہ ملنے آیا تو
پنگھ پر اب یاد کرو گے
جب بھی گھر آباد کرو گے
کیسے دل کو شاد کرو گے
صدمہ ہے مجھے اے یار تیرے جانے کا
گرا جو زمین پہ وہ میرا آنسو تھا
جسے تو نے سمجھا کوئی اور نہیں تھا
پاگل تھا میں جو تیرے لیے بیٹھا تھا
دھڑکا جو دل میرا تیرے لیے
دھک دھک دھک دھک
ہاں ٹپ ٹپ ٹپکا آنکھ سے آنسو
پھر بھی نہ ملنے آیا تو

نئی جگہ نئے لوگوں کے بے کراں ہجوم میں تنہائی کا کرب اسے کھانے لگا اسے کسی پل بھی چین نہیں آیا یہاں پر آنے کے بعد شروع کے دنوں میں اسے یوں محسوس ہوا جیسے زندگی نام کی شے صرف امیروں کے لیے ہی ہوتی ہے اور وہ ان کے اشاروں پر ہی ناچتی ہے جبکہ غریب لوگ زندگی کے اشاروں پر ناچتے ہیں یہ بات سوچ سوچ کر وہ حالات کے ہاتھوں قید میں مقید ہو کر رہ گیا اس سے میں وہ یہ بھی نہ کر پایا کہ اگر مسکن نہیں بنتا تو مرقد ہی بنائے بار بار کوشش کے باوجود کاشف زندگی سے فرار حاصل نہ کر سکا۔

کوئی انجانی قوم اسے زندہ رہنے پر مجبور کرتی رہی کاشف جواں اور خوبرو تھا لیکن غربت اور حالات کی در بدر کی خاک چھاننے کے لیے یوں ہو گیا کہ جیسے وہ کسی راہ کا پتھر ہو کاشف کے اپنے وطن میں جو دن گزرتے تھے سو گزرے دیدار دیار و غیر میں بھی اسکی ضد بغاوت کرنے پر اکساتی رہی اب وہ اپنوں سے بھی دور تھا پھر بھی کون سی بغاوت تھی جو ضد بن کر اسکی جوان زندگی میں دربدر کی اندر سے نقلاب برپا کرنا چاہتی تھی۔

کاشف کو اس بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا جلد ہی چند دنوں کی بھوک پیاس اور کھلے آسماں کی چھت تلے گزرے ہوئے لمحات نے اس کی ضد کو شکست میں تبدیل کر دیا اور اسکے اندر جو اپنوں سے بغاوت کے جذبات سر ابھارے بیٹھے تھے سرد پڑ گئے کاشف اکثر سوچتا کے ممکن ہے یہ سب کچھ ان سے دوری کے احساس کے سبب ہوا۔

آہستہ آہستہ پھر سے اس کے اندر زندہ رہنے کی امنگ پیدا ہونے لگی اپنی تنہائی کا غم مٹانے کے لیے اپنے اردگرد پھیلے لوگوں کی طرف

بڑھنے لگا ان سے ملنے جلنے لگا مگر یہ سب کچھ بے سود رہی لوگ اس کے ساتھ بے رخی کے ساتھ پیش آتے بے رخی کا مظاہرہ کرتے ان کے ایسے بدصورت رویوں نے اسے پھر سے تنہائی کا احساس دلانا شروع کر دیا ہے۔

وہ خود کو بکھرتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ پردیس میں تو باپ بیٹے کا نہیں اور نہ ہی بیٹا باپ کا یہاں پر تو پیسے روپے کی حرص اس قدر ہے کہ لوگ خونی رشتوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنوں کو چھوڑ کر آیا تھا اور اسے ذرہ بھی احساس نہ ہوا تھا کہ اس کے اپنے اسے کتنا یاد کرتے ہیں اس کی جدائی کا درد کس طرح برداشت کرتے ہوں گے اسی خیال کے ساتھ اس کی سوئی امنگوں نے نئی کروٹ بدلی اس کے دل کے نہال خانے سے انجانی خواہش نہ جنم لینا شروع کر دیا آگہی اور شعور کی لو پھوٹنے لگی اس کی اندھی ضد نے بالا آخر پاگل من کے اندر گھٹ گھٹ کر دم توڑ دیا اور وہ زندگی کے آموز سمجھنے لگا اپنوں کی جدائی کی تڑپ کے ساتھ ساتھ اسے بچھڑا ہوا چہرہ بھی یاد آنے لگا جس نے اس کی تاریک راتوں اور ویران زندگی میں اپنی چاہتوں کے پھول نچھاور کیے تھے۔

کاشف اب اسے بھی یاد کرنے لگا تھا گو کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب وہ اس کا حاصل نہیں رہی مگر دل کے دستور بھی عجیب ہوتے ہیں جنہیں ہم نہیں چاہتے وہ ہمارا مقدر بن جاتے ہیں اور جنہیں ہم چاہتے ہیں وہ کسی اور کے ہو کر رہ جاتے ہیں یہ بات سوچتے ہوئے نجانے اس کے دل میں اسے کیا سمجھایا کہ وہ مایوس اور ناامیدی اور بے بس کا لبادہ اوڑھ کر سو گیا۔ کیوں کہ اس کی کزن رامین کی شادی ہو چکی تھی وہ اب ایسے مسافر کی طرح تھا جو گم کردہ منزل ہو اور اسے منزل کی جستجو ہو اس کے اندر ایک تبدیلی رونما ہو چکی تھی وہ اب تیزی کے ساتھ فاصلوں کو عبور کرنا چاہتا تھا لیکن ظالم وقت نے اسے اسیر کر دیا تھا وہ بے بس اور لاچارگی کے عالم میں منزل کی طرف آرزو ہی کر سکتا تھا اس کی حالت اس مسافر کی طرح تھی جو کہ ایسی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا جو کبھی چلی ہی نہ ہو۔

کاشف کو اب اپنوں کی یاد بھی شدت سے ستانے لگی تھی دوری کے احساس نے اس کے اندر اپنوں کی محبت کو بیدار کر دیا تھا جو لحہ بہ لمحہ شدت اختیار کرنے لگی پھر کاشف بدصورت رویوں کی پرواہ کیے بغیر ہی ہر انسان سے پیار کرنے لگا اسے ہر طرف سے خوبصورت لوگ ہی نظر آنے لگے تھے اور تصور ہی تصور میں وہ زندگی کی حقیقتوں میں خوشیوں کے رنگ بھرنے کی کوشش کرنے لگا۔

پھر یہاں پردیس میں کاشف کو دوسروں کی زندگی پر رشک آنے لگا وہ خود کو بھی ان لوگوں کی قطار میں خود کو دیکھنا چاہتا تھا وہ کچھ بننا چاہتا تھا بہت آگے جانا چاہتا تھا لیکن کبھی کبھار کوئی انجانا خوف اسے یہ احساس دلاتا کہ شاید وہ زندگی کے خوبصورت لمحوں کو چھوڑ کر ان میں حقیقتوں کے رنگ نہ بھر سکے گا۔ کیوں کہ کڑی دھوپ کی چادر اور سایہ رات کے سائے کئی سال تک اس کا مقدر بنے رہے تھے اس کربناک عرصے تک اسے کسی ہمسفر کی کمی محسوس ہونے لگی یوں تو یاس پر اسے کئی ہم سفر ملے جو ساتھ چلنے کا دعویٰ کرتے رہے مگر ان کی خالی جیب اور غربت کی دیوار ان

عارضی ہمنواؤں کے درمیان حائل رہی کاشف کا دیار غیر میں سفر طویل سے طویل تر ہوتا گیا اس سفر میں اسے ایک ایسا ہم سفر ملا جس نے اس کے کرب کو محسوس کیا مگر کاشف کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ اس کی محبت تھی یا ہمدردی اور کاشف پھر سے زندگی کا تانہ بانہ جوڑنے لگا۔ لیکن اس کی زندگی میں ابھی اور بھی بدقسمتیاں اپنا دامن پھیلائے ہوئے کھڑی تھیں۔

وہ اس دوراہے پر پہنچ گیا تھا کہ جہاں کسی ایک راہ کا انتخاب کرنا تھا مگر اس سے قبل کہ وہ فیصلہ کرتا وہ ہمسفر بنا بتائے اپنی اور راہ پر چل پڑا۔ یہ کیا کاشف حیران ہو گیا وہ خود کلامی میں بڑبڑانے لگا انہوں نے اسے ساتھ چلنے کا کہا نہ ہی خدا حافظ بلکہ اس ساتھی نے تو مڑ کر بھی دیکھنا گوارہ نہیں کیا ممکن ہے وہ مڑ کر دیکھتا تو کاشف بھی اس کے ساتھ چل پڑتا مگر وہ تو بہت نکل چکا تھا کاشف کو تنہا کھڑے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ کسی المیہ کہانی کا کردار ہو مگر اسکا یہ خیال یہی تک محدود رہا کیونکہ وہ اب ایک فیصلے کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اسے اپنوں سے بچھڑے ہوئے دس سال گزر چکے تھے وہ وطن جس کی مٹی کی خوشبو اب اس کی آنسوؤں میں رچی بسی محسوس ہونے لگی اور وہ اپنے بھی جن کے سارے خواب اس سے وابستہ تھے اور وہ اپنے بھی جن سے کبھی وہ بغاوت کرنا چاہتا تھا وہ سب کچھ ماضی میں بدلتا ہوا محسوس ہونے لگا ان گزرے ہوئے دس سالوں میں وہ بہن بھائی جنہیں وہ کبھی کبھار اپنی گود میں اٹھا کر کھلاتا تھا جواب جوان ہو چکے تھے اور اکثر کاشف کے فون کرنے پر خود رسیور اٹھاتے تھے اور بڑے بھائی سے بات کرتے اور اس کی واپسی کا اصرار کرتے وقت اس قدر تیزی سے گزرا کہ سالوں میں سمٹ گیا کاشف کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔

وہ سب حقیقیں بکھر چکی تھیں وہ سب خواب ریزہ ریزہ ہو چکے تھے اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا سوائے جذبوں کے جواب اس کے اندر سر ابھار کر اسے اپنوں کی جدائی کے کرب میں مبتلا کر چکے تھے۔ کاشف ان کے پاس کیسے واپس جاتا کیونکہ وہ کچھ بھی تو نہ بن پایا تھا وہ یہ سوچ کر پریشان ہونے لگا کیونکہ اب تو وہ ان کے خوابوں کا مرکز تھا اس کی آنکھیں تو خواب دیکھتے دیکھتے پتھرا چکی تھیں لیکن ان کے اپنوں کی آنکھوں میں بھی ان دیکھے خواب روشن تھے کیا وہ ان کے خوابوں کو تعبیر دے پائے گا یہ سوچتے ہوئے اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں سے پانی کے دو قطرے نکل کر اس کے رخساروں پر آ بیٹھتے اور اب کاشف زندگی کے اس موڑ پر آن کھڑا تھا جہاں اس کے سارے خواب ساری خواہشات بے معنی دکھائی دینے لگی اس کا ماضی ایک بے عنوان کہانی بن چکا تھا مگر رسیور اٹھانے والے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اس کی واپسی کے لیے اصرار کرنے والا ان کا معصوم لہجہ اسے واپسی پر مجبور کر رہا تھا۔

کاشف کے اندر ایک بڑی تبدیلی نے کروٹ بدل لی تھی وہ اب اپنوں میں جانا چاہتا تھا تا کہ اس کے وجود سے ایک نئی کہانی جنم لے سکے اور ایسی کہانی جو بلا عنوان نہ ہو ایسی کہانی جس کا انجام خوبصورت خوابوں کی تعبیر ہو خواب اس کے نہ سہی لیکن خواب دیکھنے والی معصوم آنکھیں تو اس کے اپنوں کی ہی ہے یہ سوچتے ہوئے کہ ان آنکھوں میں اس کی خواہشات کی ایک چمک ہے

انہیں خیالوں میں گم رہنے لگا اس کے اپنے معصوم چہرے اس کے منتظر تھے جو اسکا مستقبل ہیں مگر افسوس کاشف ایک دن انہیں خیالوں میں گم شارع کارنش عبور کر رہا تھا کہ ایک تیز رفتار بس نے اسے کچل دیا تھا۔

عینی شاہد کا کہنا ہے کہ وہ خون میں لت پت زندگی کی آخری سانسوں میں تڑپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔رکو۔۔رکو میں آرہا ہوں تاکہ اپنی زندگی سے حاصل ہونے والے تلخ تجربوں سے تمہیں ایک شاندار مستقبل عطا کر سکوں تاکہ تمہارے خوابوں کو تعبیر دے سکوں اور زندگی کو منزل مل سکے لیکن کاشف ایک المیہ کہانی کا کردار بن کر ہسپتال تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی اور منزل کا مسافر بن گیا۔قارئین یہ تھی میرے دوست کاشف کی درد ناک داستاں جو مجھے اس کے بھائی محسن نے بتائی اور جواب عرض میں لکھنے کا کہا آپ سب کو پسند آئی ہوگی آپ اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

غزل

اس طرح سے ہر اک زخم خوشنما دیکھے
وہ آئے تو مجھے اب بھی ہرا بھرا دیکھے
گزر گئے ہیں بہت دن رفاقت شب میں
اب عمر ہو گئی چہرہ وہ چاند سا دیکھے
مرے سکو سے جس کو گلہ رہے کیا کیا
بڑتے وقت ان آنکھوں کا بولنا دیکھے
میرے سوا بھی کئی رنگ خوش نظر تھے
تجھ کو دیکھ چکا ہو وہ اور کیا دیکھے
تجھے عزیز تھا اور میں نے اس کو جیت لیا
میری طرف بھی تو اک پل تیرا خدا دیکھے
☆ ——— رابی خان-پشاور

مجھے بھول جانے کا شکریہ

یہی راہِ وفا کی سلیب پر دو قدم اٹھانے کا شکریہ
بڑا پرخطر تھا یہ راستہ تیرا لوٹ جانے کا شکریہ
جو اداس ہیں تیرے ہجر میں جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی
سر بزم انہیں دیکھ کر تیرا مسکرانے کا شکریہ
تیری یاد کس کس بھیس میں میرے شعر و نغمہ میں ڈھل گئی
یہ کمال تھا تیری یاد کا مجھے یاد آنے کا شکریہ
جو زمانے بھر کا اصول تھا وہ اصول تو نے نبھاہ دیا
یہی رسم ٹھہرے گی معتبر مجھے بھول جانے کا شکریہ
☆ ——— فرید علی نہی-سیت پور

محبت اب نہیں ہوگی

میری حسرت کے جنازے کو اٹھانے والے
کتنے بے درد ہیں یہ لوگ زمانے والے
کوئی اپنا نہیں مطلب کی ہے دنیا ساری
اب کہاں ملتے ہیں وہ یار پرانے والے
میں دعاگو ہوں سدا نیند ہو مبارک تجھ کو
ہجر کا درد مجھے دے کے جگانے والے
بس یہی سوچ کے ہر بار مناتا ہوں تجھے
لوٹ کے آتے نہیں روٹھ کے جانے والے
ان کے سینوں میں کبھی جھانک کے دیکھو تو سہی
کتنے افسردہ ہیں اوروں کو ہنسانے والے
☆ ——— فرید علی نہی-سیت پور

بڑی حسین رات تھی

چراغ و آفتاب گم بڑی حسین رات تھی
شباب کا نقاب گم بڑی حسین رات تھی
مجھے پلا رہے تھے وہ کہ خود ہی شمع بجھ گئی
گلاس گم شراب گم بڑی حسین رات تھی
لبوں سے لب جو مل گئے بوں سے لب جو سل گئے
سوال گم جواب گم بڑی حسین رات تھی
لکھا تھا جس کتاب میں کہ عشق تو حرام ہے
فرید وہ کتاب گم نصیب گم بڑی حسین رات تھی
☆ ——— فرید علی نہی-سیت پور

ہے فراڈ مطلب شک وشبہ ذات پات لڑائی جھگڑا بیحد محبت میں مر مٹنا تاج وتخت ٹھکرانا۔

عزیز و وقارب بھول جانا نا جانے کیا کیا محبت میں ہوتا ہے آتا ہے اور سہنا پڑتا ہے پیچھے بہت ساری باتیں اس محبت میں آجاتی ہیں بہت سارے مسائل جنم لیتے ہیں کوئی محبت کے معیار پر اترتا ہے تو کوئی ادھورا رہ جاتا ہے کیا لکھوں محبت کیا ہے کوئی ایسی قلم نہیں میرے پاس کوئی ایسی زبان نہیں میرے پاس نہ ہی کوئی کاغذ ہے میرے پاس نہ ہی کوئی دماغ میں سوچ کی دنیا میں محبت پہ کچھ لکھوں بس دل کی بہلانے کے واسطے چند ٹوٹے الفاظوں کو مل جل نقل شکل کر کے ایک پیپر گراف تیار کر کے آپ قارئین کرام کے حوصلہ افزائی پہ زیر نظر کرتا ہوں چھوٹا منہ بڑی بات آؤ اب کہانی کی طرف چلتے ہیں یہ کہانی چھوٹے سے شہر میں محبت کی ایک جھلک عیاں ہوئی محبت ہر جگہ موجود دائم قائم ہے۔

ایک نور مانی لڑکا حسین خوبصورت سمارٹ اچھے خاندان سے تعلق رکھنے والا اسکول کے دور سے ہی گرز اسکول کے ایک خوبصورت پیاری سی لڑکی سے محبت ہوگئی اس لڑکی کا نام صبا بہت یہ حسین خوبصورت معصوم غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی وہ بھی نور کے ساتھ محبت کرنے لگی ایک دوسرے کو حد سے زیادہ چاہنے لگے لیکن نور کی نسبت صبا کے دل میں نور کے لیے اتنی محبت نہ تھی جتنا کہ نور صبا سے محبت کرتا تھا یہ تو محبت میں پرائی باتیں ہیں آج کس جگہ پر ملے اور کل کس جگہ پر ملے تحفے تحائف دینا پیار بھری باتیں خط وکتابت یہ ان میں بھی پایا گیا۔ایک دوسرے کو محبت کی نشانیاں بھی دی گئیں محبت پروان چڑھ گئی۔

وعدے معاہدے وعدے کیئے گئے ایک دوسرے سے دوری برداشت نہ ہو پاتی دیدار کیے بغیر سکون نہ ملے مجبور ہو کر نور نے صبا سے شادی کا دعویٰ کیا لیکن ہوا اس کے برعکس کیوں کہ نور کی منگنی اپنی کزن سے پہلے ہو چکی تھی نور کے گھر والے نور سے بگڑ گئے تھے ایسا کبھی نہ ہوگا تمہاری منگنی ہو چکی ہے یہ قصہ صبا کے کانوں میں بھی آ لگا صبا اپنی منزل کو آگے بڑھانے کے بجانے پیچھے کی طرف جانے لگی نور صبا کو ملنے کے لیے کہتا تو صبا انکار کر دیتی تھی اگر اتفاق سے صبا نور سے مل بھی گئی تو صبا بے رخی کے انداز میں رہتی تھی۔

آخر ایک دو دن کے اندر نور بھی سمجھ گیا کہ صبا بھی منہ موڑ گئی ہے نور جب بھی صبا سے ملاقات کے لیے کہتا تو صبا آسرے یہ آسرا دلاسے یہ دلاسہ دیتے ہوئے ٹالتی رہی آخر کار نور سمجھ گیا صبا مجھ سے جدائی اختیار کر رہی ہے نور کے لیے یہ صدمہ ثابت ہوا بیگانہ سا رہنے لگا سوچوں میں گم سم ہر کسی سے صبا کی باتیں کرتا رہتا اب کیا ہوگا کیا کروں کیسے کروں کبھی دوستوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا تو کبھی رشتے داروں کے ساتھ صبا کی بے وفائی کے تذکرے کرتا رہتا لیکن کسی سے اس کو معقول جواب نہیں ملا یوں ہی کچھ انجان راہوں پہ چل نکل جاتا تو کبھی تنہائی میں بیٹھ کر تو لیتا سسک سسک کر گھر لوٹ جاتا جیسے اس کو یہ دنیا اجڑی اجڑی سی اور ویران لگ رہی ہو۔اکیلا تنہا ہو گیا نور کے سوچ و سمجھ کے صلاحیت تندرہ گئے۔ مجبور ہو کر اس نے خودکشی کرنے کے واسطے زہر پی لیا اور گھر والوں کو پتہ چلتے ہی نور کو ہسپتال میں لے جایا گیا۔

منصوب تھے جو لوگ میری زندگی کے ساتھ

اکثر وہی ملے ہیں بڑی بے رخی کے ساتھ
یوں تو ہنس پڑتا ہوں تمہارے لیے
مگر کتنے ستارے ٹوٹ پڑے اک ہنستی کے ساتھ

ادھر یہ خبر صبا تک پہنچی کے نور نے تیرے لیے خودکشی کر لی لیکن صبا نور کو دیکھنے کے لیے تو دور کی بات کسی اور سے نور کا حال پوچھنا بھی گوارہ نہ کیا نور کی طبیعت اب کیسی ہے ادھر نور ہسپتال میں زندگی وموت کی کشمکش میں ایمرجنسی وارڈ میں اپنی سانسوں کی گھڑیاں بیتا رہا تھا باہر نور کے ماں باپ بہن بھائی رشتے دار سارے ہی رو بھی رہے تھے اور دعائیں بھی کر رہے تھے کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹر وارڈ سے باہر آ کر نور کے رشتے داروں سے کہتا ہے اب نور خطرے سے باہر ہے پریشان نہ ہوں۔

موت مانگتے ہیں تو زندگی خفا ہو جاتی ہے
زہر پیتے ہیں تو وہ بھی دوا ہو جاتی ہے
تو نور ہی بتا اے میرے دوست کیا کروں
جس چیز کو بھی چاہتے ہیں وہی بیوفا ہو جاتی ہے

دو تین گھنٹے کے بعد ان کو ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا نور کو گھر لے گئے دوسرے دن نور کو اپنے ماں باپ بہن بھائی رشتے دار سمجھانے لگے جس کی خاطر تم نے خودکشی کی وہ تمہیں دیکھنے تک نہ آیا اور پوچھنے تک نہ آیا نہ ہی کسی اور سے نہ تیرا حال احوال پوچھا تو تم اس کے لیے اتنا کچھ کیوں کر رہے ہو یہ بھی جانتے ہوئے خودکشی حرام ہے یہ بوڑھے ماں باپ بہن بھائی سب کے سب تیرے ساتھ ہیں ان کا کیا ہوگا۔کچھ سمجھو نور ایسا نہ کرو نور مکاطب ہونے لگا آئندہ ایسا نہ کروں گا مگر غلطی ہوئی بھول ہوگئی واقعی اتنا تو کرتی مجھے دیکھنے آتی دیکھنے نہ سہی کسی اور سے پوچھ لیتی اس کو تو اتنا بھی ترس نہیں آیا تو اب میں اس کے پیچھے نہیں جاؤں گا کہنے کو تو کہتے ہیں سبھی اس کی یادیں بھول جاؤں اس کو بھول جاؤں جو کچھ ہوا سب کچھ بھول جاؤں کہنے والے کہہ دئے اب جا کے اس سے پوچھ وہ کیسی زندگی گزار رہا ہے کیسے اس کو بھول جائے جس سے اس نے محبت کی وہ بھی سچی محبت جس کی جس کے ساتھ اٹھنا بیٹھا پیار بھری باتیں کرنا نشانیاں تحفے تحائف خط وکتابت ایک بات ایک لمحہ ایک گھڑی ہو تو بھول جاؤں جو انسان دوسرے انسان کے ساتھ پوری زندگی گزارنا چاہتا ہو وہ کیسے تنہا جی سکتا ہے اسی اثنا میں دو تین مہینے گزر گئے نور صبا میں نہ رابطے نہ ملاقات نہ خط وکتابت وغیرہ نہ ہوئی شام کا ٹائم تھا نور صبا کے گھر کی گلی میں سے گزر رہا تھا کہ صبا دروازے پہ کھڑی ایک لڑکے سے بات کر رہی تھی نور کی آنکھ پڑتے ہی اس صبا کے گھر میں گھس گئی نور تھا جلدی میں اس لڑکے تک پہنچا تو آواز دے کر روکا دونوں ایک دوسرے سے متعارف ہوئے نور نے اس سے اس کا نام پوچھا اس نے اپنا نام جمیل بتا دیا پھر نور نے سوال کیا صبا کے ساتھ تیرا کیا رشتہ واسطہ ہے جو اس سے باتیں وہ بھی دروازے میں کھڑے ہو جر کر رہے ہو جمیل نے کہا صبا مجھ سے محبت کرتی ہے اور میں صبا سے نور کے تختے پلٹ گئے ہوش اڑ گئے آنکھوں میں اشک آگئے۔

کتنا اختیار تھا اس کو اپنی چاہت پہ
جب چاہا یاد کیا جب چاہا بھلا دیا
جانتا تھا وہ مجھ کو بھلانے کا ہر انداز
جب چاہا ہنسا دیا جب چاہا رلا دیا
دل بھی اس کا تھا پیار بھی اس کا تھا
جب چاہا میرا نام لکھا جب چاہا مٹا دیا

گئی ہے تیری یادوں خوابوں خیالوں وہی بیٹھنا پرانی جگہوں پر ملنا تک نہیں بھول پاتا تو تجھ کو کہاں بھول سکتا ہوں لاکھ جتن کیے مگر کچھ بھی نہیں ہو پا رہا بس اب تو زندگی بیکار ہے مگر جیسے دن گن رہا ہوں کب اس دنیا کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا یا پھر تم کب میرے قریب آ کر میرے دکھوں تکلیفوں غموں کو سکھوں اور چین قرار میں بدل دو گی اس امید پہ ایک مردہ ہونے کی مثال لیے تیرا انتظار کر رہا ہوں تجھے کب سوچ آئے کب سمجھ آئے نور تیرے لیے کتنا تڑپا ہے مر رہا ہے سک رہا ہے تنہائیوں میں جی رہا ہے اپنی زندگی کے دن گن رہا ہے شاید کوئی ایسا لمحہ آ جائے تم میری محبت کو سمجھ پاؤ چلی آؤ جی آؤ میری زندگی سنور جائے تیرا نور سنور جائے تیرا ساتھی سنور جاے تیری محبت امر ہو جائے اس آس واثر پر جی رہا ہوں تیرا انتظار ہے تم چلے آؤ اب کے جینا مشکل ہو گیا ہے اب جینا محال ہو گیا ہے چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا محال ہو گیا ہے اب کے آؤ تیرا انتظار کر رہا ہوں اب میں لاچار ہوں مجبور ہوں بے کس ہوں بے آسرا ہوں بے سہارا ہوں جتنا ہو سکے جلدی آؤ مجھے سنبھال لو کہیں بکھر نہ جاؤں ٹوٹ نہ جاؤں ریزہ ریزہ نہ ہو جاوں آ جاؤ مجھے اپناؤ مجھے اپنا بنا لو مجھے اپنی زلفوں میں قید کر لو آنکھوں کے سمندر میں ڈبو دو اپنی ہونٹوں سے سالو اپنی سوچوں میں رکھ لو آؤ مجھے سنبھالو مجھے اپنا لو یہی فریاد کرتا ہوئے نور اپنا شہر چھوڑ کر کسی اور علاقے میں جا کر رہنے لگا یہ سوچ کر صبا سے دور ہی رہ کر کچھ سنبھل وسدھر سکتا ہوں مگر اسکی یادیں تو نور ذہن سے کم نہ ہوئے کچھ کچھ تو سمجھ گیا ان تینوں کے اس ہلچل میں تین چار سال کا عرصہ بیت گیا نور ایک فیکٹری میں کام پہ لگ گیا اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر محنت مزدوری کرنے لگا جمیل لاپتہ ہو گیا اتنے عرصے میں دیکھنے میں نہیں آیا صبا اپنی تعلیم جاری رکھتے کامیابی کی سیڑھی چڑھتے ہوئے آج گرلز سکول کی ٹیچر بن گئی تھی۔

تم کیوں بنے تھے دل کا سہارا جواب دو
اب کہاں ہے وہ پیار تمہارا جواب دو
کس کو ناز اپنی اداؤں پہ تھا ہر گھڑی
کس نے کیا وفا سے کنارہ جواب دو
ہم تو سہہ نہ سکیں گے جدائی کا غم
یہ قول تھا میرا کہ تمہارا جواب دو
اک طرف زندگی ایک طرف موت ہے
اب کس طرف کرو گے اشارہ جواب دو

میں جانتا ہوں ہر انسان محبت میں مجبور بے بس لاچار ہو جاتا ہے اس کو جو کچھ سمجھ میں آتا ہے وہی کر لیتا ہے محبت حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے ناز و انداز کر لیتا ہے لیکن محبت حاصل کرنے کا صرف نام ہی نہیں بلکہ ماضی کی تلخیوں پہ ذرا غور کرو جیسے لیلیٰ مجنوں سسی پنوں۔ شیریں فریاد۔ کی ایسی محبت کی داستانیں رقموم ہیں انکو پڑھ کر غور کیا جائے تو کافی حد تک محبت کی حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ آج کی محبت کیا ہے کیسے ہے ان محبت کرنے والوں نے کتنی قربانیاں دیں کتنے ظلم ستم برداشت کیے اپنے محبوب کے لیے کیا کیا نہ کیا صرف دیدار الفت کی ایک جھلک کی خاطر پتھر تک برداشت کیے تاج وتخت تک الٹا دیئے ہر دکھ درد کو چھپا کر محبت کو امر کر دیا اپنی کہانی میں چند سطور بھی تجھی شامل ہیں ہر انسان کو اپنی پوری زندگی گزارنے کا پورا حق ہے مجھے یہ حق نہیں کسی کو پانے کی خاطر کسی کی زندگی کو اپنی زندگی بنا کر اس

کی خوشیاں لے لوں گر وہ تسلیم نہ کرے تو میں اس کے سامنے اس کو تسلی دینے کے واسطے عجیب و غریب حرکتیں کر کے قربانی کا نام دے کر اسکو مجبور کر دوں تا کہ وہ مان جائے ایسا بھی نہیں وہ میری زندگی کو سنوارنے کے لیے فوراً ہاں کرے تو میری محبت ہے یقین ہے اس کو نہ ہوا اور نہ اقرار کے بجائے انکار کر دے تو میں اس کو بے وفا سمجھوں ہو سکتا ہے ایسا ہی لمحہ انکار کرنے والے کے ساتھ پیش ہو وابستہ ہو وہ بھی کسی کو زندگی سمجھتا ہو ضروری نہیں محبت میں صرف لڑا کا لڑکی آ جائیں ماں باپ بہن بھائی اپنی زندگی میں ہزاروں مجبوریاں اور خواہشات جنم لیتی ہیں اس کے لیے ہی انکار کرنے والا اپنی زندگی گزار سکتا ہے محبت میں شرط ہے وفا اٹل ہے ظلم وستم سنہا ہمت ہے ہر دکھ درد برداشت کرنا محبت کر امر کرنا ہے اب آپ قارئین سے اجازت چاہتے ہوئے اس امید پر قصور کس کا ٹھہرائیں نور کو جمیل کو یا پھر صبا کو بھی ایسا بھی نہ ہوا صبا نے نور کے سامنے یا جمیل کے سامنے اپنی مجبوری پیش کی ہو جس مجبوری کی بنا پر وہ دونوں سے محبت کے لیے آمادہ نہ ہوئی ہو یا اور کوئی مسئلہ تھا جس کی وجہ سے دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ محبت نہ نبھا سکی حالانکہ دونوں نے صبا کو تسلی دیتے کے لیے بہت کوشش و قربانیاں دی پھر بھی صبا نہ مانی آخر میں غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

بچھڑنا اور جدائی میں ذرا سا فرق ہوتا ہے
جدا ہو کر کسی سے پھر کبھی کوئی ہیں ملتا
بچھڑ جائیں تو ملنے کا کوئی امکاں رہتا ہے
جدا ہو کر کسی کی یاد دل میں رہ نہیں سکتی
بچھڑ جائیں تو دل میں ایک دیا جلتا ہی رہتا ہے
جدا ہو کر کسی کا پیار دل میں رہ نہیں سکتا
بچھڑ جائیں تو دل میں بس اسی کا پیار رہتا ہے
تو پھر اے ہم سخن میرے تو میرا فیصلہ سن لے
مجھے تم سے بچھڑنا ہے جدا تم سے نہیں ہونا

آپ لوگوں کے میسجز اور کالز کا بے چینی سے انتظار رہے گا اور اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین خدا حافظ۔

زندگی

زندگی ایک چیلنج ہے اس کا سامنا کرو۔
زندگی ایک کھیل ہے اس میں حصہ لو۔
زندگی ایک لمحہ ہے اسے اچھا گزارو۔
زندگی چار دن کی ہے اسے ہنس کر گزارو۔
زندگی ایک حقیقت ہے۔
زندگی تھوڑی سی ہے اس سے پیار کرو۔
زندگی ایک خوشی ہے اس میں خوش رہو۔
زندگی ایک دکھ ہے اسے بانٹو۔
پھول خوشبو سے۔ چاند روشنی سے
اور انسان اچھے کردار سے پہچانا جاتا ہے

سفیان شاہد۔ کراچی

اقوال محبت

محبت کی راہوں میں چل کر محبت نبھانے کا فن کسی کسی کو ہی آتا ہے۔
محبت انسان کو ذرے سے آفتاب بنا دیتی ہے۔
کسی کو پا لینا محبت نہیں بلکہ کسی کے دل میں جگہ لینا محبت ہے۔
محبت میں مصائبہ اس لیے آتے تا کہ ہر کوئی محبت کا دعویٰ نہ کر سکے۔
کسی کے لیے بے قرار رہنا محبت ہے۔

--------- محمد ہارون شعیب لاہور

کچھ لوگ تو اپنے اس ذاتی اور گھریلو جھگڑے کو باہر پنچائت میں حل کرتے ہیں اور اپنی بہو بیٹیوں کی باتیں سر عام کی جاتی ہیں۔ غلطی ایک کی ہوتی ہے اور دس لوگ مفت میں سزا کاٹ رہے ہوتے ہیں گھر کا سکون تباہ ہو جاتا ہے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے آخر بات طلاق پہ آ کے رک جاتی ہے ہمیں ایسا بالکل نہیں کرنا چاہئے گھر میں چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں ہمیں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے اگر ہماری بیٹی اپنے خاوند یا سسرال سے ناراض ہو کر آتی ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے داماد اور بیٹی کو سمجھائیں ان کے وسیب میں ان کی مدد کریں ان کے مسئلے کو الجھانے کے بجائے سلجھانے کی کوشش کریں لیکن افسوس کہ ہم ایسا نہیں کرتے کبھی بیٹی کی بات سن کر بے گناہ بہو کو گھر سے نکال دیا تو کبھی بہو کی باتوں سے تنگ آ کر گھر کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا پھر گلی گلی رسوا ہوئے گھر برباد ہو گئے اور سکون تباہ ہو گیا دو خاندان آپس میں دشمن بن کے بیٹھ گئے۔

قارئین یہاں بھی بات ہو رہی ہے کچھ ایسے رشتے کی تو آئیے سنتے ہیں اقراء کی زبانی اس کی کہانی۔

سنبھال کے رکھ دل میں ہر بات اپنی
کبھی ظاہر نہ کرنا کوئی بھی خواہشات اپنی
دوڑ کر پکڑتا ہے امیر لوگوں کا ہاتھ حسنین
کبھی دیکھی ہے تو نے اوقات اپنی

میرا نام اقراء ہے مجھ سے بڑا میرا ایک بھائی ہے اور ایک بھائی مجھ سے چھوٹا ہے بڑے کا نام عاصم ہے اور چھوٹے کا نام قاسم ہے جب تھوڑا سا ہوش سنبھالا تو پتہ چلا کہ میں ایک بہت غریب اور ایک شریف باپ کی بیٹی ہوں گھر میں سب سے زیادہ محبت سے میرے ابو سے ملی لوگ کہتے ہیں کہ بیٹیاں ماں کی ہوتی ہے ماں اور بھائیوں سے بڑھ کر ابو محبت کرتے مجھ سے میرے ابو بہت ہی سیدھے سادھے اور شریف انسان تھے جب صبح ہوتی تو میرے ابو دو روٹیاں اور رات کا بچا ہوا سالن رومال میں باندھ کر اپنی سائیکل کے ہینڈل سے لٹکا لیتے اور مزدوری کرنے نکل جاتے شام کو جب واپس آتے تو سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ ایک شاپر ضرور لٹکا ہوا ہوتا اس شاپر میں میرے کھانے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہوتی جو ابو اپنی محنت مزدوری کے کمائے ہوئے پیسوں سے ہمارے لیے لاتے تھے ابو شام کو داخل ہوتے تو میں دوڑ کر ابو کے گلے لگ جاتی کبھی کبھی تو ان کے ہاتھ سے سائیکل چھوٹ کر دھڑام سے گر جاتا اور مجھے اٹھا لیتے اور وہ شاپر مجھے دے کر کہتے لے جاؤ اور تینوں مل کر کھانا عاصم اور قاسم دونوں بھائی مجھ سے لڑائی کرتے تھے جھگڑتے تھے اور مارتے مجھے ایک عجیب سی نادانی اور بچپنا تھا کبھی ابو اونچی آواز میں نہیں بولتے تھے اور ہمیں مارتے بھی نہیں تھے بس ان کی خواہش تھی کہ میرے بچے پڑھیں میری طرح مزدور نہ بنیں میرے لیے ان کی خواہش تھی کہ اقراء قرآن مجید پڑھے میں اور عاصم پڑھنے جاتے تھے۔

وقت اپنی خوبصورت رفتار سے چلتا رہا اور میں نے قرآن پاک پڑھ لیا امی ابو بہت خوش تھے آٹھویں کلاس میں تھی تو آگے پڑھنے کو دل نہیں کیا اور پڑھائی چھوڑ کر مکمل گھر بیٹھ گئی لاڈلی ہونے کی وجہ سے کسی نے کوئی ایکشن نہیں لیا کہ اقراء نے پڑھائی کیوں چھوڑ دی ہے اب اپنی امی کے ساتھ

گھر کے کاموں میں سارا دن مصروف رہتی میرے ابو کا بیک گراؤنڈ کوئی خاص نہیں تھا اس وجہ سے امی کی حسرت تھی کہ اپنے بچوں کا رشتہ وٹے سٹے کا تھا خالہ کی بیٹی کی منگنی بھائی عاصم سے ہو گئی اور میری منگنی خالہ کے بیٹے سے ہو گئی مجھے اپنے ماں باپ بھائیوں کے علاوہ کچھ دنیا کی خبر نہ تھی محبت کیا ہوتی ہے مجھے کوئی علم نہیں تھا لیکن جب سے میری منگنی ہوئی تھی شان کا خیال میرے ذہن میں ضرور آتا شان کون شان میری خالہ کا بیٹا جس سے میری منگنی ہوئی تھی اس کا اصل نام ذیشان ہے سب اس کو شان کہتے ہیں اب ہر وقت دل و دماغ میں شان ہی کا خیال ہوتا اور آگے آنے والی زندگی سوچتی میری سوچ شان سے شروع ہوتی اور شان پر ہی ختم ہو جاتی میرے غریب ماں باپ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

آہستہ آہستہ دن گزرتے گئے اور میں اپنے کزن کے خیالوں میں ڈوبتی چلی گئی کیونکہ اب میری اس سے شادی ہونے والی تھی شان کو اپنا سب کچھ مان چکی تھی شادی کے دن قریب آ گئے میرے ذہن میں ہزاروں سوچیں آتی آخر شادی شروع ہو گئی پہلے بھائی کی برات گئی اور بھابھی کو لے کر آئے دوسرے دن شان کی برات آئی تھی گھر میں کافی رونق تھی لڑکیوں نے مجھے دلہن بنایا برات آ گئی اور میں اپنے ماں باپ کے بھائیوں کو روتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی اپنی خالہ کے گھر پہنچ گئی آہستہ آہستہ رات چھانے لگی اور اندر بیٹھی میں ایک دلہن کے روپ میں شان کا انتظار کرنے لگی شان اندر داخل ہوا تو میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا میں بہت خوش تھی کہ آج میری نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے شان نے میرے ساتھ دعا سلام کیا اور ہم کافی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر شان نے کہا۔

اقراء میں تم سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں

میں نے کہا جی کرو کیا بات ہے۔

اس نے کہا اقراء تم میری کزن ہو اور میری بیوی بھی ہو ہماری شادی ہمارے ماں باپ کا فیصلہ تھا جس کو میں نے قبول کیا ہے۔ مگر اقراء میں محبت کسی اور سے کرتا ہوں۔

بس حسنین شاکر صاحب یہ سنتے ہی میرے ہوش اڑ گئے میرا دل ٹوٹ گیا ہر حسرت دم توڑ گئی میری نئی زندگی کا پہلا دن تھا میرے ہم سفر نے میرے ساتھ کیا کیا جس کو میں نے اپنا سمجھا میرے دل نے جس کے ساتھ محبت کر لی تھی جس کی خاطر میں نے اپنے ماں باپ اور بھائیوں کو چھوڑا جس کے نام کی ہو کر سب سنگھار کیا وہ اپنی زبان سے اظہار کر چکا ہے کہ میں کسی اور سے پیار کرتا ہوں وہ میرے پاس تو ایک بت تھا اس کا دل دماغ سوچ اور پیار تو کہیں اور تھا شادی کی پہلی رات کو اگر لڑکی سے شوہر بول کر کہے کہ میں کسی اور سے پیار کرتا ہوں میں نے تو صرف ماں باپ کی بات کو مان کر شادی کی ہے تو اس لڑکی کے دل پر کیا گزرتی ہے میری تمام خوشیاں پھیکی پڑ گئیں تھی دل چاہتا تھا کہ نقشہ بگاڑ دوں لیکن میں اپنے [illegible] عزت کی خاطر خاموش ہو گئی سب کچھ برداشت [illegible] کے اندر سکون نہیں رہا تھا پھر میں لوگوں کے سامنے ہنستی تھی بولتی تھی سوچتی بھی تھی شام میرے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتا صبح گھر سے نکلتا اور شام کو واپس آتا گھر میں میری خالہ کی حکومت تھی جو اب میری ساس تھی میں سارا دن نوکرانی بن کر گھر کے کام کرتی شام کو

غم

۔۔تحریر۔محمد وقاص ساغر۔فیروزہ۔0305.4082499۔

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

ایک دن میں اپنی جان صنم کو کال کی تو نمبر مصروف تھا میں سارا دن کال کرتا رہا اور صنم کا نمبر دوسری لائن پر مصروف رہا پھر اگلے دن ایسا ہی ہوا صنم کال میں مصروف تھی اور میں بھی بار بار کال کر رہا تھا صنم اپنی چاہت کال میں میری کال ریسیو کی میں نے صنم سے پوچھا کہ کہاں مصروف ہوتی ہو روز صنم نے بہانہ بنایا کہ میری دوست کال کر رہی تھی اور اس طرح میں صنم پہ بہت اعتماد کرتا تھا صنم روز دوسری لائن پر مصروف ہوتی ایک دن میں نیا اس سے پوچھا کہاں کہاں مصروف رہتی قارئین میں نے اس کہانی کا نام۔غم۔رکھا ہے امید ہے پسند آئے گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کردیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج کے اس دور میں ہر انسان کو غم ہی غم ہیں
کس کو کس چیز کا غم تو کسی کو کس چیز کا غم
اور آج کے اس دور میں صرف دکھاوے کی دوستی
اور مطلبی پیار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس انسان کو اپنی عبادت کے لیے بنایا ہے اس انسان نے اللہ سے وفا نہیں کی وہ اللہ کے بندوں سے کیا وفا کرے گا اور دیکھو عجیب بات ہے ایک ماں اپنے بچے کو اپنی کوکھ سے پیدا کرتی ہے وہی بچہ بڑا ہو کر اپنی ماں سے بھی وفا نہیں کرتا جب انسان اپنے ماں باپ کو بھلا سکتا ہے تو اپنی زندگی میں ہر کسی کو بھلا سکتا ہے۔

یہاں ہر کسی کو صرف یہی غم ہے غم میں محبت غم میں دولت غم میں شہرت غم میں عورت ہر کسی کو یہ غم کیوں نہیں اگر نماز قضا ہو جائے تو غم نہیں صرف ایک غم ہے کہ کسی کو وہ کیا غم ہے میرے پیارے غم

دوستوں کو وہ جیسے بہت چاہے اور وہ اسے غم دے کر فریب دے تو تم کو بہت دکھ ہوتا ہے۔آپ کو غم ہوتا ہے اور غم میں کتنا درد اور دکھ ہوتا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں اس طرح ہر کسی کو آپ کی طرح درد دکھ اور غم ہوتا ہے اگر آپ کسی سے وفا کرو گے تو آپ کو وفا ملے گی پہلے تو تم اپنے رب سے وفا کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر اپنے ماں باپ سے پھر اسے جو آپ سے بہت محبت کرتا ہے میرے پیارے بہن بھائیو یہی زندگی ہے اور آج کہانی آپ کی نظر کرتا ہوں اس بھائی کو بھی محبت کا غم ہے میرے پیارے بھائی صاحب جو پیار کر گئے وہ لوگ اور تھے آیئے قارئین ان کی کہانی ان کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام محمد وقاص ساغر ہے ہم پانچ بہن بھائی ہیں میں سب بہن بھائیوں میں سب سے

بڑا ہوں جب میں پیدا ہوا تھا تو میرے والدین نے بہت خوشی منائی۔ جب میں چار سال کا ہوا تو میرے والدین نے مجھے سکول میں داخل کروا دیا میں پڑھائی میں بہت ہوشیار تھا جب میری نرسری کلاس میں میں نے پہلی پوزیشن لی تو میرے والدین بہت ہی خوش ہوئے اس طرح میں نے پرائمری بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لی اس وقت ہمارے سکول میں ایجوکیشن کے ہوتے ہوئے بھی میں عشق جیسی بیماری سے پاک صاف تھا اس کے بعد میرے والدین نے مجھے سرکاری سکول میں چھٹی کلاس میں داخلہ لے دیا میرا کزن بھی میرے ساتھ چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا میں او رمیرا کزن رفاقت ہم دونوں سکول میں کم ہی جاتے تھے اور بیشتر وقت ہم دونوں اپنے شہر فیروز ہ میں گھومنے میں صرف کرتے تھے چھٹی کے وقت میں اور میرا کزن ہم دونوں ایک ساتھ گھر جاتے تھے ایک دن ماسٹر صاحب نے سکول کے کسی لڑکے کو ہمارے گھر بھیجا تو ہمارا راز فاش ہو گیا اور ماسٹر صاحب نے ہم دونوں کو سکول میں سخت سے سخت سزا دی اور جب میں گھر آیا تو امی ابو کی الگ الگ سزا بھگتنا پڑی اس کے بعد میرے پیارے کزن رفاقت نے سکول چھوڑ دیا اور اس نے بجلی کا کام سیکھنا شروع کر دیا میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور جب میں اپنے پیارے کزن کو یاد کرتا تو سکول سے کبھی کبھار چھٹی بھی کر لیتا تھا۔

میں اور میرا کزن رفاقت ہم دونوں خانپور گھومنے چلے جاتے تھے اس طرح دن گزرتے گئے اور میں نے ساتویں کلاس پاس کر لی اس کے بعد کچھ گھر کے حالات خراب ہو گئے تھے اور میرے والدین نے مجھے سکول جانے سے منع کر

غم

دیا اور مجھے بجلی کا کام سیکھنے لاہور بھیج دیا لاہور جا کر میں نے پانچ سالوں میں بجلی کا کام میں مہارت حاصل کر لی اس کے بعد میرے استاد نے مجھے میرے والدین صاحب کے پاس کشمیر بھیج دیا میں وہاں جا کر بیمار ہو گیا اور والد صاحب نے مجھے گھر جانے کا مشورہ دے دیا اس دوران میرے خالو زاد و پھوپھو کے بیٹے کی شادی تھی پھر میں نے سوچا چلو شادی سے ہو کر اپنے گھر چلا جاؤں گا شادی شہر ساہیوال میں تھی لیکن مجھے راستے معلوم نہیں تھے یہ ابو کو پتہ تھا کہ وقاص کو راستے کا نہیں پتہ پھر ابو نے مجھے فیصل آباد ماموں کے گھر بھیج دیا ماموں والوں نے بھی شادی پر جانا تھا چنانچہ میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا اور ان کے ساتھ ساہیوال میں اپنی خالو اور پھوپھو کے گھر چلا گیا۔

شادی والے گھر میں میری دونوں خالہ ان کے بچے اور میری بہن بھی آئی ہوئی تھی میں ان سب سے ملا اور جب میں اپنی بہن سے ملنے کمرے میں گیا تو وہاں لڑکیاں بھی موجود تھیں جو کے ہماری دور کی رشتہ دار تھیں میں نے ان سب کو سلام کیا تو ان میں سے ایک لڑکی نے مجھے ہاتھ ملا کر میرے سلام کا جواب دیا۔ میں سلام لے کر باہر اپنے باقی کزنوں کے پاس چلا گیا ایک کزن سے میں نے حسینوں جمیل پری کے بارے میں پوچھا میرے پیارے کزن جی مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

جی جی بھائی وقاص بتایئے کیا کام ہے مجھے بتا دو وہ جلدی سے بولی۔

یہ لڑکی کون ہے اور اس پری کا نام کیا ہے کیوں بھائی جی کیا میرے بھائی اس لڑکی پہ

دیوانے تو نہیں ہو گئے۔

نہیں نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے پھر بھی اس نے کہا۔ بھائی یہ ہمارے دور کے رشتے دار ہیں بھائی اور اس کا نام صنم ہے۔

صنم بہت پیاری بہت ہی خوبصورت تھی میں نے کبھی کسی لڑکی سے عشق نہیں کیا تھا جب سے اس لڑکی نے مجھ سے ہاتھ ملایا تو میرے دل میں کچھ کچھ ہونے لگا اس کے ہاتھ میں اتنی کشش تھی میں اس کا دیوانہ ہو گیا اور مجھے اس سے عشق ہو گیا پھر مجھے چین نہیں مل رہا تھا میں بار بار دیکھنے جاتا اور دیکھ کے واپس آ جاتا تھا میرا دل کرتا اس طرح اس سے دیکھتا رہوں۔

کہتے ہیں نہ دل پر کسی کا زور نہیں اس طرح میری اپنی کزنوں کے گھر شام ہو گئی اور پھر میرے کزنوں نے مجھے کہا۔

آؤ دیوانے ہم تمہیں اپنا شہر گھماتے ہیں میں ان کے ساتھ چلا گیا لیکن میرا دل نہیں لگ رہا تھا میں اس پری کے خیالوں میں گم تھا میں کہتا بس اس حسین پری کو ہی دیکھتا رہوں میرے کزن مجھے نہر پر لے گئے جہاں ہم سب نے بہت کھیل کود کی اور مجھے چوٹ لگ گئی چوٹ تو لگی ہی تھی کیونکہ میرا خیال تو صرف اس کی طرف تھا میرے سب کزن بہت پریشان ہوئے مجھے واپس گھر لے آئے آتے ہی میرے کسی کزن نے صنم کو بتایا کہا۔

وقاص کو چوٹ لگی ہے۔

جب اس نے یہ سنا تو فوراً میرے پاس آ گئی اور فوراً دوائی لے کر آئی اور میرے زخموں پر لگائی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ اپنا بہت خیال رکھا کرو وقاص جی۔ جب اس نے پیار سے میرا نام لیا مجھے

غم

بہت ہی اچھا لگا۔ میں اب جاتی ہوں پھر آؤں گی اب تم سکون کرو۔

میں اب کمرے میں اکیلا ہی تھا اور سوچوں میں گم تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا اس کی بھی وہ ہی حالت ہے جو میرے دل کی حالت ہے اس طرح رات بھر جاگتے ہوئے گزار دی میری۔ پیار کرنے والوں کو کب نیند آتی ہے پھر مہندی کی رات بھی اسے دیکھتے ہی گزر گئی اس طرح اگلے دن بارات کا دن بھی گزر گیا صرف ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور ہم آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں کرتے اور ہماری کوئی خاص بات چیت نہ ہو سکی اس طرح ہم سب گھر والے واپس گھر آ گئے۔

دل کا زخم دیکھایا نہیں جائے گا
غم کا قصہ سنایا نہیں جائے گا
جی بھر کے دیکھ لینا اس چہرے کو وقاص
بار بار یہ چہرہ دکھایا نہیں جائے گا

اور مجھے سکون نہیں مل رہا تھا اور میرا سفر بھی بہت مشکل سے گزرا تھا گھر آتے ہی مجھے ہی میرے دوست رحمٰن نے کہا۔

کوئی ایسی بات نہیں اور یار میں زیادہ سفر کرنے کی وجہ سے تھک گیا ہوں تھوڑا آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا پریشانی کی کوئی بات نہیں پھر رحمٰن نے مجھے کہا۔

یار پہلے بھی تم نے بہت سفر کیے ہیں اتنا پریشان تو نہیں ہوتا تھا جتنا تم آج پریشان ہو۔ بات کچھ اور ہے دیکھو یار مجھ سے جھوٹ مت بولو سمجھ آئی ورنہ میں تم سے نہیں بولوں گا یار رحمٰن ایسی کوئی بات نہیں ہے کچھ تو ہے دال میں کالا ہے دیکھو تم مجھے نہیں بتاتے تو ٹھیک ہے میں پھر

تمہارے گھر کبھی نہیں آؤں گا اپنے دوست کے بار بار اصرار پر اسے سب کچھ بتا دیا پھر وہ مجھے مذاق کرنے لگا۔

پھر تو مبارک ہو آپ عاشق بن گئے ہیں۔

نہیں نہیں یار بس دل میں کچھ کچھ ہوتا ہے

پھر تو عاشق صاحب اس کا موبائل نمبر بھی لایا ہوگا۔

نہیں یار نمبر لایا اس بات کا تو افسوس ہے اور کوئی بات نہیں ہے اللہ سب ٹھیک کرے گا دیکھنا یار ایک دن تم میں ضرور کال کرے گی وہ یہ بات کہہ کے اپنے گھر چلا گیا پھر مجھے ایک دن پھوپھو کے نمبر سے کال آئی میں نے کال رسیو کی لیکن آگے سے خاموشی تھی میں تھوڑی دیر پریشان ہوگیا کیا وجہ ہے مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ میرے خیالوں کی رانی ہے وہ مجھ سے بات کرنے سے ڈر رہی تھی میرے دل نے بھی پھر محسوس کیا کہ یہ میری صنم ہے میں نے جب زیادہ اصرار کیا۔

تم کون ہو اور خاموش کیوں ہو اگر چپ رہنا ہے کال کیوں کی تھی میں فون بند کر دیتا ہوں۔

اچھا پھر آگے سے آواز آئی۔

نہیں نہیں ایسا مت کرنا میرے پیارے وقاص جی۔ اور پھر میری خوشی کی حد نہیں تھی میں بہت بہت خوش ہوا پھر میں نے اسکا حال پوچھا اس نے میرا حال پوچھا اور مجھے اس بات کا بہت سکون ملا میری کچھ بے کاری اس طرح فلم ہوئی جب پیار ہوتا ہے تو پھر دلی کچھ عجیب حالت ہوتی ہے اس سے وہ محسوس کرتا ہے جو کسی سے پیار کرتا ہو پھر اس طرح میرا اور صنم کا میری پھوپھو کے نمبر سے باتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا ابھی مجھے گھر آئے ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے میری صنم مجھ سے روز فون پر بات کرتی اور مجھے کہتی۔

وقاص جی تم ہمارے گھر آؤ کبھی۔

اس کے بار بار اصرار کرنے پر ہاں کر دی پھر میری جان صنم نے مجھے فون پر اپنے گھر کا ایڈریس بتایا اگلے ہی دن میں اپنے دوست رحمن کے پاس گیا ہم دونوں اپنے خانپور چلے گئے ہم نے صنم جی کے لیے گفٹ لیا جو میرے دوست رحمن نے پسند کیا تھا پھر ہم گھر واپس آگئے مجھے رات بہت مشکل سے گزری تھی میری جان صنم کا خیال آتے رہا خیر صبح ہوتے ہی میں نے تیاری کیا ور میں اپنی جان صنم کے ہاتھ جو پیارے شہر میں رہتی تھی میں شام کے وقت اپنی جان کے گھر چلا گیا سب کو میں نے سلام کیا اور سب لوگوں سے ملا اور رات کا کھانا ہم سب نے مل کر کھایا میں اپنی پھوپھو کے پاس بیٹھ گیا میں اپنی پھوپھو کی باتیں کرر ہا تھا لیکن وہ دیکھ رہی تھی میں سب کچھ بھلا سکتا ہوں پر اپنی جان کا دیکھنا بھول نہیں سکتا وہ مجھے جب دیکھ رہی تھی تو میرے دل میں ایک سکون سا ہوتا گیا کاش وہ وقت وہاں رک جاتا پھر باتوں کا وہ حسین سلسلہ ختم نہ ہوا تو سب سونے کے لیے اپنی اپنی چارپائی پر چلے گئے میں اور میری جان صنم ایک چارپائی پر بیٹھے باتیں کرتے رہے اور ہمیں پتہ ہی نہ لگا کہ کافی رات ہوگئی ہے سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے مجھے بھی نیند آگئی اور صنم بھی چلی گئی صبح جب اٹھے صرف میں ہی سویا رہا تھا جب ناشتہ تیار ہوگیا تو صنم نے آکر مجھے جگایا۔

اٹھ جاؤ نواب صاحب صبح ہوگئی ہے

جب میں نے اپنے صنم کی میٹھی آواز سنی اور ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بیٹھا لیا۔

چھوڑ دو وقاص جی میرا ہاتھ۔۔۔ سب آپ کا

انتظار کر رہے ہیں۔

پھر ہم نے مل کر ناشتہ کیا صنم نے میرے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا صنم کے والد کو ہماری محبت سے نفرت تھی ان کو میرا سب کے سامنے صنم کو مذاق کرنا اچھا نہیں لگتا تھا پھر میں نے بھی صنم کی امی کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

میں اور صنم ہم دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔

مجھے پھوپھو نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ بیٹا آج تک ہمارے خاندان میں ایسا کام نہیں ہوا ہماری عزت کا خیال کرو۔

پھر پھوپھو سو گئی یہ بات کہہ کر دوپہر کا وقت تھا اتنے میں صنم سبزی لے کر آئی اور میری چارپائی پر آکر بیٹھ گئی جہاں میں بیٹھا تھا وہ میرے قریب سبزی بنانے لگی اور ساتھ ساتھ مجھ سے پیار محبت کی باتیں بھی کرنے لگی اور ہم ایک دوسرے سے وعدے بھی کرر ہے تھے ہم کبھی بھی جدا نہیں ہونگے۔ وہ پیاز کاٹ رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو بہت آرہے تھے جو میں بار بار صاف کرر ہا تھا اور پھر اپنی صنم کو ایک چھوٹا سا گفٹ دیا پھر اس طرح ہم نے ایک دوسرے کو نہ چھوڑنے کے وعدے کیے اتنے میں اسکے ابو آگئے وہ اٹھ کر چلی گئی اور اس طرح شام بھی ہوگئی پھر ہم سب نے مل کر کھانا کھایا اور باتیں بھی کیں سب سو گئے میری صنم میری چارپائی پر بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی تھی اور میرے ہاتھ پر مہندی بھی لگا رہی تھی اور میرے ہاتھوں پر اس نے ڈبلیو کے لکھ دیا اور رات کافی ہو چکی تھی پھر ہم نے پیار محبت کی باتیں شروع کر دیں ہماری آواز سن کر پھوپھو تھوڑا سا ہلیں تو میں نے صنم سے کہا۔

جاؤ سو جاؤ دیکھو رات کافی ہوگئی ہیاور پھر میں نے صبح واپس بھی جانا ہے۔

پہلے وہ ضد کرنے لگی میرے بار بار کہنے پر صنم جا کے سو گئی صبح ناشتہ کرنے کے بعد میں نے جانے کی تیاری شروع کر دی میری پھوپھو نے سٹاپ تک میرے ساتھ جانا تھا ہم اکھٹے ہی گھر سے نکلے میرا دل نہیں کرر ہا تھا میں اپنے گھر جاؤں اور میری صنم کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے اس پر مجھے یہ شعر یاد آیا۔

نہ کر دل لگی پردیسی سے ان کا ٹھکانا دور ہوتا ہے
یہ بے وفا نہیں ہوتے ان کو جانا ضرور ہوتا ہے

ہم سٹاپ پر پہنچ گئے پھوپھو نے مجھے بس میں بٹھایا جو لاہور جاتی تھی لیکن میرا دل نہیں کرر ہا تھا میرا دل یہی چاہ رہا تھا کہ میں واپس اپنی صنم کے گھر جاؤں پھر میں نے اپنے دل کو سمجھایا اور لاہور روانہ ہوگیا اور وہاں جا کر بھی میرا دل نہیں لگ رہا تھا میں صرف صنم کی یادوں مین کھویا رہتا ادھر میری صنم کا بھی یہی حال تھا میری صنم روز جیتی روز مرتی تھی مجھے روز کہتی کہ میری زندگی کے مالک کب آؤ گے میں روز کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتا میری صنم روز روز کے اصرار کرنے پر میں نے ایک دن تیاری کی اور صنم کو بتایا میں آرہا ہوں انہی دنوں صنم کے گھر والے اپنی جگہ بیچ کر ساہیوال آچکے تھے میں جلدی ساہیوال والی بس میں بیٹھ گیا اور میری جان کا بار بار فون آرہا تھا کے تم کہاں ہو اور کتنی دیر میں آرہے ہو اور مجھے فون پر اپنا ایڈریس بتا دیا میں تھوڑی دیر بعد اس کے گاؤں پہنچ گیا آگے میری صنم کا بھائی مجھے لینے آیا تھا وہ بہت ناراض ہوا کیونکہ وہ مجھ سے نفرت کرتا تھا شام کا وقت تھا میں آکر سب سے ملا اور شام کا

کھانا کھایا کھانے کے بعد صنم کی چھوٹی بہن سے باتیں کرتا رہا کھانا کھانے کے بعد سب گھر والے اپنی اپنی چار پائیوں جا کر لیٹ گئے تھے اور میں اٹھ کر کمرے میں چلا گیا صنم کی بہن بھی سو گئی تھی اور میری صنم بھی میرے پیچھے کمرے میں آ گئی ہم دونوں ایک ہی چار پائی پر بیٹھ گئے اور ہم نے خوب باتیں کیں پیار محبت کی باتیں اور ایک ہی چار پائی پر ہم دونوں لیٹ گئے اور نہ جانے کب نیند آ گئی صبح جب اذان ہوئی تو میں جلدی سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا ہماری قسمت اچھی تھی کہ ہم بچ گئے ایسا کوئی کام نہیں ہوا جس سے اس کے گھر والوں کی بدنامی ہوتی ہمارے درمیان کوئی گناہ نہیں ہوا ہمارا دامن پاک صاف تھا ابھی میں دوسرے کمرے میں گیا ہی تھا کہ صنم کی امی میرے پاس آئی اور کہنے لگی۔

بیٹا منہ ہاتھ دھولو اور ناشتہ کرلو۔

پھر ہم سب مل کر ناشتہ کرنے لگے ناشتہ کرنے کے بعد میں صنم کے بھائی کے ساتھ باہر چلا گیا جب ہم باہر سے گھر آئے تو صنم کے والد اپنے کام پر چلے گئے تھے اور صنم کی امی اپنے کاموں میں مصروف تھی جب صنم اپنے کمرے میں میرا دیا ہوا رسالہ جواب عرض پڑھ رہی تھی میں بھی اسکے ساتھ کمرے میں بیٹھ گیا اور میں اپنی صنم کو کہا بس میرے سامنے ہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں پھر میں نے صنم کو یہ شعر سنایا۔

دل کی حسرت اب زبان پر آنے لگی
تمہیں دیکھا تو زندگی مسکرانے لگی
یہ محبت ہے یا میری دیوانگی
ہر صورت میں تیری تصویر نظر آنے لگی

میری اس وقت دیوانگی زیادہ ہوتی ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ پیار بھری اتنے میں صنم کے ابو آ گئے اور مجھے صنم کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر اس نے بہت برا سلوک کیا اور اس وقت میرے ابو کو فون کر دیا پتہ نہیں لوگ دو پیار کرنے والوں کے دشمن کیوں بن جاتے ہیں اور اس طرح صنم کے ابو نے ہمارے پیار کے دشمن بن کر میرے ابو کو فون پر کہا۔

وقاص ہمارے گھر کیا کرنے آیا ہے

پھر میرے ابو نے مجھے فون کیا اور بہت برا بھلا کہا اور کہنے لگے ابھی اسی وقت اپنے گھر چلے جاؤ ورنہ میں آ جاؤں گا پھر بہت برا سلوک ہو گا میں اپنی جان صنم کے پاس گیا اور اس کو ساری کہانی سے آگاہ کیا پھر اپنے گھر جانے کی تیاری کرنے لگا اتنے میں صنم میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا۔

تم کہاں جا رہے ہو۔

میں نے کہا۔ انکل جی میرے ابو کو فون پر کہا ہے کے وقاص ہمارے گھر کیا لینے آیا ہے۔

یہ سن کر صنم کی امی میرے والد کو فون کیا کہ وقاص آج رات یہی ٹھہرے گا میں ان کی باتیں سن رہا تھا پتہ نہیں اب کیا ہو گا ادھر صنم رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا میں نے اس کے آنسو صاف کیے اور اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کرے گا تم پریشان نہ ہو اور میں صبح اپنے گھر جا رہا ہوں یہ سنتے ہی صنم نے مجھ سے کہا وقاص تم بے وفا ہو تم مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتے پھر میں نے کہا کہ میں بہت مجبور ہوں اور تم بے وفا نہ سمجھو۔

تیری چاہت میں گزری میری ہر شام تھی
میرے دل سے نکلی ہوئی ہر دعا تیرے نام تھی

اب مجھ کو الزام نہ دو بے وفائی کا
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں وفا عام تھی
قدر پوچھ ان سے جو کرتے ہیں محبت کی پوجا
صرف تیرے ہی شہر میں محبت بدنام تھی

اس طرح رات ہو گئی اور سب کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گیے میں پریشان تھا کہ نہ جانے میرے ساتھ کیا ہو گا میں اپنی سوچوں میں گم تھا اتنے میں صنم آئی اور کہنے لگی۔

آپ میرے ساتھ اچھا نہیں کر رہے مجھے یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور پھر نہ جانے کب نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اس طرح پھر میری صبح آنکھ کھل گئی جلدی اٹھ کر نہا دھو کر فریش ہوا اور ناشتہ کیا تیاری کی پھر میں نے سب کو سلام کیا اور پھر اس طرح اپنے گھر آ گیا میرے گھر میری ایک پھوپھو بھی آئی ہوئی تھی اور میری اس پھوپھو کو سب کچھ پتہ تھا پھوپھو نے مجھے حوصلہ دیا اور کہنے لگی وقاص بیٹے سب ٹھیک ہو گا۔

اگلی صبح میرے ابو بھی کشمیر سے گھر آ گئے اور ابو نے مجھے بہت مارا اتنا مارا کہ مجھ سے چلا نہیں جا رہا تھا میری پھوپھو نے ابو کو روکا اور کہا اب بس کرو جان سے مارنا ہے کیا پھر پھوپھو نے مجھے چار پائی پر لٹا دیا میں بے ہوش ہو گیا میری امی بہت رو رہی تھیں اور پیار سے میرے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں میرا قصور صرف محبت کرنا تھا اے محبت کے دشمنوں تمہیں اللہ سے ڈر نہیں لگتا محبت کرنا جرم نہیں ہے محبت خدا نے بھی اپنے محبوب سے کی تھی مجھے پتہ ہے وہ محبت اور تھی اور ہاں ایک اور بات ہے محبت کے دم سے یہ دنیا آباد ہے محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں جب مجھے ہوش آیا تو ابو نے مجھے گھر سے نکال دیا میں صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا مجھے بھوک لگی ہوئی تھی جس طرح آیا تھا اسی طرح میں نے اپنا سامان اٹھایا اور گھر سے نکل کر سٹاپ پر چلا گیا اور میرے پاس کرایے کے پیسے بھی نہیں تھے اور بھوک بھی لگی ہوئی تھی میری امی اور میری پھوپھو دونوں سٹاپ پر آ گئیں مجھے لینے اور مجھے اپنے ساتھ گھر زبردستی لے گئیں گھر جا کے میری ماں نے مجھے بہت پیار کیا اور کھانا بھی دیا اور اتنے میں میری پھوپھو بھی آ گئی امی اور پھوپھو دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے دونوں بہت رو رہی تھیں اتنے میں پھر میرے ابو آ گئے ابو نے مجھے پھر برا بھلا کہا اور میری امی کو بھی کہا کے میں تیری ٹانگیں توڑ دوں گا اسے ابھی کے ابھی گھر سے نکال دو پھر میری امی نے مجھے کھانا دیا اور کچھ پیسے دیئے اور میں سٹاپ پر آ گیا اور گاڑی میں بیٹھ کر لاہور چلا گیا لاہور میں جا کر سب سے پہلے اپنی جان صنم کو کال کی اور ساری بات بتائی پھر میری جان بھی رونے لگی میں نے صنم کو حوصلہ دیا رونا نہیں جان اللہ سب بہتر کرے گا اسی طرح ہماری روز فون پر بات ہونے لگی صنم پر بھی ان سب نے پابندی لگا دی تھی لیکن وہ پھر بھی کال کر لیتی تھی۔

ایک دن میں اپنی جان صنم کو کال کی تو نمبر مصروف تھا میں سارا دن کال کرتا رہا اور صنم کا نمبر دوسری لائن پر مصروف رہا پھر اگلے دن ایسا ہی ہوا صنم کال میں مصروف تھی اور میں بھی بار بار کال کر رہا تھا صنم اپنی چاہت کال میں میری کال ریسیو کی میں نے صنم سے پوچھا۔

کہاں مصروف ہوتی ہو۔

صنم نے بہانہ بنایا کہ میری دوست کال کر رہی تھی اور اس طرح میں صنم پہ بہت اعتماد کرتا تھا

صنم روز دوسری لائن پر مصروف ہوتی ایک دن میں نیا س سے پوچھا۔

کہاں کہاں مصروف رہتی ہوتو وہ میرے ساتھ لڑنے لگی پھر میں نے اسے کال کرنا ہی چھوڑ دی پھر میں نے سنا کہ صنم کی شادی طے ہوچکی ہے میرے کزن کے ساتھ صنم کی شادی پر انہوں نے ہم سب کو بلایا تھا اور ہم میں سے کوئی نہیں گیا میرے انکل والوں سے صرف میرا ایک کزن وفاقت گیا تھا صنم کی شادی پر اور اس بے وفا سے کہنا کہ وقاص تیری خوشیوں کی بہت دعا کرتا ہے میری آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے اور میرا دل بھی رو رہا تھا پھر میرے کزن رفاقت نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا۔

یار صبر کرو اور اپنا خیال رکھو کوئی بات نہیں تمہیں صنم سے اچھی کوئی اور مل جائے گی۔

یار رفاقت اس بے وفا کو بہت بہت مبارک دینا پیار میں ایسا کیوں ہوتا ہے اور کیوں ایسا کرتے ہیں لوگ کیوں لوگ کسی کو دھوکا دیتے ہیں فریب کرتے ہیں کیا سچی محبت کرنے والا کوئی نہیں صنم میں خود سے باتیں کرتا رہا تھا میں اس بے وفا کو خود مبارک دینا چاہتا تھا میں بہت رویا تھا اور میں ٹوٹ سا گیا تھا اور کسی سے بات نہ کرتا تھا صرف صنم کی یادوں میں ڈوبا رہتا تھا۔

صنم کی شادی کو آٹھ ماہ ہوگئے تھے پھر میں نے بھی یہ فیصلہ کرلیا پانے دل کو سنبھال کے میں پاکستان چھوڑ دوں گا بہت دور چلا جاؤں گا میں نے اپنی سم پر رینگ ٹیون یہ لگالی۔

تیری بے وفائی کا یہ غم تجھی اٹھاؤں گا
تجھ سے میں دور بڑی دور بڑی دور چلا جاؤں گا

پھر میں اپنے دوست رحمٰن کے پاس کراچی چلا گیا اس کو میں نے اپنے سب درد بتائے میرا دوست بھی میرے گلے لگ کر رونے لگا اور مجھ سے کہا یار میں تمہارے ساتھ ہوں اس کے ساتھ کرم کرنے لگا اور عید پر گھر نہ گیا میں بے وفا کو بھول جانا چاہتا تھا یہ وہ بے وفا اور بھی زیادہ یاد آتی تھی بس اس بے وفا کی یادوں میں دن رات گزرتے گئے ایک دن مجھے کسی رانگ نمبر سے کال آئی میں کام میں بہت مصروف تھا میں نے کال رسیو کی تو سلام کے بعد میں نے پوچھا۔

جی کون۔ وہ کوئی اور نہیں تھی وہ بے وفا صنم تھی میں اس کی آواز نہ پہنچان سکا۔

اس نے کہا۔ وقاص سے بات کرنی ہے۔

میں نے کہا جی میں ہی وقاص ہوں جی آپ کون ہو۔

وہ کہنے لگی میں بھی انسان ہوں اور مسلمان ہوں اور آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔

میں نے بہت پیار سے کہا او محترمہ میں دوستی اور پیار وغیرہ کو نہیں مانتا اور نہ ہی کسی سے بات کرنا چاہتا ہوں سمجھی آپ اور مجھے معاف کرنا وہ مجھے روز روز بہت تنگ کرنے لگی میں نے اس سے ایک دن پوچھا۔

ہاں تم ہو کون اور کیا چاہتی ہو تم۔

تو پھر اس نے مجھے سچ سچ بتایا کہ میں صنم ہوں اور آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں کیا آپ مجھے معاف کر سکتے ہو خدا کے لیے آپ مجھے معاف کردو جو ہوا سو ہوا وقاص اب مجھے معاف کر دو میرا دل بہت نرم ہے اور پھر بھی صنم میرا پیار تو تھی کیا ہوا اس نے بھلا دیا تو میں نے اس اپنا پہلا پیار سمجھ کر معاف کر دیا میری زندگی میں پھر ایک لڑکی آئی اس نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا اس کی وجہ سے اب میں اپنے گھر والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں اس لڑکی کی وجہ سے میں اپنے گاؤں میں بھی نہیں جا سکتا اس نے تو صنم سے بھی زیادہ رسوا کیا اب میں کسی لڑکی پر اعتماد نہیں کروں گا اور نہ ہی شادی کروں گا اب میں اپنا ساتھی جواب عرض کو بنا لیا ہے جب میں جواب عرض پڑھتا ہوں تو میرا کچھ غم کم ہو جاتا ہے اور جواب عرض کی وجہ سے راشد لطیف جیسا دوست اور بھائی ملا ہے اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ میری کہانی کسی کو بری لگی ہو تو مجھے معاف کرنا جہاں میں کام کرتا ہوں وہ مجھ سے بہت مذاق کرتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں دیکھو یار مجنوں دیوانہ عاشق بیٹھا جواب عرض پڑھ رہا ہے

عمر بھر کون دیتا ہے اپنے دل میں جگہ قاص
سمندر بھی پھینک دیتا ہے لاش اچھال کر

یہاں پر تو بھائی رات کو ایک ساتھ کھانا کھا کر صبح کو بھول جاتے ہیں کہ تم کون ہو میری دعا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ بہت خوشیاں دے اور اپنے ماں باپ کا پیار ملے اور محبت صرف اللہ سے کرو بھائی وہ بے وفا نہیں اور آخر میں یہ غزل۔

وہ خود بے وفائی کی تصویر بن گیا
کسی اور کے خوابوں کے تعبیر بن گیا
میں نے اسے ایسے ہی مذاق سے مانگا تھا
وہ شخص حقیقت میری تقدیر بن گیا
وہ میری زندگی میری جنت میری جان تھی
مجھے چھوڑ کر کسی اور کی جاگیر بن گیا
وقاص کبھی کسی سے ایسا ہوا ہی نہیں
کے میں شکار اور وہ تیر بن گیا

یہ تھی میرے دوست وقاص ساگر کی زندگی کی کہانی آپ کو کیسی لگی ضرور بتایئے گا۔

غم

نہ چاہت ہے ستاروں کی
نہ تمنا ہے نظاروں کی
آ جیسا ایک دوست ملا تو کیا
نہ ضرورت ہے ہزاروں کی۔

--------- فضا شعیب لاہور

جس میں سمٹے سارا جہاں
چھوٹا سا ہے وہ لفظ ماں
اس رشتے سے سب ہیں واقف
کوئی نہ سمجھے کیا ہے ماں
پیار اور محبت کا کرے بردم
چاہت کا ایک خزانہ ہے ماں
قدموں تلے ہے جنت اس کے
اتنی عظمت ان سے پوچھو
جن کے پاس نہیں ہے ماں
ماں نعم البدل نہیں اس کا دنیا بھر میں
اک ایسا لازوال رشتہ ہے ماں
دعا دیتا ہے دل تجھے ہر سکھ پانے کی
نظر نہ لگے تجھے زمانے کی
سمٹ لے تیرا دل ہر خوشی زمانے کی
صدا رہے تیری عادت مسکرانے کی

---------فاطمہ حسنین لاہور

بے بسی

موسم بدل گئے زمانے بدل گئے
لمحوں میں دوست برسوں پرانے بدل گئے
دن بھر رہے جو میری محبت کی چھاؤں میں
وہ لوگ دھوپ ڈھلتے ہی ٹھکانے بدل گئے
کل جن کے لفظ لفظ میں چاہت تھی پیار تھا
لو آج ان لبوں کے ترانے بدل گئے
اک شخص کیا گیا میرا شہر چھوڑ کر
جینے کے سارے ڈھنگ بہانے بدل گئے

محبت کی جنگ

--تحریر-عرفان حسین آصف-ملتان-0305.7571972

شہزادہ بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

قارئین میں شاہد رفیق آپ کی خدمت میں ایک اور سٹوری کے ساتھ حاضر ہوا ہوں امید ہے سب کو بہت پسند آئے گی-قارئین میں کچھ مصروفیات اور اپنی والدہ محترمہ کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھا اس لیے میں اپنی یہ سٹوری اپنے پیارے دوست عرفان حسین آصف کے نام کرتا ہوں قارئین میری والدہ صاحبہ کی صحت کے لیے دعا کیجئے گا اللہ تعالیٰ ان کو صحت وتندرستی عطا فرمائیں آمین-قارئین میں نے اس کہانی کا نام محبت کی جنگ رکھا ہے امید ہے سب کے دلوں میں یہ کہانی بھی نقش کرے گی۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا-اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

میرا نام کنول ہے میں ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں میرا تعلق سرگودھا کے شہر سے ہے میرے دادا ابو نے دو شادیاں کی تھیں ایک انہوں نے بڑے دادا ابو کے کہنے پر کی تھی جبکہ دوسری انہوں نے اپنی محبت سے کی تھی اور وہ دونوں دادا ابو کی کزنز تھیں لگ الگ انکل کی بیٹیاں تھیں-میری دادای اماں بہت خوبصورت تھیں وہ حافظہ قرآن تھیں وہ میرے دادا ابو سے پورے آٹھ سال چھوٹی تھیں ایک دن میرے دادا ابو کو دل کا اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا سے ناتا توڑ گئے اس وقت میرے دادا ابو کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جو اس وقت پانچ سال کا تھا کہ میرے دادا ابو کے دل میں اپنی محبت کو پانے کی خواہش نے انگڑائی لینے لگی جو بڑے دادا ابو کی وجہ سے رکی ہوئی تھی۔

بڑی دادی اماں پہلے ہی وفات پا چکی تھیں اور اب بڑے دادا ابو بھی نہیں تھے جو سمجھاتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دادا ابو نے دوسری شادی کر لی جسے میری پہلی دادی نے بھی کھلے سے تسلیم کر لیا تھا وہ تھی بھی صابر وشا کر خاتون جس کی زبان پر کبھی شکوہ نہیں آیا تھا۔

میری پہلی دادی اماں کا نام زبیدہ بیگم تھا جبکہ دوسری دادی اماں کا نام فردوس بیگم تھا پہلی دادی اماں کی ایک بیٹا تھا جس کا نام خلیل خان تھا اس کی گود سے مزید کوئی اولاد نہ ہوئی-جبکہ میری دوسری دادی اماں جس کا نام فردوس تھا اس کی گود سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے بڑے کا نام جمشید تھا جبکہ چھوٹے کا نام جنید تھا جبکہ سب سے چھوٹی بیٹی تھی جا کا نام نشاء بیگم تھا میری دونوں دادیاں ایک دوسرے کی بہنیں بن کر زندگی گزار

رہی تھی کبھی بھی کسی وقت ایک دوسرے سے نہیں الجھی تھی فردوس بیگم نے زبیدہ بیگم سے بڑی بہو ہونے کا حق نہیں چھینا تھا کوئی بھی فیصلہ کرنا ہوتا تو زبیدہ بیگم کا فیصلہ حتمی فیصلہ ہوتا تھا میرے بڑے انکل بھی سلجھے ہوئے انسان تھے دادا ابو کے فیصلے کو کبھی بھی رد نہیں کرتے تھے۔

اسی وجہ سے دادا ابو انکل خلیل سے زیادہ پیار کرتے تھے انکل جمشید تو خوش ہوتے تھے مگر جنید اور نشاء انکل خلیل سے نفرت کرتے تھے میرے دادا ابو جہاں رہتے تھے وہ ایک بڑی سی حویلی تھی جس کی تین منزلیں اور ہر منزل پر آٹھ آٹھ کمرے تھے جو میرے بڑے دادا ابو نے بہت شوق سے بنوائے تھے جہاں پر دادا ابو نے سب بیٹوں اور بیٹی کی شادیاں کیں۔ خلیل خان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام ابرار تھا جبکہ جمشید کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا جبکہ جنید کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے جمشید کی بیٹیاں لائبہ اور صبا تھیں اور بیٹے کا نام روز مین خان تھا جبکہ جنید کی بیٹیاں نتاشہ اور کنول تھیں بیٹے صائم اور سمیر تھے کچھ ہی دنوں بعد زمینوں کا جھگڑا شروع ہو گیا تھا جس کو میرے دادا نے اس طرح ہینڈل کیا کہ بچے ابھی چھوٹے ہیں ان کو اپنے پاؤں پر تو کھڑا ہونے دو اور میری بھی سانسیں نا جانے کب تک ہیں اس لیے میں اپنے ہوتے ہوئے ہی انہیں بٹوارا نہیں ہونے دوں گا تو سب خاموشی اختیار کر گئے۔

اس وقت ابرار کی عمر پندرہ سال تھی اور نویں میں تھا جبکہ لائبہ اور صبا ایک سال کے وقفے میں تھیں اور ساتویں آٹھویں میں پڑھتی تھی جبکہ روز مین بھی پندرہ سال کا تھا اور وہ بھی ابرار کے ساتھ نویں میں تھا کیونکہ انکل جمشید خان کی شادی ایک ساتھ ہوئی تھی اور شادی کے ایک سال بعد ہی یہ دونوں پیدا ہوئے تھے جبکہ صائم اور سمیر دونوں بھائی چھٹی اور پانچویں میں تھے اور نتاشہ فور کلاس میں تھی کیونکہ یہ سب سے چھوٹی تھی کنول یعنی میں سب سے بہن بھائیوں سے بڑی تھی اس لیے میں ساتویں کلاس میں تھی اور سب کی آنکھوں کا تارہ تھی اکثر ہوتا یہی تھا کہ چھوٹے وہ لڑکی ہو یا لڑکا اس کو زیادہ پیار ملتا ہے مگر یہ خوش نصیبی میرے حصے میں آئی تھی سب ہی مجھے بہت چاہتے تھے باقی سب سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے جبکہ میں ان کے بالکل برعکس تھی سب ہی کو ہنساتی رہتی تھی جو بات دل میں آئی وہ سب کے سامنے کہہ دیتی میری اسی خوش طبیعت کی وجہ سے سب بہت چاہتے تھے۔

اللہ پاک جب بھی کسی کو پیدا کرتا ہے تو اس کے دل کے کسی خانے میں کسی کے لیے چاہت چھپا کر رکھ دیتا ہے جو بڑے ہونے پر خود یہ تلاش کر لیتے ہیں میرا بھی یہی حال تھا میرے دل میں بھی کسی کی چاہت تھی جو رفتہ رفتہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی جو مجھے اپنا احساس دلا رہی تھی وہ کوئی اور نہیں وہ میرا کزن ابرار تھا جس کو میں ہر وقت سوچتی رہتی تھی وہ تھا بھی تو بہت خوبصورت میں ہر وقت اسی کے ساتھ کھیلتی تھی اپنا ہوم ورک بھی اسی کے ساتھ مل کر کرتی تھی میں جہاں بھی جاتی مارکیٹ اپنی سہیلیوں کے گھر یا کسی فنکشن میں تو وہ ضرور ساتھ جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ وقت گزرتا گیا اور میری محبت بھی پروان چڑھتی گئی میں اکثر سوچتی کہ کیا ابرار بھی مجھ سے محبت کرتا ہے کہ نہیں لیکن میں کیسے معلوم کرتی میرے پاس کوئی اس طرح سے ذریعہ بھی نہیں تھا

میری سسٹرز اور کزنز نہیں وہ اپنی دنیا میں گم تھیں کہ میں ان کا سہارا لیتی۔

ایک دن اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اس پر عمل کرنے کا سوچ لیا اگلے دن سکول سے واپسی پر جان بوجھ کر سیڑھیوں سے پھسل گئی کیونکہ میرے دادا ابو دادی اماں اور ابرار کی فیملی نیچے والی منزل پر رہتے تھے جبکہ ہماری فیملی دوسری منزل پر رہتی تھی اور انکل جمشید کی فیملی سب سے اوپر والی منزل پر رہتی تھی میں نے تو بس بہانہ کیا تھا مگر ہوا سب کچھ الٹا جب میں پانچ سیڑھیوں پر سے جان بوجھ کر پھسلی تو میرا سر زور سے نیچے والی سیڑھی پر لگا میرا سر پھٹ گیا اور میں گرتی ہوئی نیچے تک چلی گئی میں بے ہوش ہو گئی اسی وقت ابرار بھی سکول سے واپس آیا تھا اور میں نے ابرار کو دیکھ لیا تھا اسی لیے جلدی میں پھسلنے کا بہانہ بنایا تھا جو میرے لیے وبال جان بن گیا ابرار نے جب مجھے دیکھا تو دادا ابو کو آواز دی پھر سب گھر میں بھگدڑ مچ گئی ابرار نے جلدی سے مجھے اٹھایا اور دادا ابو نے گیٹ کھولا اور گاڑی میں لٹا دیا ابرار بھی میرے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور میرا سر اپنی گود میں رکھ لیا ابو نے گاڑی کو فل اسپیڈ سے ہاسپٹل لے گئے ڈاکٹروں نے مجھے ایمرجنسی میں رکھا اور گھر والوں کو کہا کہ بس دعا کریں تقریبا ایک گھنٹہ بعد ڈاکٹر نے کہا۔

خون کا فوری بندوبست کریں کیونکہ خون کافی بہہ گیا ہے اس لیے مریضہ کی جان کو خطرہ ہے اس وقت ہسپتال میں امی ابو انکل اور ابرار ہی تھے جبکہ دادا ابو گھر میں بیٹھ کر خدا سے میری زندگی کی دعا کر رہے تھے جبکہ میرے دونوں بھائی اور بہن سکول سے نہیں آئے تھے میں اسی لیے جلدی آ گئی کہ ابرار کو ہمارے ٹائم سے ایک گھنٹہ پہلے چھٹی ہوتی ہے اور مجھے اپنے منصوبے پر عمل کرنا تھا انکل نے چیک کروایا تو اس کا خون میرے گروپ سے میچ نہ ہوا کیونکہ میرا گروپ او نیگٹو تھا جبکہ انکل کا بی پوزیٹو تھا ابو کا بھی بلڈ گروپ میچ نہ ہوا ابرار کو تو کوئی ہوش نہ تھا وہ تو بس روئے جا رہا تھا جبکہ ابو نے جب امی سے کہا۔

ڈاکٹروں نے فوری بلڈ کا کہا ہے جبکہ ہمارا کسی کا بھی میچ نہیں ہوا تو ابرار بھی امی کے پاس ہی بیٹھا تھا جب اس نے سنا تو دیوانہ وار بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا۔

ڈاکٹر صاحب آپ میرا بلڈ چیک کریں اگر میرا بلڈ ملتا ہے تو میرا خون کا قطرہ قطرہ نچوڑ لیں مگر میری کزن کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

جب انہوں نے ابرار کا بلڈ گروپ چیک کیا تو وہ خوش قسمتی سے میچ ہو گیا تھا ڈاکٹر جلدی سے ابرار کو بلڈ روم میں لے گئے وہاں انہوں نے ایک بوتل خون کی نکالی اور تھوڑی دیر بعد پھر ڈاکٹر نے کہا کہ خون کی اور بھی ضرورت ہے پلیز جلدی کریں تو پھر ابرار نے کہا۔

جب میرا بلڈ میچ ہو گیا ہے تو پھر ٹینشن کیسی آپ کیوں جان بوجھ کر دیر کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر نے کہا کہ بیٹا ایک وقت میں ہم صرف ایک ہی بوتل خون لے سکتے ہیں ورنہ آپ کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔

ابرار نہ مانا تو پھر ڈاکٹر نے کہا۔ آپ کے والد صاحب لکھ کر دیں گے کہ ہم اپنی رضامندی سے بلڈ دوسرے مریض کو منتقل کر رہے ہیں اس میں ڈاکٹرز کا کوئی عمل دخل نہیں ہے تو پھر ہم بلڈ لیں گے ابرار نے اپنے بیٹے ہونے کا حق ادا کیا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مجبوراً انکل خلیل نے ڈاکٹر کو لکھ کر دے دیا اس کے بعد ڈاکٹر بوتل میں خون نکالنے لگے تو ابرار نے کہا کہ ایسا نہیں کیا آپ مجھے مریضہ کے ساتھ والے بیڈ پر لٹاتے اور بلڈ والی نالی اسکے ہاتھ کی رگوں میں لگا دیتے بھلے میں مر جاؤں مگر میری کزن کو کچھ ہونا نہیں چاہیے۔

مجبور ڈاکٹروں کو ایسا کرنا پڑا انہوں نے ایک نالی ابرار کے ہاتھ میں لگا دی اور جب ایک نالی میرے ہاتھ میں لگائی تقریباً مزید دو بوتلیں خون کی میرے اندر جانے کے بعد مجھے کچھ ہوش آنے لگا اسی وقت انہوں نے ابرار کے ہاتھ سے نیڈل نکالی اور اسے تقریباً آدھا گھنٹہ لیٹے رہنے کو کہا اور آدھے گھنٹے بعد مجھے کافی ہوش آ گیا تھا مگر میں آنکھیں نہیں کھول سکتی تھی سر میں بہت درد ہو رہا تھا مگر سن سب سکتی تھی یہاں تک تو مجھے سب باتیں امی جان نے بتائی تھیں کہ جب میں ٹھیک ہو کر گھر گئی تھی مگر جب مجھے ہوش آیا تھا تو اسکے آگے کے لمحے مجھے اچھی طرح یاد تھے جب ڈاکٹر اندر داخل ہوا تو اس کے ایک ہاتھ میں جوس تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں گرم گرم دودھ میں آنکھیں مکمل تو نہیں کھول سکتی تھی مگر نیم آنکھوں سے دیکھ رہی تھی انہوں نے ابرار سے کہا۔

یہ دودھ پی لو اور اس کے دس منٹ بعد یہ جوس پی لینا اور اس کے دس منٹ بعد آپ نے بستر سے اٹھنا ہے تب تک میں اندر کسی کو نہیں آنے دوں گا اور واپس جانے کے لیے مڑا مگر پھر ٹھہر کر ابرار سے مخاطب ہوا۔ ڈاکٹر بھی تقریباً ینگ تھا اس کی عمر پچیس چھبیس سال ہوگی۔

اس نے کہا اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں آپ سے ایک پرسنل سوال کروں۔

ابرار نے کہا۔ جی ضرور میں مائنڈ نہیں کروں گا۔ تو وہ کہنے لگا۔

کہیں آپ اس لڑکی سے محبت تو نہیں کرتے وہ اس لیے کہ آج جب آپ نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر تین بوتل خون اس کو دے دیا ہے وہ کوئی عام بات نہیں ہے۔

ادھر میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ پتہ نہیں ابرار کیا جواب دیتا ہے وہ مجھ سے پیار کرتا بھی ہے یا نہیں میں اسی کشمکش و پنج میں مبتلا تھی کہ ابرار کی آواز آئی وہ کہہ رہا تھا کہ میں تو اپنی جان سے بھی زیادہ اس سے پیار کرتا ہوں میں تو بس اسی کے لیے جیتا ہوں اسی کی صورت دیکھ کر تو میری صبح ہوتی ہے کوئی ایسا پل نہیں ہوتا جب میں اسے نہ سوچوں۔ یہ تو میری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے جس دن اس کا ساتھ چھوٹا وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا لیکن پتہ نہیں وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے یا نہیں مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ میں اظہار کر سکوں کیونکہ اگر اس نے انکار کر دیا تو میں یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔

ڈاکٹر نے کہا میری دعا ہے کہ ہر کسی کو تم جیسا چاہنے والا ملے اور پلیز کبھی ہمت نہ ہارنا یہ آج بھی تمہاری تھی اور کل بھی تمہاری تھی کیونکہ جب بچہ کسی تکلیف میں ہوتا ہے تو وہ صرف اسی کو پکارتا ہے جس سے وہ پیار کرتا ہے مگر یہ مریضہ بی بی تو سوتے میں بھی بس تمہارا ہی نام لے رہی تھی اور اب تم کچھ دیر بات کر لوں میں بیس منٹ تک کسی کو اندر نہیں آنے دوں گا کیونکہ مریضہ بھی اب ہوش میں آ چکی ہیں اور خاموشی سے ہماری باتیں سن رہی ہیں جب میں نے آنکھیں کھول کر ابرار کی طرف دیکھا تو وہ اب ڈاکٹر صاحب کو کیا جواب

دیتا ہے تو اسی وقت کہیں ڈاکٹر صاحب کی نظر مجھ پر پڑی یہ کہتے ہوئے وہ باہر چلے گئے تو ابرار نے اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھا میرا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر کہنے لگا۔

کنول پلیز جب آپ نے ہماری باتیں سن ہی لی ہیں تو بتا دو کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو یا نہیں سچ بتانا اگر آپ کسی اور کو چاہتی ہیں تو میں آپ کی زندگی سے بہت دور چلا جاؤں گا جہاں میرا سایا بھی تم پر نہ پڑے۔

میں تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا اگر آپ نے آج کے بعد ایسی بات کی تو میں تم سے بہت دور چلی جاؤں گی۔ میں تو زندہ بھی بس تیری وجہ سے ہوں پہلے تمہاری محبت نے زندگی کو بچا رکھا اب تم نے زندگی دے دی میں تو بچپن سے ہی تم سے محبت کرتی ہوں اگر تم تھوڑی دیر نہ آؤ تو میں بے چین ہو جاتی ہوں یہ تو بس مجھے پتہ ہے کہ میں سکول میں کیسے وقت گزارتی ہوں وہاں بھی تیری باتوں اور یادوں کے سہارے وقت گزارتی ہوں میں تو تم سے ایک منٹ بھی دور ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتی پھر آپ نے کیسے سوچ لیا کہ تمہارے دور چلے جانے سے میں رہ پاؤں گی پلیز ابرار اگر آج کے بعد تم نے ایسی بات کی تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ اور رونے لگی ابرار نے بڑی مشکل سے مجھے چپ کروایا اور کہا۔

اب میں باہر جا رہا ہوں باہر سب پریشان ہونگے ان کو بھی تو حوصلہ دینا ہے خبردار جواب تم روئی تو ورنہ تو میں۔

ورنہ کیا۔ میں فوراً بول پڑی۔

اس نے کہا۔ ورنہ میں بھی رونے لگ جاؤں گا تو ہم دونوں ہنسنے لگے وہ باہر چلا گیا آج میں بہت خوش تھی کہ جسے چاہا تھا اسے پا بھی لیا ہے ادھر ابرار کا بھی یہی حال تھا تھوڑی دیر گزری تھی کہ سب اندر چلے آئے صرف دادا ابو اور دونوں دادیاں نہیں تھیں وہ آ بھی تو نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ اب بوڑھے ہو چکے تھے اتنے بھی بوڑھے نہیں ہوئے تھے کہ آ نہ سکیں لیکن وہ ہسپتال جیسی جگہ پر بہت گھبراتے تھے اس لیے سب کو بھیج دیا تھا اور خود گھر میں جائے نماز پر بیٹھ کر خدا سے میری زندگی کی دعا کر رہے تھے جو خدا نے سن لی تھی سب باری باری میری خیریت پوچھ رہے تھے کوئی میرے پاؤں دبا رہا تھا تو کوئی میرے باز و اور کوئی ابرار کو چھیڑ رہے تھے کہ واہ کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ڈاکٹرز نے بھی آپ کی تعریف کی ہے تو ابرار شوخ انداز میں کہا۔

جو تعریف کے لائق ہو تو تعریف بھی اسی کی کی جاتی ہے اور میں ہوں بھی تو اتنا ہینڈسم اور خوبصورت اور سب سے زیادہ انٹیلی جنٹ تو تعریف تو ہوگی ہی نہ تو سب ہنسنے لگے تین دن بعد مجھے چھٹی مل گئی تھی۔ یہ تین دن ابرار میرے ساتھ میرے پاس ہی رہا باقی شام کو چلے جاتے اور جب سکول سے چھٹی ہوتی تو پھر سب میرے پاس جمع ہو جاتے تھے۔

اسی طرح دن گزرتے گئے اور سکول لائف کو سب سے پیچھے چھوڑ دیا تھا ابرار نے میڈیکل انجیرنگ میں داخلہ لے لیا تھا اور وہ اس وقت سیکنڈ ائیر میں تھے اور روزمین بھی ابرار کے ساتھ انجینرنگ کر رہا تھا اور وہ بھی سیکنڈ ائیر میں تھا جبکہ لائبہ اور صبا ایف ایس سی کر رہی تھیں اور وہ دونوں فرسٹ ائیر میں تھیں جبکہ ضائم اور سمیر نے ابھی ابھی میٹرک کے ایگزائم دیئے تھے اور وہ بھی اس

وقت آگے کالائحۂ عمل سوچ رہے تھے اور نتاشہ اس وقت دسویں میں تھی جبکہ ابرار کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے انجیئرنگ میں داخل لے لیا اور میں اس وقت فرسٹ ائیر میں تھی اس تک پہنچنے میں ابرار اور میری محبت بھی انتہائی حد تک بڑھ چکی تھی ابرار اور میں ہم دونوں صبح اکھٹے ہی گاڑی میں جاتے تھے اور واپسی پر اکھٹے ہی آتے تھے کبھی کبھی ہم باہر ریسٹورنٹ میں چلے جاتے تھے اور اپنے مستقبل کے پلان بناتے رہتے تھے ابرار کہتا کومل آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں دل کرتا ہے ان میں ڈوب جاؤں جب کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اگر قسمت نے کبھی ہم میں جدائی ڈال دی تو پھر کیا ہوگا میرا دل رک سا جاتا ہے۔

میں نے کہا ابرار تم اس طرح مت سوچا کرو اگر اللہ پاک نے چاہا تو ہم ضرور ایک ہوں گے روز مین کے پاس اپنی گاڑی تھی وہ پہلے لائبہ اور صبا کو کالج ڈراپ کرتا اس کے بعد خود کالج جاتا کیونکہ ہمارے کالج سے پہلے ان کا کالج آتا تھا نتاشہ کو صبح ابو چھوڑنے جاتے تھے اور چھٹی کے وقت ڈرائیور لے کر آتا تھا کیونکہ صبح جب ابو دفتر جاتے تو نتاشہ کے سکول سامنے سے گزرتے تھے اس تمام عرصہ میں میرے دادا ابو وفات پا چکے تھے اور میری دادی اماں جو ابرار کی دادی بھی تھی وہ بھی وفات پا چکی تھیں جب کے میری دادی ماں بھی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی تھی کیونکہ اسے ہیپا ٹائٹس سی تھا اس لیے ہم سب ان کا خیال رکھتے تھے اسی طرح سب ہنسی خوشی زندگی گزر رہے تھے ہماری جو ایک ہی پھوپھو تھیں وہ ہمیں ملنے آئی ہوئی تھیں اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی تھیں وہ بھی تقریباً ہمارے ہم عمر تھے پھوپھو کا بیٹا کاشف مجھے بہت گہری نظروں سے دیکھتا تھا اس لیے میں اس کے سامنے بہت کم جاتی تھی شاید وہ بھی جانتا تھا کہ اس لیے وہ بار بار میرے سامنے آتا مجھ سے بات کرنے کی کوشش کرتا مگر کبھی تو یوں ہاں میں جواب دے دیتی تھی مگر اکثر کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اٹھ جاتی تھی میں نے ابرار کو بھی کہا مگر اس نے کہا۔

دیکھو کنول یہ محبت کے رشتے روح کی مانند ہوتے ہیں ان کو کوئی بھی جدا نہیں کر سکتا میں تم کو حاصل کر کے ہی رہوں گا تم اس طرح کی ٹینشن مت لیا کرو میں ہوں تو کیا تم کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو میں نے کہا۔

ابرار میں تو اپنے سے بھی زیادہ تم پر اعتماد کرتی ہوں مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم کبھی بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑو گے مگر ڈرتی ہوں یہ دنیا بہت ظالم ہے یہ کسی کو ہنستا ہوا نہیں دیکھ سکتی ابرار نے کہا بس تھوڑے دن انتظار کرو جب میری پڑھائی کمپلیٹ ہو جائے گی۔

کچھ یہ دن گزرے تھے کہ کاشف کی امی نے ابو سے میرے رشتے کی بات کی تو ابو نے کہا کہ وہ ابھی پڑھ رہی ہے جب پڑھائی مکمل ہوگی تو میں تمہیں ہی دوں گا کاشف بھی تو میرا ہی بیٹا ہے پھوپھو تو چلی گئی مگر میرا جینا حرام کر گئی اس رات میں سو نہ سکی صبح جب ابرار کے ساتھ کالج جا رہی تھی تو اس نے میری آنکھیں دیکھ کر کہا۔

لگتا ہے محترمہ رات کو سو نہیں سکی شاید میری یادوں نے اتنا تڑپایا ہوگا۔

اس کا بس اتنا ہی کہنا تھا کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی وہ بھی پریشان ہو گیا اور مجھ سے رونے کی وجہ پوچھنے لگا میں نے روتے ہوئے

ساری بات بتا دی جو امی ابو اور میری پھوپھو کے درمیان ہوئی تھی ابرار نے جب یہ سنا تو وہ بھی پریشان ہو گیا اور کہنے لگا۔

اچھا تم رونا بند کرو میں واپسی پر امی جان سے بات کرتا ہوں۔

میں چپ ہو گئی بڑی مشکل سے کالج ٹائم گزارا اور گھر آ گئے میں تو اپنے کمرے میں چلی گئی مگر ابرار سیدھا مما کے پاس گیا اور ساری بات بتا دی ابرار کی امی رات کو ابو اور امی سے بات کی تو ابو نے کہا۔

میری بہن بھی تو مجھے کہہ کر گئی ہے مگر میں نے پڑھائی کا بہانہ بتایا تھا ویسے بھی کنول ابھی پڑھ رہی ہے تو امی نے کہا۔

بھائی صاحب ہمیں اپنے بچوں کی خوشی دیکھنے چاہئے اور ویسے بھی میں کون سی ابھی شادی کی بات کر رہی ہوں ابھی تو بس منگنی کرنی ہے جب ان دونوں کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی تو تب ہم ان کی شادی کر دیں گے۔

ابو نے کہا کہ کچھ دن ٹھہر جاؤ میں سوچ کر جواب دوں گا تو امی جان واپس چلی گئیں ابو نے ساری بات دادی جان کو بتائی تو دادی جان نے کہا کہ دیکھو میرے بیٹے وہ بھی میری بیٹی ہے میری پھوپھو کا نام لیا اور ابرار بھی مجھے بہت عزیز ہے آپ کے والد بھی یہی چاہتے تھے کہ سب رشتے گھر میں ہی ہوں تو بہتر ہے ویسے بھی رشتے بچوں کی خوشی کو دیکھ کر کیے جاتے ہیں کیونکہ آگے کی زندگی ان بچوں نے گزارنی ہے تو بچوں نے ہی گزارنی ہے ہم تو اپنی زندگی گزار چکے ہیں اور ویسے بھی ابرار اور کنول ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں تم نشا بیٹی سے کہو کہ وہ کنول کے علاوہ جو بھی بیٹی پر ہاتھ رکھے گی ہم انہیں دے دیں گے جب ابو نے نشا پھوپھو سے بات کی تو وہ آپے سے باہر ہو گئی اور کہا۔

ٹھیک ہے میں پہلے ہی جانتی تھی کہ میری تو کوئی عزت بھی نہیں تھی آپ تو مجھے بہن سمجھتے ہی نہیں ہیں آج آپ کو بہن کی خوشی سے سوتیلے بھائی کی خوشی عزیز ہے آپ چاہئے بھائی صاحب آج کے بعد آپ کی یہ بہن آپ کے لیے مر گئی ہے کوئی رشتہ نہیں ہے آپ لوگوں کے ساتھ

ابو نے بہت سمجھایا مگر وہ ایک ہی بات پر بضد تھیں کہ اگر میرے بیٹے کو رشتہ دنیا ہے تو میں کنول کا ہی لوں گی ورنہ آپ لوگوں کا میرے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔

ابو واپس آ گئے ابو نے ساری بات دادی کو بتا دی تو دادی نے پھوپھو کو سمجھایا کہ یہ سب آپ کی تو بیٹیاں ہیں کیا ہوا جو کنول نہیں تو آپ کنول کنول کے علاوہ جو بھی لڑکی کا نام لو گی تو ہم آپ کو خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گے۔

پھوپھو نے دادی سے بھی یہی کہا میری بہو بنے گی تو کنول ورنہ میرا آپ لوگوں سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور چلی گئی ابرار اور میں ہم مل کر دادی جان کے دروازے کے باہر سب گفتگو سن رہے تھے جب پھوپھو چلی گئی تو ہم دونوں دادی جان کے پاس چلی جان کے پاس گئے اور روتے ہوئے کہا۔

پلیز دادی ماں ہم دونوں کو کبھی بھی جدا نہ کرنا ورنہ ہم مر جائیں گے ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں ہمیں مایوس نہ کرنا تو دادی جان نے کہا بیٹا۔

تم جاؤ اور کون سے سو جاؤ کل شام کو کھانے

کی ٹیبل پر میں تم کو خوشخبری دوں گی۔

ہم واپس چلے گئے جب میں کمرے میں پہنچی تو نتاشہ میرا انتظار کر رہی تھی اتنی رات گئے میں میں پریشان ہوگئی اس نے جب مجھے دیکھا تو کہا پلیز باجی کچھ کرو ورنہ میں بکھر جاؤں گی میں روزمین ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں اگر پھوپھو نے میرا نام لے لیا تو میں تو مر ہی جاؤں گی۔

اسی وقت روزمین بھی میرے کمرے میں آگیا اور وہ بھی مجھے کہنے گا پلیز سسٹر کچھ کرو نتاشہ روزمین تو ایک دوسرے کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب تک ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں تو ہمیں چین بھی نہیں آتا اگر پھوپھو نے نتاشا کو کہا تو ہم دونوں خودکشی کرلیں گے۔

میں نے انہیں سمجھایا اور کہا تم بے فکر ہو جاؤ میں تم دونوں کو کبھی بھی جدا نہیں ہونے دوں گی تو وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ مجھے بھی بے چینی ہو رہی تھی میں یونہی ہی راہدراری میں نکل آئی تھوڑا سا آگے بڑھی تو صائم کے کمروں سے آوازیں سنائی دے رہی تھی میں یونہی کان لگا کر سننے لگی صائم کہہ رہا تھا کہا۔

اگر پھوپھو نے لائبہ کا نام لیا تو میں ابو سے بغاوت کر جاؤں گا ہم دونوں کورٹ میرج کرلیں گے لائبہ بھی کہہ رہی تھی کہ اگر پھوپھو نے میرا نام لیا تو پہلے تو میں امی سے بات کروں گی اگر وہ بھی نہ مانے تو ہم چپکے سے شادی کرلیں گے پھر وہ ہمارا کیا کرلیں گے۔

بیچ میں صبا کی آواز سنائی دی تم دونوں اپنے بارے میں تو پلان بنا رہے ہو ہمارے بارے میں بھی تو سوچو ہمارا کیا بنے گا اگر پھوپھو نے میرا نام لے لیا تو ہم کیا کریں گے۔

سمیر نے کہا اگر اگر پھوپھو نے تمہارا نام لیا تو میں اس کی بیٹے کی آنکھیں نکال دوں گا تا کہ تم پر اس کی نظر بھی نہ پڑے۔

میں یہ سب سن کر دل ہی دل میں ہنس رہی تھی کہ رات کے بارہ بج گئے ہیں اور یہ سب اپنی اپنی ٹینشن میں پڑے ہوئے ہیں ہماری تو روٹین تھی نو بجے کا خبرنامہ سن کر حویلی کی لائٹس بجھادی جاتی تھیں اور سب سونے کے لیے چلے جاتے ہیں اور آج بارہ بج گئے تھے مگر سب کی نیندیں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ بھی صرف پھوپھو کی وجہ سے میں یہی سوچ رہی تھی کہ ابرار بھی اوپر آگیا مجھے دیکھا تو بولا اوہو میں سمجھا کہ صرف میری نیندیں اڑی ہوئی ہیں مگر محترمہ کا بھی یہی حال ہے۔

میں نے انہیں خاموش رہنے کا کہا تو خاموش ہوگیا میں اس کے پاس گئی اور ساری بات بتادی تو ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ سب مل کر اس مسئلہ کا حل نکالتے ہیں میں نے نتاشہ کو بلایا ابرار نے روزمین کو کال کی وہ بھی آگیا ہم چاروں جب اندر داخل ہوئے تو وہ سب چونک گئے ان کا خیال تھا کہ رات کے بارہ بجے کون آئے گا اس لیے انہوں نے دروازہ اندر سے لاک نہیں کیا تھا۔ ہم سب اندر داخل ہوئے ان سب کو ہمت دی اور مل کر مسئلے کا حل نکالنے کا سوچا سب نے مختلف تجاویز دیں مگر ابرار کی تجویز سب کو اچھی لگی ہم سب مل کر دادی ماں کے کمرے میں جمع ہوگئے کیونکہ تین بجے دادی جان تہجد کے لیے اٹھتی تھیں اس وقت دس منٹ رہتے تھے دادی جان نے ہم سب کو اس وقت اکھٹے دیکھا تو پریشان ہوگئی ہم سب نے دادی جان کو اپنی اپنی پسند کے بارے

ہیں بتایا اور یہ بھی کہا کہ ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں ہم ایک دوسرے میں بغیر جی بھی نہیں سکتے ہیں اگر ہمیں کسی کو بھی جدا کیا گیا تو ہم خودکشی کرلیں گے دادی جان ہماری محبت کو دیکھ کر مسکرائیں اور کہا۔

بیٹا آپ سب مجھے بہت ہی عزیز ہو اور اس سے بڑھ کر آپ کی خوشی آپ سب نے بہت اچھا کیا جو مجھے پہلے بتایا ورنہ میں تو کچھ اور سوچے بیٹھی تھی اور کہا کہ اب تم خوش ہو کر جاؤ شام کے کھانے پر میں سب کو خوشخبری دوں گی اب میری تہجد کا ٹائم ختم ہو رہا ہے اس لیے مجھے تہجد پڑھنے دو ہم سب ہنسی خوشی واپس چلے گئے رات کو ٹیبل پر کھانا کھاتے ہوئے دادی جان نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا۔

میں نے سوچا ہے کہ بچوں کے مستقبل بارے میں پہلے سب کو آگاہ کردوں کیونکہ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ جانے کب ختم ہو جائے اور اوپر سے بلاوہ آجائے کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں اور پھر سب کی جانب باری باری دیکھا سب خاموش تھے تو دادی جان نے اعلان کیا کہ ابرار اور کنول کو روزمین اور نتاشہ کو صائم اور لائب کو سمیر اور صبا کو میں رشتہ ازدواج میں منسلک کرتی ہوں ان کی ٹھیک تین دن بعد منگنی کی رسم ہوگی اگر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو وہ سوال کرسکتا ہے ورنہ منگنی کی تیاری کرو اور ان کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ان کی شادی کردی جائے گی۔

دادی کا فیصلہ سن کر سب ہی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے جبکہ ہم سب کے چہرے خوشی سے کھل سے گئے تھے کیونکہ ہماری دلی مراد پوری ہونے والی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے جواب عرض کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیئے گا۔

قارئین کرام۔ میں ان دنوں امی جان کی وجہ سے کافی پریشان ہوں ان کی بیماری ٹھیک ہونے کا نام نہیں رہی ہے اس لیے میں اپنی یہ سٹوری اپنے پیارے دوست عرفان حسین آصف کے نام کرتا ہوں۔ اور قارئین کرام دعا کریں کہ میری امی کو جلد صحت اور تندرستی مل جائے۔ ماں کے دم سے ہی دنیا میں رونقیں ہوتی ہیں میں ان کی وجہ سے اتنا پریشان ہوں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہیں۔ میری والدہ کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی جلد صحت یاب کرے وہ ان دنوں ہسپتال میں ہیں اور میں ان کے پاس ہی ہوتا ہوں۔

چوہدری شاہد رفیق سہو۔ کبیر والا۔
0345.3272617

اپنوں کے ظلم

میرے دشمنوں نے جو بھی وار کیے یار بن کر
اپنوں نے جو بھی ظلم کیے پیار بن کر
وہ بھی بے وفا نکلا زمانے کی طرح
میرے دوستوں نے جو دکھ دیئے دلدار بن کر
میری بے بسی کا مذاق اڑایا ہر کسی نے
مجھے اپنوں نے جو زہر دیا اعتبار بن کر
بے سود پھرتا ہوں میں پاگلوں کی طرح
مجھے کسی نے بھی نہ دل سے لگایا خدا سے ڈرکر
تیرے دکھوں نے مجھ کو مار ڈالا جانے جگر
یہاں کوئی ملا مجھے بے وفا بن کر
ایک سانسو کی ڈوری ہے یہ بھی ٹوٹ جائیگی
عزیز کوئی بھی نا آئے گا تیرا پیار بن کر

عزیز احمد بھٹی۔ کیمپل روڈ لاہور

پاکیزہ محبت

--تحریر۔ ایم عاصم بوٹا۔ چوک متیلا۔ 0301.4523960

آفس منیجر ریاض احمد اور شہزادہ بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آج پھر ایک کہانی پاکیزہ محبت کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں اس کی تین اقساط ہیں برائے مہربانی ان کو شائع کر کے شکریہ کا موقع دینا مجھے امید ہے کہ آپ میری سوچوں کا امان رکھیں گے کیونکہ میں جواب عرض کا ایک عرصہ سے شدائی ہوں اور میں نے اس کے لیے بہت کچھ لکھا ہے اور اس کے لیے لکھتا بھی رہوں گا مجھے جواب عرض سے پیار ہے چاہت ہے اور میں اس میں لکھ کر قارئین تک اپنی چاہت کے پھول نچھاور کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں تو قارئین کرام آپ کو میری کہانی پاکیزہ محبت کا پہلا حصہ کیسا لگا اپنی رائے سے ضرور نوازنا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

آج کے اس دور میں کسی مخلص انسان کا ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ نہ ممکن ہے لیکن ہمارے اس مطلب پرست دور میں قاسم جیسے پاکیزہ محبت کرنے والے انسان بھی موجود ہیں جو عرصہ پندرہ سال سے اپنے محبوب کو چاہتا آ رہا ہے لیکن افسوس وہ آج تک اظہار محبت نہیں کر سکا یہاں تک کہ اس کا محبوب کسی اور کی ڈولی میں بیٹھ کر پیا گھر چلا گیا۔

غرور تو نہیں کرتے اتنا یقین ہے ضرور دوست
اگر یاد نہیں کرو گے تو بھول بھی نہیں پاؤ گے

ماہ اپریل میں میری تحریر شائع ہوئی تو بہت سارے دوستوں کی کالز آئیں کال کرنے والے میں سے بہاولپور کے چہر ہیڈ راج خان سے قاسم نامی لڑکا بھی تھا جب اس نے کال کر کے اپنا تعارف کروایا تو میں بہت خوش ہوا کیونکہ اس کا تعلق بہاولپور کی سرزمین سے تھا اور بہاولپور کے لوگوں سے میں بہت پیار کرتا ہوں اس کی وجہ کہ بہاولپور میرا اپنا علاقہ ہے لیکن کچھ مجبوریوں کے سبب اپنا آبائی علاقہ چھوڑنا پڑا تھا یوں قاسم سے میرا رابطہ دن بدن بڑھتا گیا۔

میں جب بھی اپنے گاؤں بہاولپور جاتا تو قاسم سے میری ملاقات ضرور ہو جاتی تھی وہ ایک ہنستا مسکراتا انسان تھا آج اچانک اسکا ایک میسج آیا کہ بھائی عاصم آج میں تنہا ہو گیا ہوں اس کا میسج پڑھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے یہ ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے میں نے فوری کال کی تو قاسم کا رویہ پہلے سے بدلہ بدلہ سا تھا اس کی آواز بھری ہوئی تھی بھری آواز میں بات کرنا مجھے سوچوں کی وادیوں میں لے گیا میں اس کی آواز سن کر اتنا پریشان ہوا کہ بیان کرنا بہت مشکل ہے

میں نے حیران ہوتے ہوئے یہ پوچھا کہ قاسم بھائی خیر تو ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں اس نے درد بھری آواز میں بس اتنا ہی کہا میری محبت آج کسی کی ہوگئی ہے اس کے منہ سے محبت کا نام سن کر مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قاسم نے بھی کسی سے محبت کی ہوگی

کچھ اس ادا سے توڑا ہے اس نے تعلق
اک مدت سے اپنا قصور ڈھونڈ رہا ہوں

قاسم بھائی نے کہا بھائی میں بھی کسی سے محبت کرتا تھا مگر میری محبت آج کے اس دور سے رسموں رواج اور طریقے کار سے محبت مختلف تھی جس میں محبت ضرور کی ہے لیکن آج تک اپنی محبت کا اظہار نہ کرسکا کیونکہ محبت بہت پاکیزہ اور اپنے محبوب کے لیے دلوں جان سے پاکیزہ ہوں میں نے اپنے محبوب سے محبت کی ہے نا کہ اس کے جسم سے مجھے اس کی نشیلی آنکھوں سے محبت ہے اور اس کی معصوم سی اداؤں سے محبت ہے اور اس کی باتیں سن کر میں حیران ہورہا تھا میں نے اس کی تفصیل جاننا چاہی تو اس نے معذرت کرنا چاہی اور کہا آپ میرے پاس آنا چاہو گے میں نے آنے کی حامی بھر لی چند دنوں کے بعد ہیڈ جگاں گیا وہاں سے سیدھا اپنے گاؤں چلا گیا گاؤں جا کر میں نے قاسم کو اطلاع کی دوسرے دن قاسم میرے گاؤں آگیا پھر مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر چلا گیا مجھے بیٹھک میں بٹھا کر خود گھر چلا گیا تو بیٹھے بیٹھے میری نظر ایک ڈائری پر پڑی جس کے پہلے صفحے پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

یاد رہے گا یہ دور حیات ہم کو بھی
کیا خوب ترسے تھے زندگی میں ایک شخص کی خاطر

میں نے ڈائری اٹھائی اور اسکی ورق گردانی شروع کر دی ڈائری بہت خوبصورت انداز میں لکھی گئی تھی جس پر پہلی غزل کچھ اس طرح سے انتخاب کی گئی تھی۔

بنیاد ہل گئی تو مکان بن کے مٹ گیا
اس بار بھی یقین گماں بن کے مٹ گیا
تعمیر دا کو بن کے اڑی آنکھ میں سدا
جو خواب تھا وہ پل میں دھوان بن کے مٹ گیا
بازی پھر اب کی بار مقدر نے جیت لی
پھر چاہتوں کا ایک جہاں بن کے مٹ گیا
ایک دائی کسک سی جگر میں اتر گئی
اور زخم سرمئی سا نشاں بن کے مٹ گیا
ہے لازوال کرب مسلسل کا نام ہجر
اور یہ وصال آہ وفغاں بن کے مٹ گیا
بکھری ہوئی ہیں چاروں طرف سے دل کی کرچیاں
لگتا ہے ایک گھر سا یہاں بن کے مٹ گیا
، جذبہ بنا گلاب تو قائم رہا بتول
جو ہی بنا یہ تیر کمان بن کے مٹ گیا

اور دوسری غزل یہ تھی

چھائی ہوئی ہیں یاس کی گہری خاموشیاں
کب تک رہیں گے نصب یہ قبروں پہ تختیاں
سوکھے ہوئے درخت یہ بارش کا تھا کرم
نشے سے بھر گئیں میرے گلشن کی ڈالیاں
حالات نے جو بیج میرے دل میں بوئے ہیں
پھوٹا کریں گی ان میں سے شبنم کی بالیاں
احساس تک نہیں تمہیں چھونگا ادا سا
ایک بار تم کو چھونے سے ہوتا ہے خوش گماں
ہم سب کو تشنگی نے کیا اس طرح نڈھال
یک لخت سے سب منہ سے لگائیں پیالیاں
پھر بانسری بجی ہے کہیں دور سے بھری
پھر رو پڑی ہیں میرے خیالوں کی شوخیاں

کیا اب کوئی چراغ افق پر رہا نہیں
صدیوں سے آرہی ہیں جو تاریک بدلیاں
خیمے اکھڑے ہوئے سانسیں اکھڑ گئیں
کب تک رہیں گی ساتھ یہ خانہ بدشیاں
نینا تیرے وہ کس لگن سے تجھے کر رہا ہوں یاد
تجھ کر جو آرہی ہیں لگاتار ہچکیاں

میں ڈائری کا مطالعہ کر رہا تھا کہ قاسم ٹرے میں چاہے کے ساتھ کچھ لوازمات اٹھائے ہوئے آگیا چاہے وغیرہ سے فارغ ہوکر گپ شپ میں مصروف ہوگئے باتوں باتوں میں میں نے اسے اسی میسج کا ذکر کیا اور اس کی وجہ پوچھی کیا آپ نے بھی کسی سے محبت کی ہے۔

میرا یہ سوال شاید اسکے دل کو زخمی کر گیا اس کی آنکھیں آنسوؤں کے موتی پرونے لگی اس کی آنکھوں سے نمکین پانی کے چند قطرے اس کے رخساروں سے ہوتے ہوئے زمین بوس ہونے لگے قام سے زاروقطار رونا شروع کر دیا میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے اپنے گلے سے لگالیا۔

ہاں بھئی میں بھی کسی سے محبت کرتا ہوں بہت زیادہ محبت کرتا ہوں میری محبت کی گہرائی سمندر سے بھی زیادہ ہے میرے جذبات اپنی محبت کی گہرائی سے کہیں زیادہ ہیں میرے جذبات اپنی محبت کے لیے بہت پاکیزہ ہیں میں اپنی سونیا سے پاکیزہ محبت کرتا ہوں لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ سونیا کے سامنے نہ اظہار نہ کرسکا حالانکہ یہ بات پوری برداری تمام رشتہ دار عزیز و قارب اور دوست بھی جانتے ہیں کہ میں سونیا سے بہت محبت کرتا ہوں۔ کاش کے کوئی اس طرح بھی میری زندگی سے ہو واقف کہ میں بارش میں بھی روؤں تو میرے آنسو پڑھ لے قاسم کی ڈائری سے تو میں کافی حد تک اندازہ لگا چکا تھا وہ یک طرفہ محبت کی آگ میں جل رہا ہے یہ اس کی محبت کیسی تھی جو اس کے پیار کو سمجھ نہ سکی مگر قاسم پل پل اس کی محبت میں جلتا رہا اس کا دیدار کر کے اسے سکون نصیب ہوتا تھا وہ پندرہ سالوں سے اپنی زیست کا لمحہ لمحہ اسکی محبت میں صرف اسی آس پر گزر رہا تھا کہ وہ کبھی تو سونیا سے اپنی پاکیزہ محبت کا اظہار کرے گا کیونکہ اس کو یقین تھا سونیا جس دورائے سے اس کے ساتھ بات کرتی ہے وہ کبھی اسکی محبت کو تسلیم کرے گی کیونکہ سونیا بہت خوش ہوتی تھی جب قاسم ان کے گھر جاتا تھا قاسم کو چائے بنا کر پلانا اور اسکی ضروریات کا خیال رکھنا سونیا اپنا فرض سمجھتی تھی قاسم اس کے اس اخلاق کو محبت سمجھتا تھا قاسم نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ سونیا سے اپنی محبت کا اظہار کرے مگر وہ اظہار محبت کرنے میں ناکام رہا جس کا دکھ اسے آج بھی ہے وہ ہر پل یہی سوچتا ہے کہ کاش وہ اس بار تو اپنی محبت کا اظہار کرتا تو شاید آج اس کا پیار دور نہ جاتا جب اسکے دکھتے دل سے کاش کا لفظ نکلتا ہے تو وہ خود کو ٹوٹا بکھرا اور ادھوا سا انسان محسوس کرتا ہے۔

تو قارئین آیئے اب آپ کو اسکی داستان سناتے ہیں۔ قاسم ایک خوبصورت شکل وصورت کا مالک بہاولپور کے شہر کے قریبی گاؤں میں رہنے والا ایک سادا سا انسان تھا قاسم بچپن سے ہی سونیا کو بہت پسند کرتا تھا سونیا ایک خوبصورت نشیلی آنکھوں والی ایک گڑیا کی مانند تھی جو کی قاسم کی چچا زاد کزن تھی ان کے بچپن ہی سے برادری میں ضد اور انا کی ایک ایسی ہوا چلی تھی جس نے سونیا اور قاسم کے درمیان دیوار حائل کر دی تھی قاسم کے ابو اپنی فیملی کو لے کر ملتان آگئے مگر برداری کی

رنجشیں دن بدن بڑھتی ہی گئیں کیونکہ قاسم کے چاچو گاؤں میں تھے ان کا آئے روز سونیا کے گھر والوں سے جھگڑا ہوتا سونیا قاسم کے ابو کے پھوپھو زاد بھائی کی بیٹی تھی اس رشتے سے وہ قاسم کی کزن لگتی تھی قاسم کے ابو بچپن ہی سے قاسم کو ملتان لے آئے تھے۔

قاسم جب بھی گاؤں جاتا تو دل میں سونیا سے ملنے کی آس رکھتا مگر افسوس کہ وہ اپنی اس آس اپنے دل میں دفنا کر واپس لوٹ آتا تھا کیونکہ برادری کی رنجشیں اس قدر بڑھ چکی تھیں کہ سونیا سے بات کرنا تو دور کی بات اس کا دیدار کرنا بھی نا ممکن تھا یوں قاسم بھی ہر بار گاؤں جاتا تو سونیا سے ملنے کی ہر ممکن کوشش کرتا مگر ہمیشہ خالی ہاتھ واپس آتا یوں قاسم کو ملتان آئے ہوئے دس سال گزر چکے تھے قاسم نے میٹرک پاس کر لی تھی اب زیادہ تر فری ہی ہوتا تھا۔

ایک دن قاسم اچانک گاؤں گیا قاسم نے جانے سے پہلے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا مانگی تھی کہ اے میرے رب اس بار میرا محبوب مجھے ضرور ملا دینا قاسم گاؤں گیا تو شام کے وقت باہر بازار میں کزنوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ سامنے گھر کے منڈیر پر ایک خوبصورت پری نظر آئی قاسم ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے جا رہا تھا وہ چھت پر کسی کام سے آئی تھی اس نے بھی دو چار بار نظریں چرا کر دیکھا تھا قاسم کو اس کی یہ ادا بہت بھالی لگی قاسم اسے پہچان نہ سکا وہ بھی چند لمحے منڈیر پر ٹھہرنے کے بعد اپنی مست چال کے ساتھ سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے صحن کے آنگن میں اتر گئی۔ قاسم اس کے بارے میں کسی سے پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا لیکن اس کے لیے یہ جاننا بھی بہت ضروری تھی کہ اس گاؤں عام سے ماحول میں اور سادہ سے لوگوں میں یہ چاند کا ٹکڑا کہاں سے آ گیا۔

قاسم کا دل بار بار کہہ رہا تھا کہ یہ وہی سونیا ہے جس کے لیے وہ پل پل تڑپ رہا ہے لیکن دماغ میں یہ سوچ تھی کہ یہ سونیا نہیں ہو سکتی کیونکہ سونیا تو ایک عام شکل وصورت والی لڑکی تھی قاسم کے دل و دماغ کے درمیان اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا آخر کار دماغ ہار گیا اور دل جیت گیا تھا دماغ نے دل کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے دل دماغ نے یہ سمجھوتہ کر لیا کہ یہ سونیا ہے

وہی شخص مجھے زندگی بھر کے لیے اداس کر گیا
جو مجھے کہتا تھا میں تیرے ساتھ ہوں اداس نہ ہوا کر

ساری رات اس کا معصوم سا چہرہ آنکھوں میں گھومتا رہا نیند آنکھوں سے روٹھ چکی تھی رات کے دو بج رہے تھے سب سو رہے تھے یہ دیوانہ جاگ رہا تھا یونہی ساری رات گزر گئی اک لمحے کے لیے نیند نصیب نہ ہوئی فجر کی اذان ہو رہی تھی میں نے وضو کیا اور مسجد کا رخ کیا نماز سے فارغ ہو کر اپنے رب کے حضور دعا مانگی میں نے ساری رات دعائیں اپنے محبوب کا سچا پیار مانگا کیونکہ میرا یقین ہے کہ ایک وہی ذات ہے جو اپنے بندے کو کبھی مایوس نہیں کرتی جب مسجد سے گھر لوٹا تو وہ اپنے گھر کے باہر لکڑیاں اٹھا رہی تھی میں نے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکراتا ہوا گزر گیا وہ مجھے دیکھ کر مسکرا تو نہ سکی مگر خوشی کے تاثرات واضح تھے۔

قارئین پیار کی شروعات کا مختصر سا قصہ سنانے کے بعد قاسم نے زاروقطار رونا شروع کر دیا کیونکہ اس کا دل آج ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا

تھا اس کے ارمان بکھر چکے تھے اس کی حسرتوں کا جنازہ اٹھ چکا تھا اس کی وجہ اس کی پاکیزہ محبت تھی اس نے ہمیشہ اپنی سونیا سے پاکیزہ محبت کی تھی اس کی محبت سو فیصد سچائی تھی وہ شاید اپنی محبت کی وجہ سے سونیا کے سامنے اظہار محبت نہ کر سکا تھا کیونکہ سچی محبت کا اظہار محبوب کرنا بہت مشکل ہوتا ہے قاسم نے جب سونیا کے چہرے پر خوشی کے تاثرات محسوس کیے تو اس کے دل میں ایک اجنبی سی خوشی محسوس ہوئی قاسم نظریں چرا کر اپنے موبائل کو کان سے لگا کر ایک سائیڈ پر کھڑا ہو گیا ایک دوست سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گیا تھا اس کا صبح صبح بازار میں کھڑے ہو کر دوست کو فون کرنا دراصل سونیا کا دیدار کرنے کا ایک بہانہ تھا سونیا لکڑیاں اٹھا رہی تھی اور قاسم کال پہ مصروف تھا کہ سامنے گھر سے ایک چھوٹا سا بچہ باہر نکلا اس نے زور سے آواز دی۔

آپی سونیا جلدی آؤ امی بلا رہی ہیں

اب قاسم کو کنفرم ہو گیا تھا کہ یہ وہی سونیا ہے جسے بچپن سے لے کر آج تک اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے آج قاسم کو اپنی پسندیدگی پر رشک ہو رہا تھا سونیا بھی اپنی مست آنکھوں سے قاسم کو ایک نظر دیکھ کر گھر چلی گئی تھی۔ اب تو قاسم ہر حال میں سونیا سے ملنا چاہتا تھا

اسے کہنا ابھی تک موجود ہیں
اس کے دل پر تیرے قدموں کے نشاں
ہم نے تیرے بعد کسی اور کو
اس راہ سے گزرنے نہیں دیا

اب قاسم سونیا کے گھر جانے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا ادھر قاسم کی دعائیں شاید رنگ لے آئیں تھیں اگلے دن شام کے وقت قاسم کے چاچو نے خود ہی قاسم کو ان کے گھر کسی ضروری کام سے بھیج دیا تھا قاسم بہت خوش ہوا جب اس نے سونیا کے دروازے پر دستک دی تو اس کی چھوٹی سسٹر نے دروازہ کھولا وہ قاسم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی وہ قاسم کو لے کر گھر چلی گئی تو سارے گھر والے بہت خوش دلی سے ملے قاسم کو اس کی توقع سے زیادہ عزت مل رہی تھی سونیا جلدی جلدی کوک کا گلاس ٹرے میں سجائے قاسم کی خدمت میں پیش ہو گئی اس کے بعد آنٹی کے گلے شکوے شروع ہو گئے آنٹی کے گلے شکوے آسمان کو چھو رہے تھے کہا۔

آپ کے ہمارے ساتھ تنازع ہے آپ جب بھی آتے ہو ہمارے گھر نہیں آتے۔ میں سب باتیں خاموشی سے سنتا رہا جب تقریبا ایک گھنٹہ ان کے گھر رکا اس کے بعد سب سے اجازت لے کر دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے لوٹ آیا میں چاچو کے گھر آ کر بہت خوش تھا آج میرے محبوب نے میری بہت عزت کی تھی یہ اس کا پیار تھا یا اخلاق میں سمجھ نہ سکا لیکن آج میں بہت خوش تھا آج پھر خوشی کے مارے نیند آنکھوں سے غیب تھی۔ قارئین قاسم کی ایک طرف محبت کیسی ہے کہ جس کا اظہار قاسم اپنے محبوب کے ساتھ نہیں کر رہا تھا

ترس آتا ہے مجھے اپنی معصوم سی پلکوں پر عاصم
جب وہ کہتی ہیں تھک کر سو جاؤ کسی نے یاد نہیں کرنا تمہیں

محبت بھی کیا چیز ہے مل جاتے تو نیند نہیں آتی روٹھ جائے تو نیند نہیں آتی اظہار ہو جائے تو نیند نہیں آتی اگر اظہار نہ ہو تو نیند نہیں آتی محبت ملے یا نہ ملے اظہار ہو یا نہ ہو سزا آنکھوں کو ہی ملتی ہے۔

آج قاسم کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا خوشی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی قاسم ساری رات آنکھوں میں کاٹی صبح تو اس نے ہلکا سا ناشتہ کیا چائے پینے کے بعد باہر بازار آ گیا اس کی دلی خواہش تھی کہ اسے صبح صبح اس کے محبوب کا دیدار ہو جائے گا تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی اپنے محبوب سونیا کے گھر چلا گیا گھر میں سونیا اور ثانیہ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا سونیا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی سونیا قاسم کے ساتھ کمرے میں بیٹھ گئی ثانیہ چائے بنانے کے لیے کچن میں چلی گئی ثانیہ چائے لے کر آئی تو سونیا اور قاسم آپس میں گپ شپ لگا رہے تے پڑھائی کے مطابق ایک دوسرے کو انفارمیشن دیتے رہے۔

قاسم دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہا تھا کافی دیر بعد قاسم واپس لوٹ آیا اس نے اپنے کزنوں کو بتایا تھا کہ مجھے سونیا سے محبت ہو گئی ہے میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن سونیا کا پتہ نہیں کہ وہ مجھے پیار کرتی ہے یا نہیں قاسم نے اپنے کزنوں کو بتا کر بہت بڑی غلطی کی تھی اس کے کزنوں نے قاسم کو سونیا کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔

وہ اچھا ہے تو بھی قبول وہ برا ہے تو بھی قبول
مزاج پیار میں عیب یار نہیں دیکھے جاتے

دراصل قاسم کے کزن یہ نہیں چاہتے تھے کہ قاسم اور سونیا ہمسفر بنیں اس کے کزن بظاہر تو قاسم کا ساتھ دے رہے تھے لیکن اندر سے جل کر راکھ ہو چکے تھے وہ الفاظوں کی حد تک قاسم کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھے لیکن ان دونوں کزنوں نے قاسم کے خلاف سازش کا پروگرام بنانا شروع کر دیا لیکن قاسم بیچارہ ان پر اندھا اعتماد کرتا تھا وہ اپنا ہر راز کی بات ان کو بتا تا رہا اور وہ قاسم کو اپنا پن دکھا کر اس کے پیار کی جڑیں کاٹتے رہے

ادھر قاسم سونیا سے محبت کا اظہار کرنے کی بھر پور کوشش کر رہا تھا لیکن ناکامی مسلسل اس کا مقدر بن رہی تھی اسنے اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ وہ ملتان لوٹنے سے پہلے سونیا سے محبت کا اظہار کر کے ہی جائے وہ ہر بار اظہار محبت کے نئے پلان ساتھ بناتا اور پھر اپنے ہی ہاتھوں ان کو فیل کر دیتا

آخر کار قاسم اظہار محبت کیے بغیر ہی ملتان واپس لوٹ آیا یہاں آ کر اس کا ایک ایک دن صدیوں کے برابر گزرنے لگا جو زیست کا لمحہ لمحہ سونیا کی یادوں میں تڑپ تڑپ کر گزارنے لگا اس کی بدلی ہوئی کیفیت سے اس کے گھر والے بہت اب سٹ رہنے لگے وہ قاسم کے اداس رہنے کی وجہ پوچھے مگر قاسم ہر بات ٹال مٹول سے کام لے جاتا یوں قاسم کو ایک طرفہ محبت کی آگ میں جلتے ہوئے ایک سال کا عرصہ بیت گیا مگر سونیا ایک سال گزرنے کے باوجود قاسم کی پاکیزہ محبت کو سمجھ نہ پائی تھی ایک سال گزرنے کے بعد قاسم گاؤں گیا تو پتا چلا کہ سونیا کے گھر والے گاؤں چھوڑ کر شہر ہیڈ راجگاں چلے گئے ہیں قاسم نے سونیا کے بھائی فرحان کے نمبر پر کال کی اسے اپنے گاؤں میں آمد کا بتایا وہ بہت خوش ہوا فرحان نے کہا بھائی قاسم آپ ہمارے گھر ضرور آنا دوسرے دن آنے کا وعدہ کیا۔

دوسرے دن صبح صبح قاسم گاؤں سے شہر کی طرف رخصت ہو گیا شہر میں جا کر اس نے فرحان کو کال کی فرحان اڈے پر آ کر اسے ملا قاسم کو ساتھ گھر لے گیا سب گھر والے قاسم سے مل کر بہت خوش ہوئے قاسم کی خوب خدمت کی گئی قاسم

سونیا کو اپنے سامنے پا کر بہت خوش ہو رہا تھا آج سال بعد قاسم کو دیدار یار ہوا سونیا آنکھوں کے رستے مکمل طور پر قاسم کے دل میں اتر چکی تھی اسکا بار بار مسکرانا قاسم کی جان لئے جا رہا تھا قاسم نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر سونیا کو اپنے اس کمرے میں بلایا قاسم نا جانے کتنی ہمت اکھٹی کر کے سونیا سے حال دل کہنے والا تھا کہ اتنے میں سونیا کا چھوٹا بھائی کمرے میں آ گیا سونیا کھانا کھانے کے لیے باہر چلی گئی اور اسی طرح قاسم اظہار محبت کرنے میں نا کام رہا۔

قاسم کی بار بار یہی کوشش رہی تھی کہ وہ اپنی زبان سے سونیا کو آئی لو یو کہے مگر جب اس نے موقع نہ ملتے ہی دیکھا تو اپنی محبت کا اظہار لیٹر کے ذریعے کرنا چاہا اسی طرح سونیا کے ہاتھوں سے شعری لکھنے کا بہانہ بنا کر کاغذ قلم لے کر اور ایک لیٹر سونیا کے نام لکھنے لگا وہ اپنے دل کا تمام تر حال قلم کے ذریعے سونیا سے کہنا چاہتا تھا قاسم کے لیٹر کی تحریر کچھ اس طرح تھی۔

ہم اظہار محبت کچھ اس ڈر سے بھی نہیں کرتے
مسکراتا ہوا وہ چہرہ کہیں مرجھا نہ جائے

اسلام علیکم۔ میری جان سے پیاری میری سونیا کیسی ہو سونیا بچپن میں بڑوں کی رنجشوں کی وجہ سے ہم جدا ہوئے تھے لیکن خدا جانتا تھا کہ میرے سے تمہارا وجود ہی جدا ہوا ہے دل نہیں میں نے اپنی زیست کے دس سال آپ کا دیدار کیے بغیر آپ کی یاد میں گزارے ہیں میں لمحہ لمحہ تمہیں یاد کرتا رہا ہوں آج سے ایک سال قبل جب تمہارا دیدار دس سال کے بعد کیا تو دل میں ایک ہلچل سی مچ گئی میں تمہیں یاد تو پہلے ہی کرتا تھا مگر دیکھنے کے بعد پیار بھی کر بیٹھا ہوں میری جستجو میری آرزو میری تمنا تم بن گئی ہو میری رگ رگ اور جسم و جان میں تم بس گئی ہو اور اب یہ دل دھڑکتا ہے تو تمہارے نام پہ نگاہ اٹھتی ہے تو آپ کے دیدار کے لیے کان مچلتے ہیں آپ کی آواز سننے کے لیے جب میں تمہیں خود سے الگ محسوس کرتا ہوں تو نا جانے کیوں میرا وجود ٹوٹ سا جاتا ہے میں خود کو بکھرا اور ریزہ ریزہ محسوس کرتا ہوں جب کبھی تمہاری جدائی اور نہ ملنے کی سوچ دل و دماغ پر حاوی ہوتی ہے تو میں اپنے اشکوں سے اپنا چہرہ دھو لیتا ہوں اور اپنے لبوں پر خاموشی کا قفل لگا لیتا ہوں سونیا تمہیں دیکھنے کے بعد میری حالت ایک قید پرندے کی طرح ہو گئی ہے جس کے دل میں آزاد فضاء میں اڑان بھرنے کا شوق ہوتا ہے لیکن وہ مجبور ہے کیونکہ وہ قید ہے اسی طرح میں بھی تم سے اظہار محبت کرنے کے لیے پچھلے ایک سال سے کر رہا ہوں لیکن میرے جذبات ایک ایسے ڈر میں قید ہیں جس سے آزاد ہونا میرے بس کی بات نہیں ہے سونیا کئی بار میں نے تم سے اظہار محبت کرنا چاہا تمہیں اپنے حال دل سے آگاہ کرنا چاہا تمہیں اپنی پاکیزہ محبت اور پاکیزہ جذبات کا یقین دلوانا چاہا لیکن ہر بار ایک ڈر جو میرے اظہار محبت کے درمیان حائل ہو جاتا سونیا میں جب بھی تم سے اظہار محبت کرنے کے لیے تمہیں بلاتا ہوں تم اس قدر مسکرا کر مجھے جواب میں جی کہتی کہ میں یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ کہیں میرے اظہار محبت سے یہ مسکراتا ہوا چہرہ کہیں مرجھا نہ جائے بس یہی ڈر تھا جو مجھے اظہار محبت نہیں کرنے دے رہا تھا آخر کار آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر لیٹر کا سہارا لے رہا ہوں سونیا میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میں تمہیں دل و جان

سے چاہتا ہوں میں تمہیں زندگی بھر خوش رکھوں گا پلیز محبت کی ان کٹھن راہوں میں میرا ساتھ دے دو امید ہے تم میرے سچے جذبات اور پاکیزہ محبت کی قدر کرو گی۔

آئی لو یو مائی جان سونیا۔

کوئی آنکھ کا تارا ہوگا
کوئی جان سے پیارا ہوگا
کوئی خوشیوں کا اشارہ ہوگا
کوئی دشمن ہوگا زندگی کا
کوئی جیون کا سہارا ہوگا
کوئی روز جلائے گا دل میرا
کوئی دل کو پیارا ہوگا
میں اتنا بتا دوں تجھ کو عاصم
جس نام سے خوش ہوگا یہ دل
وہی نام تمہارا ہوگا

آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا آپ کا اپنا کزن قاسم پھر لیٹر لکھ کر قاسم نے تکیے کے نیچے رکھا اور سو گیا تاکہ صبح موقع ملتے ہی یہ وہ لیٹر سونیا کو دے دے گا صبح جب قاسم کی آنکھ کھلی تو اذانیں ہو رہی تھیں قاسم نے وضو کیا نماز پڑھی اور اپنے رب سے دعا مانگی اللہ مجھے اتنی ہمت دو طاقت دو کہ میں اپنے محبوب سے اپنے پیار کا اظہار کر سکوں نماز سے فارغ ہو کر قاسم نے تلاوت کی تلاوت سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر آ گیا اتنے میں ناشتہ تیار ہو چکا تھا قاسم کے ذہن میں پلان تھا جب سونیا ناشتہ لے کر آئے گی تو وہ لیٹر اسے دے دوں گا لیکن افسوس کہ جب سونیا ناشتہ دینے آئی تو قاسم نے وہ کاغذ کا ٹکڑا اس کی نظر کرنے کے بڑھانا ہی چاہا تھا کہ سونیا مسکراتے ہوئے محو گفتگو ہوئی۔

او کزن جی ناشتہ کر لو۔

اس کی آواز اتنی میٹھی تھی اور چہرے پر مسکراہٹ محسوس کرتے ہوئے قاسم کے دل میں پھر اسی ڈر نے جنم لیا جو عرصہ دراز سے پہلے اس کے اظہار محبت میں رکاوٹ بن رہا تھا یہی کہ اگر میں نے سونیا سے اظہار محبت کر دیا تو کہیں یہ مسکراتا ہوا چہرہ ٹہنی سے جدا ہوئے پھول کی طرح مرجھا ہی نہ جائے کیونکہ قاسم ہر حال ہر صورت میں سونیا کو خوش دیکھنا چاہتا تھا جو سونیا کی خوشی کو اپنی زندگی کا مقصد خاص سمجھتا تھا قاسم کو شاید معلوم نہیں تھا کہ انسان اپنی زندگی میں جس کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو جیسے اپنی زندگی کا ہمسفر بنانا چاہتا ہو اس کا ملنا بہت محال ہوتا ہے سونیا کی مسکراہٹ دیکھ کر لیٹر دینے کے بجائے اپنی ہی جیب میں ڈال لیا سونیا سکول جانے کی تیاری کرنے لگی اور قاسم نے بھی آج واپس جانا تھا سونیا سکول جانے لگی تو قاسم کو سلام کرنے گئی لیکن تھوڑی دیر بعد سونیا واپس گھر آ گئی کیونکہ آج سکول کسی وجہ سے بند تھا۔

ملی ہیں اکثر سزائیں تجھے اپنوں کے ہاتھوں
غیروں سے شکایت کرتے تو عاصم اچھا نہیں لگتا

سونیا کے واپس آنے سے قاسم کے دل میں خوشی سے لڈو پھوٹ رہے تھے اس کے دل میں خیال تھا کہ اب میں جاتے ہوئے یہ لیٹر سونیا کو دے کر ہی جاؤں گا تقریباً قاسم دس بجے واپس ملتان کے لیے رخصت ہونے لگا تو کوئی ایسا ہی موقع نہ ملا کہ سونیا کو لیٹر دے سکے قاسم لیٹر دیئے بغیر ہی وہاں سے نکل گیا بظاہر تو قاسم ان کے گھر سے خوشی خوشی رخصت ہوا تھا مگر ان کا دل اندر سے خون کے آنسو رو رہا تھا اس کا دل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔

بے بسی ہے اداسی ہے آنسو ہیں اور درد بھی ہے
دیکھو میرے پاس سب کچھ ہے عاصم ایک تم نہیں

قاسم جب ملتان والی گاڑی میں بیٹھا تو اس کا دل کر رہا تھا وہ زار و قطار روئے لیکن آج رونا بھی اس کے بس میں نہیں تھا کیونکہ بھری گاڑی میں رو تو نہیں سکتا تھا قاسم کو اپنے آپ پر بہت غصہ آ رہا تھا کہ یہ اس کی کیسی محبت ہے کہ جس کا اظہار کرنا اس کے بس میں نہیں تھا قاسم کے دل کا بوجھ اسے بھاری سا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ابھی پھٹ کر ابھی سینے سے باہر نکل آئے گا قاسم جو ایک مدت سے اپنے دل پہ سونیا کا نام لکھے گھوم رہا تھا وہ نہ ہی اسے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی اسے بھلا سکتا ہے اظہار کرنا بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔

قاسم جب ملتان گھر واپس پہنچا تو کچھ دیر گھر رکنے کے بعد گھر سے باہر چلا گیا دور کھیتوں کی طرف چلا گیا قاسم کا گھر ملتان سٹی سے ہٹ کر ایک گاؤں میں تھا قاسم چلتا چلتا گھر سے دور کھیتوں کے درمیان میں پکے بنے ہوئے نہری پانی کے نالے پر آ کر بیٹھ گیا قاسم کا یہاں آنے کا مقصد صرف اور صرف یہی جی بھر کے رونے کا تھا تاکہ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو سکے تاکہ اس کی طبیعت ذرا فریش ہو قاسم یہاں آ کر کافی دیر تک روتا رہا جب رو رو کر اس کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو خشک ہو گئے تو قاسم اپنے ٹوٹے ہوئے وجود کے سہارے گھر آ گیا قاسم کی حالت بدن بدن بگڑتی جا رہی تھی قاسم ہر پل اپنے لبوں پہ خاموشی کے قفل سجائے رکھتا ہنسی مذاق تو بالکل قاسم کو اچھا نہ لگتا تھا۔

ادھر قاسم کے کزنوں نے بات کر بڑھا چڑھا کر گاؤں میں پھیلانی شروع کر دی کہ سونیا اور قاسم ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں دن رات دونوں خوب باتیں کرتے ہیں حالانکہ قاسم نے کبھی سونیا سے کبھی فون پر بات نہیں کی تھی اس کے کزنوں کا بات پھیلانے کا مقصد صرف اور صرف سونیا کے دل میں قاسم کے لیے نفرت پیدا کرنا تھا ان کی پھیلائی ہوئی بات ان کے بڑوں تک پہنچ گئی تو قاسم کے چاچو نے کال کر کے قاسم کے ابو کو قاسم کے خلاف خوب بھڑکایا اور چاچو کو قاسم کا نمبر اسکے ابو سے لگ گیا۔

قاسم کے ابو نے جب قاسم سے سونیا کے متعلق پوچھا تو قاسم نے صاف انکار کر دیا کہ سونیا سے میرا کوئی ریلیشن نہیں ہے یہ ہمیں صرف بدنام کرنے کی ایک سازش ہے قاسم کے ابو نے قاسم کو تھوڑا بہت ڈانٹنے کے بعد اس کے گاؤں جانے پر پابندی لگا دی لیکن قاسم سونیا کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا وہ سونیا کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اسی لیے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر سیدھا سونیا کے گھر چلا جاتا تھا اور وہی سے سیدھا گھر واپس لوٹ آتا تھا اسی طرح کسی کو قاسم کے آنے کی خبر نہ ہوتی وقت کا گھوڑا محو سفر رہا اور دو سال کا عرصہ مزید گزر گیا۔

اب سونیا کو دیکھے ہوئے قاسم کو تین سال گزر گئے اور دس سال وہ جو سونیا سے پہلے بچھڑ کر اس کی یادوں میں گزارے تھے یعنی قاسم کو یک طرفہ محبت کرتے ہوئے تیرہ سال گزر چکے تھے ان تیرہ سالوں میں چار سو اسی دن اور گیارہ ہزار تئیس سو بیس گھنٹے ہو گئے تھے جو قاسم نے انگلیوں پر گن گن کر گزار دیئے تھے اتنی محبت تو شاید ہی کوئی دیوانہ کسی سے اس مطلب پرست دور میں کرتا ہو قاسم کی محبت میں اتنی سچائی ہونے کے باوجود سونیا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اس کی سچی اور پاکیزہ محبت کو اس کی آنکھوں میں کیوں نہ دیکھ سکی شاید اس نے محسوس نہیں کیا تھا کہ اسے کوئی چاہتا ہے۔

ہوا جب سے تم سے پیار صنم
میں دنیا کے ہوش بھلا بیٹھا
ہے لب پہ نام صرف تیرا
ہو سب سے یار جدا بیٹھا
وابستہ پیار تیرے سے
کئی آباد حسرتیں دل میں ہوئی
میں پیار تیرے کی دنیا میں
ایک اپنا شہر بسا بیٹھا
بس پیار تیرے کی مئی پی کے
مدہوش مسلسل رہتا ہوں
بند من کے میں اس کمرے میں
یادوں کے دیپ جلا بیٹھا
ہے مقصد پیار صرف تیرا
کر تجھ پر جان فدا بیٹھا
کرو تم نہ اب اتنا رسوا
ذرہ لوٹ کے آ وائے ناصر
ہے بے رنگ یہ شہر اپنا
من میں یوں تو خوب سجا بیٹھا

وقت گزرتا رہا قاسم کے پیار میں دم بدن شدت بڑھتی گئی قاسم تو یوں اپنے آپ کے ہوش کھو بیٹھا تھا لیکن اس بار ماہ رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی خوب دل جوئی سے عبادت شروع کر دی قاسم نے اس بار سارے روزے رکھے اور پانچ وقت کی باقاعدگی سے نماز پڑھتا اور ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا اور اپنے رب کے حضور اپنے محبوب کے ملنے کی دعا مانگتا قاسم اپنی ہر دعا کی شروعات میں سونیا کو مانگتا اور سونیا کو مانتے مانگتے دعا کا اختتام کر دینا۔ قاسم کو اپنے رب پر یقین تھا وہ اپنی سونیا کو دنیا کی نظروں میں گرانا نہیں چاہتا تھا اس لیے تو وہ سونیا کے ملنے کی دعا اپنے رب سے کیا کرتا تھا لیکن شاید خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا اسے سونیا کو کسی اور کی قسمت میں لکھ دیا تھا سونیا کا ہمسفر کوئی اور تھا یہ تو نصیبوں کی بات ہوتی ہے کہ کون کس کے نصیب میں ہے ہم اپنی لکھی ہوئی قسمت کو مٹا تو نہیں سکتے اور نہ ہی بدل سکتے ہیں قاسم نے دعائیں تو بہت مانگی تھیں لیکن شاید قسم کے مانگنے سے پہلے ہی سونیا کو وسیم کے نصیبوں میں لکھ دیا گیا تھا ہوا کچھ یوں کہ عید الفطر کے بعد گاؤں میں کچھ فوتگی ہو گئی ساری برادری وہاں جمع تھی قاسم بھی وہی تھا قاسم کی نگاہیں سونیا کی تلاش میں گم تھیں مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی یہاں قاسم کو سونیا تو نا ملی لیکن ایک ایسی خبر مل گئی جسے سن کر قاسم کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی جب اسے اس کے کزن نے بتایا کہ سونیا کی منگنی وسیم سے ہو رہی ہے تو یہ خبر سن کر قاسم زخمی شیر کی طرح پاگل ہو چکا تھا اس کے دل میں جو اپنے بڑوں کا ڈر تھا وہ سونیا کو کسی اور کی ہوتے دیکھ کر ختم ہو گیا اس نے جلدی سے ایک مرے میں اپنے چاچو پھوپھو دادا اور آنٹی کو بلا لیا وہ سب حیران تھے کی قاسم ہمیں ایک کمرے میں اس طرح اکٹھا کیوں کر رہا ہے

جب اس نے کہا آپ سب میرے بڑے ہو دل میں آپ سب کے لیے بہت عزت و احترام ہے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ کا سر کسی کے سامنے شرم سے جھکے میں اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کر رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ سب میرا ساتھ دیں مطلب یہ کہ میں سونیا سے

بہت محبت کرتا ہوں اور اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کی منگنی وسیم سے ہو رہی ہے آپ کو منگنی رکوانی ہوگی اور آپ کی سونیا کے گھر والوں کو رنجشیں ہیں میں چاہتا ہوں ان کو بھلا کر آپ بڑے ابو کو راضی کرو کہ وہ سونیا کا رشتہ ان کے گھر والوں سے میرے لیے پوچھیں۔

قاسم نے تو بڑے مان کے ساتھ یہ بات کہی تھی لیکن قاسم کے منہ سے سونیا کے ساتھ شادی کے الفاظ نکلتے ہی سب نے اس کی طرف قاتل نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیا کسی نے قاسم کو مارنے کی دھمکی دی تو کسی نے ہاتھ پاؤں توڑنے کی لیکن قاسم جو سونیا کی محبت میں دور تک نکل چکا تھا اس پر کسی کی دھمکی کیا اثر کرے گی۔

قارئین یہاں ایک اور بات واضع کرتا چلو ل کہ وسیم جس کی منگنی سونیا سے ہو رہی تھی وہ نا صرف سونیا کا کزن تھا بلکہ قاسم کا بھی کزن ہی تھا وہ قاسم کے ابو کی دوسری پھوپھو کے بڑے بیٹے کا بیٹا تھا اور اس طرح وسیم کا ابو قاسم کے ابو کا پھوپھو زاد اور سونیا کے ابو کا خالہ زاد بھائی لگتا تھا قاسم کے گھر والوں نے یعنی اس کے ان بڑوں نے جن کو اس نے اپنی محبت کے بارے میں بتایا تھا انہوں نے قاسم کی بات کو سمجھنے کے بجائے بڑھا چڑھا کر ہوا میں پھیلا دی کسی نے کہا کہ قاسم کی سونیا سے بات ہوتی ہے تو کسی نے کہا۔

قاسم یہاں صرف سونیا سے ملنے آتا ہے یہ دونوں آپس میں اکیلے ملتے ہیں تو کسی کے منہ سے یہ شب نکلے کہ سونیا اور قاسم ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے ہیں جو کہ سراسر جھوٹ تھا قاسم اور سونیا کے درمیان ایسا ریلیشن تب ہوتا جب قاسم اظہار محبت کرتا اور سونیا ویلکم کہتی مگر قاسم تو ابھی تک خود میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ سونیا کے مسکراتے ہوئے چہرے کے سامنے اظہار محبت کر پائے تحفے تحائف دنیا ملنا تو دور کی بات تھی قاسم کے اپنوں نے یہ بات صرف قاسم کو سونیا سے جدا کرنے سونیا کے دل میں قاسم کے لیے نفرت ڈالنے اور سونیا کے گھر والوں نیچا دکھانے کے لیے کی افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ پیار کے دشمن اپنے مقصد میں کامیاب رہے قاسم کے کزنوں نے بھی ساری باتیں کھل کر گھر والوں کو بتا دیں جلدی آگ پر تیل قاسم کے کزنوں نے پھینک دیا

دوسرے دن قاسم واپس ملتان آ گیا اس کے آنے سے پہلے ہی قاسم کے چاچو نے کال کر کے قاسم کے ابو کے کان بھر دیے تھے جب قاسم گھر آیا تو قاسم کے ابو نے گاؤں میں ہوئی ساری باتیں قسم سے پوچھی تو قاسم نے صاف بتا دیا کہ ہاں میں سونیا سے پیار کرتا ہوں اور اسی سے شادی کروں گا۔

قارئین آگے کیا ہوتا ہے یہ جاننے کے لیے اگلہ شمارہ ضرور پڑھیے گا

اپنی جانب میں کیا حال بھیجوں
کچھ درد بھیجوں یا زندگی کا زوال بھیجوں
بھیجوں آنکھوں سے گر کے اشک
یا اشکوں کا بھیگا ہوا رومال بھیجوں
اپنی بے بسی کو بیان کر دوں
یا مجبوریوں کو میں امتحان بھیجوں
دکھوں کے اک اک دنکو بھیجوں
یا یادوں کا پورا سال بھیجوں
ہمارا دولت و آپ کے پاس ہے
کہو تو جان کو ہی اپنی نکال بھیجوں

راجہ عمر۔ تھوتھال

☆

زندگی لائی کس موڑ پر

تحریر۔ آصف علی۔ بستی محمد پوری۔ شجاع آباد۔ 0341.7838653

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج ایک کہانی زندگی لائی کس موڑ پر کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ کو میری یہ کہانی دل کو بھائے گی میں نے اس کہانی پر بہت محنت کی ہے۔ آپکو کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

جون کا آخری ہفتہ چل رہا تھا میں محمد آصف زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لیئے گرمیوں میں برف کا کام کرتا تھا۔ میرا برف کا کام اپنے عروج پر تھا جون کے شمارے میں میری سٹوری شائع ہوئی تھی بہت سی کالز اور میسجز آئے میری حوصلہ افزائی ہوئی میں بذات خود ایک عام سا انسان ہوں لیکن مجھے اگر کوئی سر کہے تو مجھے برا لگتا ہے میں برف کی سپلائی سے فارغ ہوا شام کو نہا کر وصولی پر چلا گیا ابھی میں راستے میں تھا کہ مجھے ایک بھائی کی کال وصول ہوئی سلام دعا کے بعد بولا۔

سر جی آپ کی سٹوری پڑھی بہت اچھی لگی۔
میں نے اسے ٹوک دیا کہ مجھے سر مت کہو مجھے بھائی کہہ سکتے ہو وہ کچھ نادم سا ہوا لیکن پھر بولا بھائی آصف میں آپ کو اپنی سٹوری بھیج رہا ہوں اسے جواب عرض میں شائع کروا دیں۔ اس کے بعد میں نے اسے اپنا میسج کے ذریعے اڈریس سینڈ کیا کچھ دنوں بعد ایک سٹوری موصول ہوئی جسے میں اپنے قلم سے سنوار کر آپکے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میرا نام عدیل ہے مجھے آج بھی وہ سہانے دن یاد ہیں میرا بچپن کتنا حسین گزرا اپنے دوستوں کے ساتھ آدھی رات تک کھیلنا وہ ہرے بھرے کھیتوں سے چوری گنے توڑنا کسی کے باغ سے آم توڑ لیے اور کسی کا امرود کا باغ اجاڑ دیا۔
میرے بچپن کے دوست تو بہت سارے تھے لیکن ایک جگری دوست تھا فرحان اکھٹے کھیلتے اکھٹے سکول جاتے کھانا پینا بچوں کے ساتھ لڑائی میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا کبھی کبھی ہم دونوں بھی لڑ پڑتے تھے لیکن پھر کچھ گھنٹوں بعد ہماری صلح ہو جاتی۔
میرے ابو غلہ منڈی میں کام کرتے تھے اور امی جان نے کچھ بھیڑ بکریاں پال رکھی تھی وہ ان کی دکھ بھال میں مگن رہتی تھی۔ امی جان صبح سویرے جاگ جاتیں اور ابو کو جگاتی ابو مسجد میں

میں نماز پڑنے چلے جاتے امی جان خود نماز پڑھنے کے بعد مجھے اور چھوٹی بہن نادیہ کو جگاتی چائے کا ناشتہ کرنے کے بعد ہم دونوں بہن بھائی مدرے چلے جاتے تھے ابو کھانا کھانے کے بعد پنے کام پر چلے جاتے تھے اور پھر شام کو واپس لوٹتے امی سارا گھر کا نظام سنبھالتی تھیں ہمارا روزانہ کا معمول تھا کہ مدرسے سے واپس آکر فرحان کے ساتھ سکول چلے جاتے تھے دوپہر کو چھٹی ملتی تو ہماری موج مستی کا ٹائم شروع ہو جاتا۔

دیہات کی زندگی بھی کیا عجیب زندگی ہے صبح سویرے عورتیں گھاس کاٹنے چلی جاتی ہیں مرد کھیتوں میں کام کرنے چلے جاتے ہیں صبح سویرے کا منظر ویسے بھی بہت خوبصورت ہوتا ہے ٹھنڈی ہوا کے تازہ جھونکے روح کو معطر کرتے ہیں پرندوں کی چہچہاہٹ ماحول کو اور خوشگوار کر دیتی ہے پرندے صبح سویرے اٹھ کر اپنے مالک کا شکر ادا کرتے ہیں اس کی حمد وثنا کرتے ہیں ایک انسان ہے کہ وہ اس رب کائنات کا شکر بجا نہیں لاتا جو اسے اس کی سوچ سے بھی زیادہ نوازتا ہے۔

خیر ہمارا بچپن تو بڑا ہنسی خوشی گزر گیا فرحان اور میری دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا دن بدن ہماری دوستی مضبوط ہوتی چلی گئی فرحان کی فیملی بھی چار افراد پر مشتمل تھی فرحان بڑا تھا اس کی بہن نورین اس سے چھوٹی تھی فرمان کی فیملی بھی ہماری طرح غریب تھی اس کے ابو بھی محنت مزدوری کرتے تھے۔

وقت گزرتا گیا میں نے مڈل کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کر لیا ان ہی دنوں ابو جان کمر درد کی وجہ سے بیمار ہو گئے میں اپنے ابو کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جب بھی آدھی رات کو ابو کو کمر درد کی تکلیف ہوتی تو ان کی چیخیں نکل جاتیں۔ ابو ہمارے گھر کے واحد کفیل تھے جو کماتے تھے اور ہماری پیٹ کی آگ بجھاتے تھے امی جان کو کبھی بھی نہ کہا تھا کہ تم بھی کوئی کام وغیرہ کر لو کیونکہ ہمارے گاؤں میں عورتوں کے لیے بہت سارے کام تھے مثلاً کپاس کی چنائی وغیرہ مطلب ابو جان صرا اپنے اوپر ہی مان کرنے والے انسان تھے اب تو میں نے بھی جوانی میں قدم رکھ دیا تھا میں گھر کے حالات سے بخوبی واقف تھا اب میرا حق بنتا تھا کہ میں ابو کو آرام دوں اور کوئی کام ڈھونڈوں امی جان نے فیصلہ کیا کہ بیٹھک نما کمرے کو ایک پرچوں کی دکان بنا دیا جائے چنانچہ امی جان نے جو بھیڑ بکریاں پال رکھی تھیں ان کے بیچ کر مجھے پرچون کی دکان بنا کر دی ہمارے علاقے میں پرچون کی دکانیں کم ہی تھیں اس لیے میرا کام دن دگنی رات چگنی ترقی کرتا چلا گیا میں بھی پوری محنت اور لگن سے دکان کو ٹائم دے رہا تھا میرے ابو شروع سے ہی اصول پسند آدمی تھے صبح کی پہلی اذان ہوتے ہی مجھے جگا دیتے میں نماز ادا کرتا اور کھیتوں کی سیر کو نکل جاتا واپس آکر ناشتہ کرتا اور اپنی سائیکل نکالتا اور غلہ منڈی چلا جاتا وہاں سے آکر اپنی دکان سنبھالتا جتنی دیر میں بازار جاتا پیچھے ابو جان دکان کا نظام سنبھالتے تھے۔

زندگی اب کچھ خوشگوار ہو گئی تھی شام ہوتے ہی سب دوست جمع ہو جاتے خوب ہنسی مذاق اور گپ شپ ہوتی ہم نے دکان پچاس ہزار سے شروع کی تھی اب وہ ایک جنرل سٹور بن چکا تھا زندگی کی ہر آسائش کا سامان میسر تھا میں جب بھی غلہ منڈی سامان لینے جاتا ابو کے دوست ان کے کام ایمانداری کی بہت تعریف کرتے تھے اس لیے میں بھی اپنے ابو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پوری لگن سے اپنے کام کو سنبھالے ہوئے تھا۔

ایک دن صبح سویرے میں نماز پڑھنے کے بعد سیر کو نکل پڑا موسم بڑا ہی خوشگوار تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میں اپنی منزل کی طرف گامزن تھا کہ مجھے کہیں سے گانے کی آواز سنائی دی

سانسوں کی ضرورت ہو جیسے زندگی کے لیے

بس ایک صنم چاہیے عاشقی کے لیے آواز بہت ہی سریلی تھی ادھر نظر گھمائی تو ایک لڑکی گانا گا رہی تھی اور ساتھ ساتھ گاس بھی کاٹ رہی تھی اسے ایک نظر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ اپنے کام میں اس قدر مگن تھی کہ اسے پتہ بھی نہ چلا کہ اسے کوئی دیکھ بھی رہا ہے اس کے بالوں کی ایک شرارتی لٹ ہوا میں اڑتی ہوئی رخساروں کو چھو جاتی میں نے آج اس کو چھ سال بعد دیکھا تھا ہمارا بچپن ایک ساتھ گزرا تھا وہ فرحان کی بہن نورین تھی مجھے معلوم نہ تھا کہ میں جلد اسے دل دے بیٹھوں گا اپنا سب کچھ اس کے نام کر دوں گا۔

فرحان میرا بچپن کا دوست تھا میں نورین کو شروع سے ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا لیکن آج اس دل نے دوستی کے سارے بھرم توڑ ڈالے تھے میں اپنے خیالوں میں گم تھا کہ میرے موبائل کی ٹیون بج اٹھی اور میری چوری پکڑی گئی۔ اس نے ادائے دل فریبی سے پیچھے مڑ کر دیکھا اس وقت تک میں کال اوکے کر چکا تھا ابو جان کی کال تھی انہوں نے مجھے جلدی گھر آنے کا کہا تھا پھر کال ڈراپ ہو گئی اس وقت میرے لبوں نے ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔

ارے آپ صبح سویرے ادھر کیا کر رہے ہو نورین بولی۔ اسکے لہجے میں اپنائیت تھی۔

جی میں روزانہ ادھر کھیتوں میں سیر کرنے کے لیے آتا ہوں آپکو دیکھا سوچا کچھ حال احوال پوچھ لوں میں نے صاف بہانہ بنتے ہوئے کہا۔

اچھا کیا اتنے سالوں سے گم ہو نظر ہی نہیں آئے ہو نورین بولی۔

نہیں جی اپنی دکان بنا رکھی ہے وہاں پر ہوتا ہوں کہیں جانے کا ٹائم ہی نہیں ملتا کبھی ٹائم نکال کر آپ کے گھر ضرور چکر لگاؤں گا۔ میں بولا۔ اسے ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگا اس کے چہرے سے نظر ہٹانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔

اب ایسا کرو مجھے یہ گھاس کی گھٹڑی اٹھواؤ مجھے دیر ہو رہی ہے وہ بڑے ہی پیار سے بولی لیکن میں بت بنا کھڑا رہا نہ جانے کیا ہو گیا تھا یہ مجھے بھی معلوم نہیں تھا۔

ارے مسٹر عدیل کن خیالوں میں گم ہو اس نے مجھے پھر آواز دی مجھے ایک جھٹکا سا لگا اور میں خیالات کی دنیا سے باہر آگیا نورین کے پاس گیا اور اسے گھاس کی گھٹڑی اٹھوائی اتنے عرصے بعد اسے اتنے قریب سے دیکھا نظریں چار ہوئیں اس کی نظروں میں بھی اپنائیت کا احساس تھا تھوڑا سا مسکرائی اور منزل کی طرف روانہ ہوئی اور مجھے اداسی کی وادیوں میں دھکیل گئی۔

اتنے میں میرے موبائل کی میسج ٹیون بلائی میں نے میسج اوپن کیا تو فرحان کا میسج تھا شام کو چار بجے تیار رہنا ساتھ والے گاؤں میں کرکٹ میچ ہے تم بھی ساتھ ضرور جانا میں نے اسے رپلائے

کیا او کے میں آ جاؤں گا اور گھر کی جب روانہ ہو گیا میں فرحان کی بات کو نہیں ٹال سکتا تھا کیونکہ ہم نے بچپن ایک ساتھ گزارا تھا میرے ابو صرف مجھے اپنے کام پر توجہ کا کہتے وہ تو کرکٹ کو فضول سمجھتے میں سارا دن معمولات زندگی میں مصروف رہا شام کو چار بجے سائیکل نکالی اور ابو سے کہا کہ میں دوسرے گاؤں سے پیسے لینے جا رہا ہوں شام کو ہی واپس لوٹوں گا۔

ابو نے کہا بیٹا جلدی آنا میری طبیعت خراب ہے میں جلدی آنے کا کہہ کر روانہ ہو یا گراؤنڈ میں پہنچا تو فرحان میرا بڑی بے چینی سے ویٹ کر رہا تھا میری بیٹنگ اس روز بہت شاندار تھی جس کی وجہ سے ہم میچ جیت گئے واپسی پر فرحان نے کہا یار آج کافی دنوں بعد ہمارے پاس آئے ہو تو شام کا کھانا بھی میرے گھر سے کھاؤ گے پہلے تو میں نے منع کیا بعد میں مان گیا سوچا اسی بہانے دیدار یار بھی ہو جائے گا۔

میں فرحان کے ساتھ اس کے گھر چلا گیا پر چھوٹی سی بیٹھک تھی جس کو بہت ہی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا فرحان مجھے بیٹھک میں بٹھا کر خود منہ ہاتھ دھونے چلا گیا میں اپنے خیالات میں کھو گیا

ایک آواز سے چونک گیا عدیل یہ لو پانی پی لو بھائی منہ ہاتھ دھونے گئے ہیں اس کی بعد کھانا کھا لینا وہ بولتی چلی گئی میں اسے دیکھتا رہ گیا میں نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیا اور ایک یہ سانس میں سارا پانی حلق میں انڈیل دیا گرمی میں کرکٹ کھیلی تھی آخر پیاس تو لگی ہی تھی آپ تو وعدے کے پکے نکلے مجھے یقین نہیں تھا کہ اتنی جلدی آپ آ جائیں گے صبح آپ نے وعدہ کیا اور شام کو آ بھی گئے نورین بہت تیزی سے بول رہی تھی مجھے بولنے کا موقعہ بھی نہیں دے رہی تھی باتوں باتوں میں ساتھ چار پائی پر بیٹھ چکی تھی۔۔

جی میں نے آپ کے گھر آنے کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنا بھی میرا فرض تھا میں نے بہت ہی دھیمے لہجے میں جواب دیا میں سوچنے لگا آج پیار کا اظہار کر ہی ڈالوں لیکن دل میں اک ہی ڈر تھا کہ کہیں نورین ناراض نہ ہو جائے لیکن بار بار اکسا رہا تھا اظہار کو لیکن زبان ساتھ دینے کو تیار نہ تھی پھر دل نے گواہی دی کہ اظہار کر دو زبان پر یہ الفاظ آ ہی گیا نورین میں آپ سے پیار کرنے لگا ہوں

کیا تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو میری زبان سے یکدم دو سوال نکلے وہ تو دنگ رہ گئی کچھ دیر خاموشی ہو گئی پھر بولی۔عدیل میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں لیکن بھائی فرحان کی آپ سے دوستی ہے اگر ہمارے پیار کی وجہ سے تمہاری دوستی میں کوئی دراڑ پڑ گئی تو پھر کیا ہو گا میں تو بچپن سے ہی آپ سے پیار کرتی ہوں لیکن ڈرتی تھی کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں آپ نے پیار کا اظہار کر کے مجھے ایک نئی زندگی دے دی ہے عدیل مجھے ہر قدم پر ثابت پاؤ گے۔

نورین بولتی تو بولتی چلی جاتی تھی ابھی اس نے اپنی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ فرحان اندر داخل ہوا تم یہاں کیا کر رہی ہو جاؤ کھانا لے کر آؤ فرحان نے نورین کو آنکھ دکھائی تو وہ بھاگ کر باہر چلی گئی میں دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا شاید فرحان نے ہماری ساری باتیں سن لیں تھیں اگر سن لیں تھیں تو اچھا نہیں ہوا تھا تھوڑی دیر بعد فرحان کی امی کھانا لے کر آئی میں نے کھانا کھایا فرحان سے اجازت مانگی اور گھر آ گیا۔

ابو مجھ سے بہت ناراض ہوئے اتنی دیر کیوں لگائی ہے گھر آنے میں تمہیں تو پتہ ہے کہ میری طبیعت خراب ہے ابو مجھ سے ناراض ہوتے رہے میں سر جھکائے سنتا رہا کیونکہ میرے دل میں چور جو تھا جب سے محبت کا اظہار کیا تھا کہیں بھی سکون نہیں آ رہا تھا نورین کی معصوم اور بھولی بھالی صورت دل و دماغ پر بھا چکی تھی۔

اسی طرح ہی کچھ دن گزر گئے مجھے نورین نظر نہ آئی میں بہت پریشان ہو گیا پہلے تو دن میں ایک بار ہمارے گھر کا میری دکان کا چکر لگا لیتی تھی مگر اس کا اتنے دنوں سے نظر نہ آنا کچھ اور کہانی بیان کر رہا تھا دل میں کچھ کالا ہے اب تو فرحان بھی میری دکان پر کم ہی آتا تھا اگر آتا بھی تو مطلب کی بات کرنا اور چلا جاتا تھا میں اس تبدیلی کو کئی دنوں سے دیکھ رہا تھا مجھے دل میں شک ہو گیا تھا کہ نورین کے گھر والوں کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں میں نے کھانا پینا بہت کم کر دیا تھا میری اس حالت کو میری ماں محسوس کر رہی تھی ماں مجھ سے پوچھتی بیٹا تمہیں کیا ہو گیا ہے نہ ٹھیک طرح سے کھانا کھاتے ہو نہ خوش رہتے ہو کیا وجہ ہے اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ میں تمہاری ماں ہوں لیکن ماں کو ہر بار میں کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال دیتا تھا۔

دن اسی طرح ہی گزرتے گئے میں دیدار یار کے لیے ترس گیا تھا ہر وقت اداس رہتا بہت زیادہ کمزور ہو گیا تھا دکان پر توجہ نہ ہونے پر ابو کی ڈانٹ سننی پڑتی گاہک کیا چیز مانگتا میں کیا چیز اٹھا کر دے دیتا پھر کچھ ہی دنوں بعد مجھے ایک لیٹر موصول ہوا جو ایک بچہ دے کر گیا تھا میں نے بچے کو ایک ٹافی دھما دی اور وہ بھاگ گیا خط کی تحریر یوں تھی۔

جان سے پیارے عدیل کیا حال ہے امید ہے آپ ٹھیک ہوں گے اس دن جو باتیں ہم نے کی تھیں وہ بھائی نے سن لی تھیں اس نے ابو کو بتایا ابو نے مجھے بہت مارا ہے اور سکول سے بھی نکال دیا ہے باہر آنے پر بھی پابندی لگا دی ہے میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور قدم قدم پر تمہارا ساتھ دوں گی میں نے بڑی مشکل سے یہ خط لکھا ہے اور اس میں گھر والے موبائل کا نمبر بھی لکھ رہی ہوں میں آپ کو میسج کروں گی آپ کال کر لینا جب تک میسج نہ کروں آپ مت کرنا۔

صرف تمہاری نورین۔

نورین کا خط پڑھ کر کچھ چین آیا میں سوچتا رہا کہ ہماری وجہ سے ہمارے خاندان میں کوئی دشمنی پیدا نہ ہو جائے ہماری دوستی کو ٹھیک نہ پہنچ جائے میرے ابو نے اپنی ساری زندگی شرافت سے گزاری تھی اور مجھے بھی یہی تلقین کرتے تھے۔

اگلے دن نورین کا میسج آیا کہ گھر پر کوئی نہیں ہے کال کرو میں نے فوراً کال کر دی۔

ہیلو۔عدیل کیا حال نورین بولی۔

جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔آپ کی بہت یاد آتی ہے دل کو بار بار سمجھاتا ہوں لیکن دل ہے کہ مانتا ہی نہیں ہے آپ کو تو دیکھنے کے لیے نگاہیں ترس گئی ہیں میں اداس لہجے میں بولا۔

عدیل میں بھی ہر وقت آپ کو یاد کرتی رہتی ہوں آپ سے محبت کرنا میرا جرم بن گیا ہے باہر جاؤں تو بھائی ساتھ جاتا ہے اور آپ کو اب دیدار کیسے کروا سکتی ہوں مجھے باہر جو نہیں آنے دیتے ہیں آپ کے بنا میں مر جاؤں گی عدیل نورین کی آواز میں قرب تھا۔

نورین پریشان نہ ہوں میں امی سے بات کرتا ہوں وہ تمہارا رشتہ لے کر آئیں گی انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا گم پریشان نہ رہا کرو میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

آپ تو امی کو رشتے مانگنے بھیجو گے اگر میرے امی ابو نہ مانے تو کیا بنے گا میں یہ بات سوچ سوچ کر پاگل ہو جاتی ہوں نورین بولی۔

ارے کہا نہ پریشان نہ ہوا کرو ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہا کرو میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

اوکے اب میں میسج کروں گی کیونکہ کال پہ بات کرنا ٹھیک نہیں ہے آپ اپنی امی کو جلدی میرا رشتہ لینے بھیجنا نورین بولی اس کے بعد ہم اور بھی پیار بھری باتیں کر لیتے

ایک ماہ کا عرصہ بیت گیا میں ایک ماہ کو ایک عرصہ کہہ رہا ہوں وہ اس لیے ایک محبت کرنے والوں کا جدائی کا ایک دن ایک سال ہوتا ہے یہ تو وہ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے محبت کی ہو اسی طرح ہماری محبت کا سفر جاری رہا۔

ایک رات میں سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ نورین کی کال آ گئی میں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو سب نیند کی وادیوں میں گم تھے میں آہستہ آہستہ سے اٹھا اور باہر سڑک کے کنارے آ گیا ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی میں نے کال اوکے کی۔

ہیلو نورین کیا حال ہے

نورین بولی جی میں ٹھیک ہوں۔

میں بولا آپ کی یاد آ رہی تھی سوچا آپ کی آواز سن کر من کی پیاس بجھا لوں امی ابو ساتھ والے گھر میں شادی ہے وہاں گئے ہوئے ہیں موقع مل گیا ہے آپ سے بات ہو گئی ہے۔

نورین بولی۔ مجھے بھی نیند نہیں آ رہی تھی آپ سے بات کرنے کو جی کر رہا تھا آپ سے بات کی دل کو سکون نصیب ہوا ہے۔ آپ نے ہمارے رشتے کے بارے میں امی جان سے بات نہیں کی ہے کیا نورین بولی۔

کل کروں گا بلکہ کل امی کو آپ کے گھر بھیج دیتا ہوں میں بولا۔ امی کا خال خیال رکھنا اور خوب خاطر تو اضع کرنا میں بولا۔

ٹھیک ہے آپ کل اپنی امی کو بھیج ہمارے رشتے کے لیے ضرور بھیجیں کہیں ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے نورین بولی۔

میرے موبائل کی بیٹری لو تھی اور موبائل بند ہو گیا اس طرح ہمارا رابطہ کٹ گیا اس کے بعد میں واپس گھر داخل ہوا تو امی جاگ رہی تھیں امی نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا۔

بیٹا اتنی رات کو کس سے بات کر رہے تھے

امی وہ فرحان کی کال آ گئی تھی اس سے بات کر رہا تھا میں نے صاف جھوٹ بولا۔

نہیں میں تمہاری ماں ہوں ساری بات سن لی ہیں تم کسی لڑکی سے بات کر رہے تھے امی جان بولی۔ اب تو میرے اوسان خطا ہو گئے میں چپ چاپ کھڑا رہا جیسے کوئی مجرم کھڑا ہوتا ہو بولو بیٹا کون ہے وہ لڑکی جس سے تم اتنی رات گئے تک بات کر رہے ہو ماں نے پیار سے پوچھا تو اتنے میں میری چھوٹی بہن نادیہ بھی جاگ گئی ابو کو کوئی ہوش نہ تھا جیسے نیند کی گولیاں کھلائیں ہوں ان کو آرام کی گولیاں کھلا کر سلایا گیا تھا تاکہ رات کو تکلیف نہ ہو اور وہ آرام سے سوئے رہیں۔

امی میں فرحان جو میرا دوست ہے نہ اس کی بہن نورین سے بات کر رہا تھا میں اس سے بہت

پیار کرتا ہوں بلکہ وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے میں سر جھکائے ہوئے بولا۔

تمہیں شرم نہیں آتی گھر میں جوان بہن ہے تم ہو کہ عشق لڑاتے پھر رہے ہو ماں نے سخت لہجے میں کہا تو میں سہم گیا اور چاپ چاپ اپنے بستر پر جا کر سو گیا لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی میری اتنی بے عزتی پہلے کبھی نہ ہوئی تھی جو آج ہوئی میرا ضمیر بار بار مجھے ملامت کر رہا تھا کہ مجھے ایسا قدم نہ اٹھانا چاہئے تھا جس سے رسوائی ہوتی میں تین بجے تک جاگتا رہا آنکھوں سے آنسو جاری رہے نورین میری نس نس میں سما چکی تھی اس کو بھول جانا اب میرے بس کی بات نہیں تھی نادیہ اور امی پھر سو گئے تھے لیکن میں بربادی کا ماتم کرتا رہا آخرکار مجھے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا ساری رات جاگنے کی وجہ سے صبح کو جب جاگا تو آنکھیں لال تھیں ماں تو پھر ماں ہوتی ہے آخر امی نے ابو سے بات کی کہ عدیل نورین کو پسند کرتا ہے اور اگر آپ کہیں تو میں نورین کا رشتہ مانگنے جاؤں ابو نے ہاں کر دی بولے۔

اگر ہم رشتے کی بات نہ کی تو جوان خون ہے کہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے جو بعد میں بدنامی کا باعث بنے ابو ایک سیدھے سادھے انسان تھے میں دل ہی دل میں بہت خوش ہوا کہ ہم جلدی ایک ہو جائیں گے۔

میں نے نورین کو میسج کر دیا کہ امی آج تمہارے گھر آ رہی ہیں تم تیار رہنا امی کی خاطر تواضع ٹھیک طرح سے کرنا۔

نورین بھی بہت خوش تھی خوش کیوں نہ ہوتی اتنے کڑے سفر کے بعد تو منزل سامنے آئی تھی اسی دن دوپہر کو امی جان نادیہ کے ساتھ نورین کے گھر چلی گئیں نورین نے نادیہ اور امی کی بہت زیادہ آؤ بھگت کی شام کو ماں اور نادیہ واپس آئیں ماں کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا مجھے تھوڑا سا ڈر لگا میں پریشان ہو گیا کہ اللہ خیر کرے دل میں بہت ہی وسوسے جنم لے رہے تھے شاید نورین کی ماں نے انکار کر دیا ہو یا کوئی اور بات تھی خیر اللہ کر کے میں نے ماں سے پوچھ ہی لیا تھا۔

ماں جی کیا بات ہے بتائیں آہستہ سے بولا

بات یہ ہے کہ وہ رشتہ دینے کے لیے تیار ہیں لیکن نورین کے ابو کہتے ہیں ایک ہاتھ رشتہ دیں گے اور ایک ہاتھ رشتہ لیں گے مطلب وٹہ سٹہ کریں گے اور میں یہ نہیں چاہتی کہ تمہاری شادی وٹہ سٹہ کی ہو میں ایسی شادیاں اکثر دیکھتی ہوں بربادیوں کا سبب بنتی ہیں انہوں نے بس شرط رکھی ہے آگے تمہاری مرضی ماں نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

کیا انہوں نے فرحان کے لیے نادیہ کو مانگا ہے۔ میں نے پوچھا۔

جی بیٹا فرحان کے لیے نادیہ کو مانگا ہے

بات سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین کھسکنے لگی کیونکہ فرحان کسی مہناز نامی لڑکی کو پسند کرتا ہے وہ نادیہ کو کیسے خوش رکھے گا فرحان کے ماں باپ کو نہیں معلوم تھا لیکن وہ میرا دوست ہونے کے ناطے مجھے اپنی ہر بات بتاتا تھا یہ بات میں نے امی جان کو نہیں بتائی تھی۔

بیٹا جو بھی فیصلہ کرنا سوچ سمجھ کر کرنا مجھے جلدی تمہارا جواب چاہئے۔ یہ بات کہتے ہوئے ماں کمرے میں چلی گئیں میں سوچوں میں گم اپنی دکان پر آ گیا۔

اتنی دیر میں نورین کا میسج آ گیا کیسے ہو۔

میں نے ری پلائے کیا ٹھیک ہوں
آج آپ کی امی آئیں تھیں میرا رشتہ مانگنے لیکن میرے امی ابو کہتے ہیں کہ وہ وٹہ سٹہ میں شادی کریں گے ورنہ ہمیں یہ رشتہ منظور نہیں ہے تم کیا کہتے ہو اس بارے میں نورین بولی۔

نورین اپنے امی ابو کو سمجھاؤ فرحان کسی اور لڑکی سے پیار کرتا ہے وہ نادیہ کو خوش نہیں رکھ سکے گا اگر میں اپنے ماں باپ کو راضی کراوں تو وہ اس شادی کے لیے تیار ہو جائیں گے مگر مسئلہ تو فرحان کا ہے وہ میری بہن کو خوش نہیں خوش نہیں رکھ سکے گا تو مسئلہ بنے گا میں نے واپس جواب سینڈ کیا ۔میں نے امی ابو کو کہہ دیا ہے کہ اگر میری شادی عدیل سے نہ ہوئی تو میں وہ کچھ کروں گی جو بعد میں پچھتاوے کا باعث بنے گا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو نورین کا جواب آیا۔

میں کیا کروں تم ہی بتاؤ ادھر میرے والدین بھی نہیں مان رہے ہیں مسئلہ خراب ہو رہا ہے اب ہمیں ہی کوئی فیصلہ کرنا ہے میں بولا۔

عدیل میں جان دے دوں گی مگر کسی اور سے شادی نہیں کروں گی چاہئے کچھ بھی ہو جائے نورین بولی۔

میں بھی تم سے حد سے بڑھ کر پیار کرتا ہوں تم پریشان نہ ہو انشاءاللہ جو ہوگا بہتر ہوگا میں نے واپسی ری پلائے کیا اس کے بعد ہم نے بہت ساری باتیں کیں پھر رابطہ کیا کٹ گیا۔

ہم دونوں محبت تو کر بیٹھے تھے لیکن ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ اتنی مشکلات آئیں گی مگر اب ہمیں حالات کا مقابلہ کرنا تھا میں سوچتا رہا ادھر معصوم بہن تھی جس نے کبھی بھی باہر کی ہوا تک کھائی نہ تھی میں اپنی اس معصوم بہن کو جیتے جی دوزخ میں نہیں دھیل سکتا تھا میں اپنی محبت تو قربان کر سکتا تھا لیکن اپنی بہن کو اپنے ہاتھوں کنویں میں دھکا نہیں دے سکتا تھا وہ بچپن سے ہی بہت حساس تھی بچپن سے ہی اس نے کبھی ایسی چیز کی خواہش نہیں کی تھی جو دوسرے کے بچے کرتے ہیں بس اپنے کام سے کام رکھتی تھی اس لیے تو سارے گھر کی آنکھ کا تارہ تھی۔

میں نے کچھ دن نورین سے رابطہ نہ کیا جان بوجھ کر میں اس سے بات نہیں کرتا تھا کیونکہ میں اسے بھول جانا چاہتا تھا آہستہ آہستہ اسے دل سے نکال دینا چاہتا تھا نورین مجھے دن میں کئی بار کال کرتی رہی لیکن میں کوئی جواب نہ دیتا کسی میسیج کا جواب نہیں دیا ایک ہفتہ گزر گیا میری ماں نے مجھ سے جواب پوچھا تو میں نے دل پر پتھر رکھ کر امی کو کہہ دیا۔

امی جان آپ ان سے جا کر کہہ دیں کہ ہم یہ شادی نہیں کر سکتے اگر چاہیں تو اپنی بیٹی کا رشتہ دیں لیکن ہم رشتہ نہیں دیں گے۔

اس کے بعد میں کمرے میں جا کر بستر پر گر گیا میں آج بہت رونا چاہتا تھا آج میرے سارے ضبط ٹوٹ چکے تھے بہت رویا اپنی محبت کا ماتم کیا آج میں جس موڑ پر کھڑا تھا اس میں خود قصور وار تھا نہ میں محبت کرتا اور نہ ہی پروان دیکھنا پڑتا تھوڑی دیر بعد میں نے نورین کا نمبر ملایا نصیب تھا کہ کال نورین نے ہی اٹینڈ کی حالات کے بارے میں آگاہ کیا۔

نورین کہنے لگی تمہارے بنا جی نہیں پاؤں گی میں بھائی سے بات کرتی ہوں وہ مان جائے گا لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور کال ڈراپ کر دی اس کے بعد میں نے اپنا نمبر بدل دیا ادھر

نورین میرا نمبر ملاتی تو نمبر بند ملتا تھا میری حالت بہت خراب ہو گئی تھی نہ ٹھیک طرح سے کھاتا تھا اور نہ ہی کسی سے ٹھیک طرح سے بات کرتا تھا اب تو اپنی دکان پر آنا کم کر دیا تھا کئی دنوں سے میری ماں مجھے دیکھ رہی تھی کہ میں کھانا کم کھاتا ہوں بہت کمزور نظر آتا ہوں آخر کار میری ماں نے میری اداسی پڑھ لی ایک دن مجھ سے کہہ دیا۔

بیٹا اگر تم خوش نہیں تو ہم بھی خوش نہیں ہیں میں جا کر ان سے تمہاری شادی کی بات کرتی ہوں جیسا نصیب لکھا ہے نادیہ کا ویسا ہی ملے گا لیکن ماں کو یہ پتہ نہ تھا کہ فرحان مہناز سے پیار کرتا ہے میں نے ماں کو ساری بات بتائی کہ وہ کسی اور لڑکی سے پیار کرتا ہے تو میری ماں پرانے زمانے والی سوچ رکھنے والی تھی بولی۔

بیٹا جب شادی ہو جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا وہ اس لڑکی کو بھول جائے گا لیکن میرا دل مطمئن نہ تھا لیکن میرے دل میں ایک کسک تھی ایک انجانا سا ڈر تھا ہم بھی تو محبت کے راہی تھے اور فرحان بھی تو مہناز سے محبت کرتا تھا وہ اگر شادی کر بھی لے تو وہ مہناز کو نہیں بھول پائے گا جس سے معاملات خراب ہو سکتے ہیں۔نورین کی یاد بہت ستاتی تھی ہر وقت اس کی یادوں میں کھویا رہتا تھا کوئی چیز اچھی نہ لگتی تھی دن اسی طرح گزر رہے تھے۔

ایک دن خبر ملی کہ نورین خواب نے خواب آور گولیاں کھا کر خودکشی کر لی ہے مجھے جیسے ہی پتہ چلا میں بھاگتا ہوا ہسپتال میں پہنچا نورین بستر پر لیٹی ہوئی تھی نرس اسے انجکشن لگا رہی تھی میں ساتھ والے بیڈ پر بیٹھ گیا میری ماں کو معلوم ہوا تو وہ بھی آن پہنچی نورین کی ماں سے نورین کی خیریت معلوم کی پھر وہ دونوں اپنی اپنی باتوں میں مشغول ہو گئیں تھوڑی دیر بعد نورین کو ہوش آ گیا جوں ہی اسے ہوش آیا سامنے میں تھا اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عدیل میں تمہارے بنا مر جاؤں گی ایسے محبت کرتے ہیں اتنے دن بات نہیں کی کس بات کی سزا دی ہے مجھے اس بات کی سزا دی ہے کہ میں نے تم سے پیار کیا ہے تمہارے لیے جان دینے کے لیے تیار ہوں اب کی بار تو میں بچ گئی ہوں لیکن اگلی بار جان دے کر ثابت کر دوں گی کہ میں نے تم سے سچا پیار کیا ہے نورین روتے ہوئے بولی۔میں نے نورین کا ہاتھ پکڑ لیا اور وعدہ کیا کہ ہم جلدی ایک ہو جائیں گے اب تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ میں نے اپنے ماں باپ کو راضی کر لیا ہے تم اپنے بھائی کو راضی کر لو تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

میں نے نورین کو یقین دلایا اس کے بعد میں ماں کو لے کر گھر آ گیا میری امی جان مجھ سے ناراض تھیں کہ اس سے رابطہ کیوں ختم کیا شادی ہونا نہ ہونا تو نصیب کی بات ہے لیکن میں چپ رہا مجھے معلوم نہ تھا نورین اتنی حد تک جا سکتی ہے اپنی جان بھی دے سکتی ہے نورین صحت یات ہو کر گھر آ چکی میں نے دوبارہ اس سے رابطہ کیا حال احوال کے بعد نورین نے کہا۔

میں نے بھائی کو شادی کے لیے رضا مند کر لیا ہے میرا بھائی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے کہتا ہے ایک مہناز تو کیا اگر ہزار آ جائیں گی تو میں تمہاری خوشی کے لیے ان سب کو چھوڑ سکتا ہوں میں بہت خوش ہوا چلو کچھ مسئلہ تو حل ہوا تم اپنے امی ابو کو بھیج دو اب راستہ صاف ہو گیا ہے۔

کچھ دنوں بعد دنوں خاندانوں کی بیٹھک ہوئی فیصلہ ہو کر اب شادی کر دی جائے کیونکہ آگے پھر کوئی اور مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے ہماری شادی کی تاریخ رکھ دی گئی مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فیصلہ ہمارے لیے کتنا غلط ثابت ہوگا نصیب میں جو لکھا ہوتا ہے وہی ملتا ہے مگر کبھی کبھار نصیب اپنے ہاتھوں سے بنانا پڑتا ہے کیا کسی نے خوب ہی کہا ہے کہ وقت سے پہلے نہیں ملتا اور نصیب سے زیادہ نہیں ملتا تاریخ پکی ہو گئی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں نورین بہت خوش تھی روزانہ اب گھنٹوں بات ہوتی۔۔

وقت گزرتا گیا شادی کی ساری رسومات ہوتی گئیں آخر کار وہ وقت بھی آگیا جس دن کا ہمیں انتظار تھا نورین دلہن بن کر میرے آنگن میں آگئی اور اگلے روز فرحان بھی نادیہ کو بیاہ کر لے گیا اس طرح ہماری شادی ہو گئی نورین تو بہت خوش تھی وہ اپنے آپ کو دنیا کی خوش نصیب لڑکی سمجھتی تھی دو محبت کرنے والوں نے اپنی محبت کو پا لیا تھا میں نے دوبارہ اپنے کام پر دھیان دیا اور پھر اپنی دکان کو اس عروج پر لایا جہاں وہ پہلے کبھی تھی اور کچھ زیادہ ہی بیمار رہنے لگے اتنی جگہ سے علاج کروایا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا دن دروز بڑھتا ہی جا رہا تھا اگر کوئی بیماری لگ جائے اور اس کا علاج ٹائم پر نہ ہو تو ناسور بن جاتی ہے میرے ابو کو بلڈ پریشر تھا ہمارے دیہات میں یہ کوئی نئی بیماری تھی جو بھی سنتا کانوں کو ہاتھ لگاتا میں نے اپنے ابو کا بہت علاج کروایا لیکن بے سود پیسہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا لیکن دود کو آرام نہ ملا رہا تھا آرام کیسے ملتا بیماری اپنے عروج پر تھی۔

ایک دن ابو ہمیں روتا ہوا چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کر گئے مری تو دنیا ہی اجڑ گئی تھی مجھے ایسا لگا جیسے میرا کسی نے ایک بازو کاٹ دیا ہو اور مجھے اپاہج کر دیا ہو لیکن جو ہونا تھا وہ ہو کر رہتا ہے ایک سہارا چھوڑ گیا وہ امید کی ایک کرن تھے میری ماں ہر وقت اداس رہنے لگی کیونکہ سر سے سائباں جو اٹھ گیا تھا مرد عورت کا سائباں ہوتا ہے اگر وہ سائباں ہٹ جائے تو حالات کی تیز دھوپ عورت کو جھلسا دیتی ہے ماں کو دیکھ کر دل خون کے آنسو ررو رہا تھا میں ماں کو ہمیشہ خوش رکھتا میں نے نورین سے کہہ دیا تھا کہ ماں کا بہت خیال رکھا کرے وہ بھی ماں کا بہت خیال رکھتی تھی نادیہ جب بھی ملنے آتی اداس اداس دی ہوتی تھی اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا وہ اپنے گھر میں خوش نہیں ہے وہ پہلے سے زیادہ کمزور ہو گئی تھی ماں تو بیٹی کا درد جان لیتی ہے ماں نے کئی بار پوچھا بیٹا اگر کوئی مسئلہ ہے تو ضرور بتانا لیکن وہ خاموش یہ رہتی جیسے اس کی زبان کو کسی نے تالا لگا دیا ہو ماں جب بھی پوچھتی۔

بیٹا اپنے گھر میں خوش تو ہو تو اس کا ایک ہی جواب ہوتا ماں جیسے تیسے گزارنا تو ہے زندگی کو مجھے یہ بات ناگوار گزرتی تھی ذہن پر ایک جنون سوار ہو جاتا لیکن اپنے آپ پر قابو رکھتا نادیہ پر ظلم ہو رہے تھے لیکن اس نے کبھی بھی ہمیں نہیں بتایا تھا بھیا فرحان بات بات پر مجھے جانوروں کی طرح مارتا ہے وہ مہناز کو نہیں بھولا ہے ہر وقت اسکی یاد کرتا ہے کوئی بار دھکے دے کر باہر نکالا چکا ہے بھلا ہو میری ساس کو وہ اسے برا بھلا کہتی تو اسکا مزاج کچھ ٹھیک ہو جاتا لڑائی جھگڑا تو اب معمول بن چکا ہے مہناز کو بھلانے کے لیے اس نے شراب پینا شروع کر دی ہے جب بھی رات کو گھر لوٹتا ہے تو

نشے میں دھت ہوتا ہے گالیاں بکتا ہے اور مارنے لگتا ہے۔

ایک رات وہ تو حد ہی ہو گئی رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی کہ کسی نے ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک دستک کے بعد خاموشی چھا گئی میں اٹھا اور پوچھا کون لیکن کوئی جواب نہیں آیا میں تجسس میں مبتلا ہو گیا کہ اتنی رات کو کون ہو سکتا ہے آخر کار میں نے دروازہ کھول دیا دروازے پر نادیہ بے ہوشی کی حالت میں ملی اس کے جسم پر زخموں کے نشان تھے جیسے کسی نے اسے کاٹ کھایا ہو میرے منہ سے چیخ نکل گئی میری چیخ سن کر ماں بھاگ کر آئی شاید وہ دروازے کی آواز سن کر جاگ گئی ہو ہم نے نادیہ کو اٹھایا اور قریبی ہسپتال میں لے گئے ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس کو کتوں نے بری طرح کاٹا ہے اور جسم پر تشدد کے نشان تھی ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ضرور فرحان نے نادیہ کو بری طرح پیٹا ہے ساری کہانی سامنے آچکی تھی لیکن اصل وجہ اب نادیہ ہوش میں آنے کے بعد ہی بتا سکتی تھی۔

دوپہر تک نادیہ کو ہوش آگیا ہوش میں آتے ہی وہ امی سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی جیسے سالوں سے بچھڑی ہوئی اولاد ماں باپ کو ملتی ہے میری آنکھوں نے بھی آنسو نکل آئے اپنی اس معصوم بہن کو اس حالت میں پہنچانے والا میں ہی تھا میں خود ہی قصوروار ہوں نادیہ جب ہوش میں آئی تو اس نے بتایا کہ کل رات کو فرحان نشے میں دھت تھا اس نے دروازہ بجایا تو میں نیند میں تھی میں آہستہ سے اٹھی اور دروازہ کھولا فرحان نشے کی حالتیں کبھی ادھر جھول رہا تھا کبھی ادھر چارپائی پر آگرا اور ڈھیر ہو گیا معمول کے مطابق گالیاں دینا شروع کر دی اور بولا کس یار کے ساتھ مصروف تھی اتنی دیر بعد دروازہ کھولا ہے میں سب کچھ برداشت کر سکتی تھی لیکن اپنی عزت پر داغ مجھے گوارہ نہ تھا میں نے اپنے دماغ میں چند الفاظ بولے جو کہ اسے برداشت نہ ہوئے اس نے ڈنڈا اٹھا لیا اور مجھے مارنا شروع کر دیا میں مار کھانے کی عادی ہو گئی تھی جب مار مار کر تھک گیا تو دھکے دے کر باہر نکال دیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا میں دروازہ کھٹکھٹاتی رہ لیکن اس ظالم نے دروازہ نہ کھولا میں مرتی کیا کرتی۔

دسمبر کا آخری ہفتہ تھا سردی اپنے عروج پر تھی میں آہستہ آہستہ امی کے گھر کی جانب چل پڑی آدھی رات اکیلی عورت ہر طرف خاموشی کا راج تھا مجھے دل میں ڈر تو بہت لگ رہا تھا کہ منزل بھی قریب تھی تنہا میں راستہ طے کرتی ہوئی جب امی کے گھر کے قریب پہنچی تو کتوں کے غول نے حملہ کر دیا میں نے انہیں بہت ڈرایا دھمکایا لیکن وہ باز نہ آئے آخر کار مجھے ہار ماننا پڑی انہوں نے مجھے کاٹنا شروع کر دیا جیسے جیسے کاٹتے میں قدم آگے بڑھاتی رہی آخر کار دروازہ بجایا اور اب مجھ میں آگے چلنے کی ہمت نہ تھی میں وہی گری اور بے ہوش ہو گئی اب جب ہوش آیا تو تم لوگوں کو سامنے پایا۔

یہ بات کہتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں خود بھی رو رہا تھا میں اب کچھ نہیں کر سکتا تھا امی جی کا تو رو رو کر برا حال تھا نرسیں بھی رو رہی تھیں میں نہیں جانتا تھا کہ فرحان اتنا ظالم نکلے گا برے کام کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے اس کے دوستوں نے اسے شراب پر لگا دیا تھا اس کی زندگی برباد کر دی۔

اگلے دن ہم نادیہ کو ہسپتال سے گھر لے آئے جسمانی زخم بھرنے لگے لیکن روح پر جو زخم لگتے ہیں وہ کبھی نہیں بھرتے کچھ دنوں بعد فرحان کے امی ابو نادیہ کو لینے آگئے اپنے بیٹے کی طرف سے معافی مانگنے ہم تو ساتھ بھیجنے کے لیے تیار تھے لیکن نادیہ ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی اس کا کہنا تھا کہ میں اب اس گھر میں نہیں جاؤں گی اب ہم اس کے ساتھ زبردستی تو نہیں کر سکتے تھے فرحان کے ماں باپ چلے گئے ایک دن میں دکان پر بیٹا ہوا تھا کہ فرحان کا فون آگیا میری منتیں کرنے لگا مجھ کو معاف کردو اب ایک دفعہ صلح کرلو پھر کبھی ایسا نہیں ہوگا لیکن میں نے اسے بہت برا بھلا کہا اور فون بند کردیا۔

دن گزرتے رہے میں نادیہ سے اس کی رائے لینا چاہتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے میں نے ایک دن اس سے پوچھا نادیہ اگر گھر واپس جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ لیکن اس نے کہا بھیا میں اس گھر میں نہیں جاؤں گی اس سے اچھا ہے مجھے زہر دے دو میں فرحان سے علیحدگی چاہتی ہوں اب اجسم میں اور ظلم سہنے کی طاقت نہیں ہے بھیا اب اس ظالم شخص کے حوالے کر رہے ہو جو انسان نہیں درندہ ہے اس نے مجھ پر بہت ظلم کیے ہیں اس کی یہ بات سن کر چپ ہو جاتا آخر کار میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ عدالت کے ذریعے طلاق لے کر اس قصے کو ہمیشہ کے لئے ختم کردوں طلاق کے لیے ہم نے رجوع کی پہلی پیشی میں ہی فرحان نہ آیا جب ہم گھر پہنچے تو وہی آگیا اور صلح کے لیے دباؤ ڈالنے لگا میرا خون کھول اٹھا تھا میں نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور مارنے لگا یہ تو ہمسائے بیچ میں آگئے انہوں نے ہمیں چھڑوایا پھر وہ گالیاں اور دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا اس کے بعد میرے ماموں جی کا انتقال ہوگیا میں وہاں چلا گیا اس بنے جو ہوا میرے دل میں من میں بھی نہیں تھا کہ فرحان اتنا کچھ بھی کر سکتا ہے جب میں اور امی واپس آئے تو گھر کے باہر لوگ جمع تھے میں بھاگتا ہوا اندر گیا میری پیاری بہن اور بیوی دونوں ہی زخمی حالت میں پڑی تھیں میں وہی گر پڑا اور بے ہوش ہوگیا جب ہوش آیا تو سب کچھ برباد ہو چکا تھا قاتل اپنا کام دکھا چکا تھا اس نے میری بہن کو مار دیا تھا اور میری بیوی کو زخمی کر دیا میری بیوی ہوش میں آئی تو اس نے یہ بتایا میرے بھائی فرحان نے کیا ہے وہ نادیہ کو منانے آیا تھا لیکن وہ ساتھ جانے کو تیار نہ تھی اس نے خنجر نکالا اور وار کیے اسے مار ڈالا اس ک آنکھوں میں خون اتر آیا تھا میں چھڑانے لگی تو مجھے بھی زخمی کر دیا اور بھاگ گیا۔

میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے پیاری اور معصوم بہن کو منوں مٹی تلے چھوڑ آیا جہاں وہ اب سکون کی نیند سو رہی ہے میری ماں اب بھی اس کے لیے روتی ہے وقت گزر رہا ہے لیکن اپنی یادیں چھوڑ جاتا ہے آہ میں اپنی بہن کا مجرم خود کو سمجھتا ہوں جب بھی سوتا ہوں تو میری بہن خواب میں آتی ہے اور انصاف مانگتی ہے میں ہر بڑا کر اٹھ جاتا ہوں۔ قارئین میں اپنی سٹوری لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا آپ کی رائے کا انتظار رہے گا اس غزل کے ساتھ اجازت دیں اللہ حافظ

یہ دل اداس ہے کوئی پیغام ہی لکھ دو
تم اپنا نام نہ لکھو گمنام ہی لکھ دو
میری قسمت میں غم تنہائی ہے لیکن
تمام عمر نہ لکھو مگر ایک شام ہی لکھ دو

آصف علی شجاع آباد

بند گلی

تحریر: محمد یونس ناز۔ کوٹلی آزاد کشمیر۔ 0313-5250706:

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے بند گلی رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے منہ میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نواز یئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کی کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے

زندگی عجیب دوراہے پر کھڑی تھی، اُس کی یہ ضد کہ میں خود اپنے ہی ہاتھوں سے اسے دولہا بناؤں، یہ جانتے ہوئے کہ اُس کی کسی بھی بات کو رد کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا، لیکن اتنا حوصلہ کہاں مجھ میں کہ اپنا پیار کسی اور کی جھولی میں ڈالنے جا رہی ہوں۔ ہمارا رشتہ بے نام سہی مگر دل تو دل ہوتا ہے اور میں نے خود ہی اس کو مشورہ دیا تھا کہ تم شادی کرلو اور اب میری حالت ماہی بے آب کی طرح تھی اور ساحل کو لے کر سمجھانے کی کوشش کی کہ جو کام میرے بس میں نہیں ہے اس کی ضد نہ کرو اور محفل میں مجھے تماشا نہ بنانا۔ اک بھرم ہے ٹوٹ جائے گا۔ ہمارے بے نام رشتہ کو کس کی نظر لگ سکتی ہے۔ پھر نجانے کیا سوچ کر اس نے ضد چھوڑ دی اور وہ دولہا بن کر سسرال کی طرف روانہ ہوگیا اور میں بچوں کو لیکر واپس آگئی ،تا کہ گھر والوں کو شک نہ ہو کہ کہیں گئی ہوئی تھی۔ گھر آکر خوب روئی۔ قسمت کو دوش دیتی رہی یہ سوچ کر خاموش ہوگئی کہ محبت قربانی کا دوسرا نام ہے اور جب قربانی دے دی ہے تو پھر رونا کیسا خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے پیاروں کو دوسروں کے سپرد کرنا کس قدر اذیت ناک مرحلہ ہوتا ہے یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس کے ساتھ ایسا سانحہ پیش آیا ہو

میرا نام شازیہ ہے اور میرا تعلق ضلع جھنگ کے نواحی گاؤں سے ہے ہم دو بہنیں اور دو بھائی ہیں والدین محنت مزدوری کرتے ہیں۔ میں جب پیدا ہوئی تو بہت خوشی منائی گئی کیونکہ مجھ میں اور باقی بہن بھائیوں میں دس سال کا فرق تھا۔ مگر قسمت تو قسمت ہوتی ہے والدین نے اپنی بساط کے مطابق مجھے پڑھانے کی کوشش لیکن وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ انسان کو Compromise بھی کرنا پڑتا ہے میرے بڑے بھائیوں کی شادیاں ہوگئیں

...بہن کے رشتے کی بات چل رہی تھی۔ جو رشتہ دیکھنے آتا مجھے پسند کر لیتا کیونکہ میں خوبصورت تھی مگر میری عمر کم تھی اس طرح بڑی بہن کے رشتے سے انکار ہو جاتا کیونکہ وہ عام سی شکل کی تھی۔ والدین کے لئے سب ہی برابر ہوتے ہیں۔ ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد اپنے گھروں کی ہو جائے۔ والدین کی خواہش اپنی جگہ مگر انسان کے مقدر میں جو لکھا ہوتا ہے شاید والدین اس کو تسلیم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے ہیں۔

پھر اچانک سب کچھ بدل گیا میں ہفتم میں زیر تعلیم تھی ایک روز سکول سے واپس آئی تو کچھ خواتین کو اپنے گھر موجود پایا، پوچھنے پر پتہ چلا کہ میری شادی کی بات ہو رہی ہے۔ لڑکے کی تصویر دکھائی گئی تھی جو کہ شاید بیس سال پرانی تھی اور زمین جائیداد اتنی کہ بیان سے باہر اس طرح کی باتیں میرے والدین کو بتائی گئی کہ میرے والدین نے فوری ہاں کر دی۔ شاید اس وقت یہ رواج نہ تھا کہ لڑکے کا گھر دیکھو محلے والوں سے ان لوگوں کے رہن سہن کے بارہ میں معلومات حاصل کی جا سکیں اور شاید ٹیلیفون بھی عام نہ تھا۔ بے چارے غریب والدین سادگی کا نمونہ ہوتے ہیں یا کچھ اور بس ایک ماہ میں میری شادی ہو گئی۔ یہاں پہ اکثر کہا جاتا ہے کہ چٹ منگنی تے پٹ بیاہ یعنی فوری منگنی، فوری شادی، کیونکہ اگر ان معاملات میں تاخیر کی جائے تو بے شمار معاملات بگڑ سکتے۔ کہیں زمین و جائیداد کے مسائل کہیں لڑکی یا لڑکے کی کوئی خامی یا پھر وہ لوگ جو ہمیشہ سے ہی دوسروں کی خوشیوں کے قاتل ہوتے ہیں وہ لوگ کام کر دکھاتے ہیں شریف اور غیرت مند خاندانوں میں آج بھی یہ رسم عام ہے کہ جونہی لڑکی جوان ہو فوری اس کی شادی کر دیتے ہیں۔ تاکہ معاشرے میں ان کی عزت قائم رہ سکے۔ کیونکہ بروقت شادی نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار مسائل جنم لیتے ہیں اور لوگوں میں یہ بات عام ہے کہ اگر کسی لڑکی کی شادی دیر سے ہو یا کوئی مناسب رشتہ نہ ملے تو باتیں شروع ہو جاتی ہیں کہ شاید لڑکی میں کوئی عیب ہے۔ حالانکہ شادی کے معاملات انسان کے اپنے اختیار میں کہاں ہوتے ہیں۔

میری شادی ہو گئی اور میں اپنے سسرال آ گئی 14 سال کی عمر میں تو انسان کھیل کود کے بارے میں سوچتا ہے یہ تو کھلونوں سے کھیلنے کی عمر ہوتی ہے اور اس عمر میں تو انسان آزاد پنچھی کی طرح ہوتا ہے ہر سوچ و فکر سے آزاد۔ مگر یہ کیا میری شادی ہو گئی اور میں اس وقت یہ نہیں جانتی تھی کہ شادی کیونکر کی جاتی ہے اور شادی کرنا ضروری کیوں ہوتا ہے۔

جب سسرال آئی تو محلے دار دیکھ کر حیران ہو گئے کہ اتنی چھوٹی سی لڑکی ساجد کو مل گئی خالہ ریشم نے تو حد ہی کر دی اور کہنے لگی خدا غارت کرے اس کے والدین کو جو ایک وحشی درندے کو اک پھول سی گڑیا سونپ دی بے چاری کیسے رہے گی یہاں اور میں ان لوگوں کی باتوں کو سن رہی تھی شادی کا کھانا ختم ہوا اور اب لوگوں کا رش کچھ کم ہوا اور پھر رات آ گئی سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے ہمارا گھر آبادی سے کافی دور تھا اور گھر کیا تھا بس سر چھپانے کی جگہ ایک طرف بکریاں اور مرغیاں اور ایک کمرے میں گائے، رہنے کا بندوبست نہ بجلی تھی اور نہ ہی دیگر سہولیات زندگی وہ رات تو گزر گئی کیسے گزری کوئی پتہ نہیں

صبح ساجد نے ڈاکٹر کو بلایا کہ یہ رات کو بے ہوش ہوگئی تھی اور اس کو تیز بخار ہوگیا۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد کہا کہ اس کو آرام کی ضرورت ہے ڈاکٹر نے ادویات دیں اور واپس چلا گیا ساجد کی عمر 35 سال تھی وہ زمانے کے نشیب وفراز کو سمجھتا تھا اس نے میرے والدین کو سبز باغ دکھائے کہ وہ امیر ہے اور آپ کی بیٹی کو شہزادی بنا کر رکھے گا لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا کچا مکان اور دس مرلے جگہ تھی۔ محنت مزدوری کر کے جو لاتا اس سے گزارہ ہوتا۔ شادی پر جو اخراجات ہوئے وہ اس نے لوگوں سے قرض لیا ہوا تھا۔ میں نے حالات سے سمجھوتا کرنا سیکھ لیا کیونکہ میں والدین کو مزید دکھ نہیں دے سکتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر ان کو علم ہو جاتا کہ ان کے ساتھ فراڈ ہوا ہے تو یہ صدمہ ان کے لئے جان لیوا بھی ہو سکتا ہے بیٹی کا جو فرض تھا وہ اس سے سرخرو ہو گئے اب میرے نصیب کی بات تھی کہ میری زندگی میں کیا ہوگا۔ ساجد شکی مزاج تھا ایک تو غریب اور عام شکل کا تھا دوسرا عمروں کا فرق تیسرا میں خوبصورت تھی جب بھی وہ لڑائی کرتا تو کہتا تم نے دوست بنائے ہوئے ہیں، حالانکہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں تھا میں اس کے ساتھ مخلص تھی۔ مشرقی عورت کے لئے سب کچھ خاوند ہی ہوتا ہے۔ چاہے وہ جیسا بھی ہو اور پھر یکے بعد دیگرے بچوں کی پیدائش ہوتی گئی اور میں پانچ بچوں کی ماں بن گئی زندگی مصروف تر ہوگئی اور اب تو میں خود اس ماحول کی عادی ہو چکی تھی۔ بچے سکول جانے لگے اور ساجد محنت مزدوری کر کے گھر کا انتظام چلانے لگے

لیکن ساجد کی ایک بات بری تھی کہ وہ رات کو دیر سے گھر آتے اور شراب نوشی بھی کرتے تھے اور نشے کی حالت میں وہ حرکات کرتے جو کسی عورت کے لئے ماننا مشکل ہوتا ہے۔ مگر میں نے اپنا گھر بچانے کے لئے اس کی ہر جائز، ناجائز خواہش کا احترام کیا جس کا آج مجھے دکھ ہو رہا ہے۔ لیکن جب انسان بے بس و مجبور ہو جائے تو پھر دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا میری صحت اکثر خراب رہنے لگی اور ساجد نے تو اب راتوں کو بھی گھر آنا چھوڑ دیا اور گھر میں فاقوں کا راج تھا ایک بے بس اور لاچار عورت سوائے رونے کے کچھ نہیں کر سکتی تھی اگر کبھی گھر لیٹ آنے کا پوچھتی تو ساجد مارنا شروع کر دیتا تھا۔ گھر والوں سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی کبھی کبھار گھر جاتی تو خاموش ہو کر رہ جاتی کیونکہ میں خود تو عذاب میں مبتلا تھی مگر والدین کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی جی رہی تھی کہ شاید میرے بچے بڑے ہو کر میرے دکھوں کا مداوا کر سکیں۔ میری صحت خراب ہونے لگی جب ساجد کو علاج کا کہتی تو وہ ٹال دیتا شاید اس کے پاس پیسوں کی کمی تھی۔ لیکن یہ کیا انسانی زندگی پر دولت کو ترجیح دینا کہاں کا اصول ہے آخر کار میری طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی تو مجبوراً مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا میرا چیک اپ ہوا تو پتہ چلا پتہ میں پتھری ہے جس کا فوری آپریشن کرانا پڑے گا ساجد کو ترس آ گیا اور گھر والوں کو اطلاع دی گئی تھی کہ وہ بھی اسپتال پہنچ آئے اور فوری آپریشن کا معاملہ تھا جس کے لئے خون کی ضرورت تھی مگر کوئی بھی خون دینے کو تیار نہ تھا اور جو تیار تھا اس کے خون کا گروپ نہیں ملتا تھا پھر اچانک ایک نوجوان آیا کہ میرے خون کا گروپ آپ کے خون کے گروپ سے ملتا ہے

خون دینے کو تیار ہوں وہ اجنبی تو فرشتہ بن کر سامنے آیا اور یوں خون کا مسئلہ حل ہوا اور پتے کی پتھری کا آپریشن ہوا اور چند دن ہسپتال رہنے کے بعد والدین کے گھر منتقل ہوئی کیونکہ میرے والدین کا گھر ہسپتال کے قریب تھا جب تک میں مکمل صحت یاب نہیں ہو جاتی مجھے یہاں ہی رہنا تھا جبکہ میرے بچے باپ کے پاس تھے اجنبی جس کا نام علی رضا تھا وہ میرے بھائی کا دوست تھا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا۔ علی رضا عمر میں مجھ سے 5 سال چھوٹا تھا بے حد خوبصورت اور دلکش خدوخال کا نمونہ تھا۔ کوئی بھی اسے دیکھ کر پہلی نظر میں دل دے بیٹھتا تھا مگر یہ کیا میں تو شادی شدہ اور پانچ بچوں کی ماں ہوں محبت، عشق پیار، دوستی تو کنوارے لوگوں کا کام ہے جو شادی سے پہلے عہد و پیماں کرتے ہیں اور پھر ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں جبکہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ میری زندگی تو ان سب تجربات سے خالی تھی بس شادی اور بچوں کی پیدائش یا پھر گھر میں روز روز کی لڑائی اور فاقوں کے ڈیرے تھے۔ دل تو دل ہے یہ کب کسی کی بات مانتا ہے امیری، غریبی عمروں کے فاصلے، رشتوں کے بندھن، رسوائی کا ڈر، زمانے کی باتیں ہیں، دل کب مانتا ہے اس کی اپنی دنیا اور اپنے ہی اصول ہیں۔ پہلی ہی نظر میں علی رضا مجھے اچھا لگا اور میں اسے دل دے بیٹھی اور وہ بھی مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں میرے پیار کو قبول کرنے کے اشارے دے چکا تھا۔ شاید میں اپنی زندگی سے اس قدر مایوس ہو چکی تھی کہ مجھے کسی کے سہارے یا دوست کی ضرورت تھی جو میرے دکھ درد کو سمجھ سکے۔ جبکہ ساجد نے مجھے بچوں کی مشین اور گھریلو ملازمہ کے علاوہ کچھ سمجھا ہی نہیں تھا۔ عورت تو پیار کی بھوکی ہوتی ہے۔ مگر ساجد نے مجھے کچھ بھی نہ دیا میری زندگی جانوروں سے بھی ابتر گزر رہی تھی۔ ایسے میں علی رضا کا میری زندگی میں آنا، ڈوبتے ہو تنکے کے سہارے کے مترادف تھا اور میری زندگی میں بہار سی آ گئی تھی اور ہم محبت کی پُر خطر راہوں پر چل پڑے ایسی راہوں پر جن کی کوئی منزل نہ تھی کیونکہ میں شادی شدہ تھی اور کسی کے نکاح میں تھی اور وہ کنوارہ تھا اور غیر شادی شدہ بھی تھا۔ لیکن ہمارے درمیان محبت کا جذبہ حائل ہو گیا کہ اک پل ایک دوسرے کے بغیر گزارنا محال ہو جاتا تھا اب علی رضا نے مجھے موبائل اور سم لے کر دی اب میں ہر روز اس سے رابطہ میں رہتی تھی۔ ساجد کب آتا ہے اور کہاں جاتا ہے مجھے اس کی کوئی فکر نہ تھی۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھتی تھی کہ بچوں کی پرورش کے معاملے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ میں اس راہ پر نکل پڑی تھی جہاں پر صرف رسوائیوں اور بدنامیوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن اس میں میرا قصور کیا تھا میں تو پیار کی متلاشی تھی اور جب گھر والوں نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا تو مجھے اب کسی کی فکر نہ تھی یہاں ہر کوئی اپنے مفاد کے لئے ہی تو جیتا ہے۔

محبت کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا اور ہماری ملاقاتیں کبھی پارکوں اور کبھی ہوٹلوں میں ہونے لگیں اب میں اپنے آپ کو ہواؤں میں اُڑتا ہوا محسوس کرنے لگی۔ ساجد کو مجھ پر شک نہیں تھا کیونکہ میں جب ٹھیک تھی وہ مجھ پر شک کرتا تھا اب جبکہ میں اس کی امانت میں خیانت کرتی ہوں تو وہ مجھ پر شک نہیں کرتا۔ شاید عمر کے ساتھ ساتھ انسان کا حوصلہ بھی جواب دے جاتا ہے۔ ساجد

عمر کے اس موڑ پر ہے جہاں شاید اسے میری ضرورت نہیں ہے جبکہ میں نے بھی اس کو وہ مقام دیا تھا جس کا وہ حقدار نہ تھا۔ اس نے ہمیشہ ہی میرے ساتھ غلط کیا اور میری سادگی کا ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور میاں بیوی کے درمیان جو پیار کا رشتہ ہوتا ہے اس کو کبھی اس کا اندازہ ہی نہیں تھا وہ تو صرف شراب سے محبت کرتا تھا اور گھر میں کس چیز کی ضرورت ہے اس کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

علی رضا نے میری زندگی کو یکسر بدل دیا تھا اس نے مجھے وہ خوشی دی جس کا کبھی میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ہم محبت کی پرخطر راہوں پر چل نکلے تھے۔ ایسا راستہ جس کی کوئی منزل نہ تھی۔ علی رضا میری محبت میں دیوانہ اور میں اس کی محبت میں دیوانی تھی ہم ندی کے دو کنارے تھے جن کا ملاپ ناممکن تھا۔ صرف دور سے ہی دیکھا جا سکتا ہے علی رضا کی ضد تھی کہ میں ساجد سے طلاق لے لوں اور اس سے شادی کر لوں اور عیش و آرام کی زندگی گزارو ں جبکہ میرے بچوں کا مسئلہ تھا اور میں اپنی خوشی کی خاطر اپنی اولاد کو زمانے کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی تھی کیونکہ محبت ہمیشہ ہی قربانی مانگتی ہے۔ محبت ملاپ کا نام نہیں بلکہ قربانی کا نام ہے۔ کسی کو پا لینا محبت نہیں بلکہ کسی کو کھو کر اس کی یاد کو دل میں بسا لینا ہی محبت کی اصل ہے۔

میں نے محبت کو قربان کیا خاوند کے لئے اور بچوں کے لئے کیونکہ یہ سوال شاید میری سمجھ سے باہر تھا میرے سامنے ایک روشن مستقبل تھا اور خوبصورت جیون ساتھی بچے بھی ہو جاتے لیکن شاید میرے بچوں کو ماں کا پیار نہ مل سکتا اور وہ زندگی بھر ماں کی ممتا کے لئے ترستے رہتے۔ یہی سوچ کر علی رضا کو شادی کے لئے رضامند کیا اور آج وہ کسی اور کا ہو گیا صدمہ بھی ہے اور خوشی بھی لیکن آخر کب تک یہاں ہر کسی نے بچھڑنا ہوتا ہے آج عہد کر لیا میں نے جینا ہے صرف بچوں کے لئے اور علی رضا کا پیار ہمیشہ میرے دل میں رہے گا۔

چار بہنیں

میں نے والدین کی خاطر قربانی دی کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ اگر اچھا سلوک نہیں کیا تو اگر میں غلط راستے کا انتخاب کرتی تو شاید وہ صدمہ ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوتا۔ زندگی بار بار نہیں ملتی اور انسان اگر خود محرومی کا شکار ہو تو اس کو اس کا ساتھ زندگی کو گزارنا چاہیئے۔ ہمیشہ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ زندگی کو گزارنا چاہیے۔ میں نے والدین کی خاطر اس رشتہ محبت کی قربانی دینا کافی مشکل کام ہے جو کہ میں نے اپنی اولاد کے لئے دی۔ کیونکہ اگر میں محبت کو ترجیح دیتی تو شاید میری اولاد مجھے زندگی بھر معاف نہ کرتی۔ ساحل تم جہاں بھی رہو خوش رہو اور تم اپنی نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہو۔

تمہارے لئے پوری زندگی بھری پڑی ہے اور تم نے اپنا پیار اب اپنی ہونے والی شریک حیات کے لئے وقف کرنا ہے۔ کیونکہ اب وہ تمہاری دنیا میں آ چکی ہے اس لئے خود کو بدلنا ہو گا۔ تم نے جو کچھ میرے لئے کیا اس کا صلہ دینا میرے اختیار میں نہیں، تم میری ویراں زندگی میں بہار بن کر آئے ہمارا ساتھ مختصر ہی سہی مگر اس عرصہ میں تم نے وہ خوشی دی کہ میں اپنے ماضی کو بھول گئی،

فاصلہ عشق کی منزل کا ہے دو چار قدم،
مگر اس کی تھکن سال ہا سال رہتی ہے۔

ہمارا ملنا محال تھا تمہارے سنگ بیتے ہوئے لمحات کو بھلانا میرے لئے ممکن نہ ہے۔ بس خوشگوار لمحات کی خوشگوار یادوں کے سہارے جی لوں گی خوش

رشتے اور راستے زندگی کے دو پہلو ہیں، کبھی رشتے نبھاتے نبھاتے راستے کھو جاتے ہیں کبھی راستوں میں چلتے چلتے رشتے بن جاتے ہیں۔ کسی کو رشتے راس آ جاتے ہیں اور کسی کو راستے، فرق بس اتنا ہے کہ راستوں کے دکھ برداشت ہو جاتے ہیں رشتوں کے نہیں۔ اپنے رشتوں کا بہت خیال رکھیں چاہے وہ رشتے خون کے ہوں، احساس کے ہوں، پیار کے ہوں یا دوستی کے۔

قارئین یہ تھی طاہرہ کی داستان الفت جس کو سادہ اور آسان الفاظ میں بیان کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ اس میں کس قدر کامیاب ہوا ہوں آپ کی رائے سے ہی اندازہ ہوگا۔ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ میرے پاس کہانیوں کا اتنا بڑا انبار پڑا ہوا ہے کہ لکھتے لکھتے ہاتھوں میں چھالے پڑ جائیں گے۔ لیکن کیا کروں مجبوری ہے۔ جو لوگ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا میرے اختیار میں کہاں۔ طویل عرصہ سے لوگوں کے دکھ درد بانٹنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہوں کہ شاید میری کسی تحریر کی وجہ سے کوئی بھٹکا ہوا مسافر راہ راست پر آ جائے تو میری محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ میرے الفاظ میں سادگی کا عنصر موجود ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ تمام قارئین کے لئے آسانی رہے۔ ایک بات کا خیال رہے کہ کہانی کی اشاعت کا انتظار کر لیا کریں ہمارا کام لکھنا ہے ہم کہانی بھیج کر اپنا فرض پورا کر لیتے ہیں۔ اشاعت جواب عرض کے ایڈیٹرز کے ذمہ ہوتی ہے۔ ایک شعر کے ساتھ اس دکھی بزم سے اگلی کہانی کی اشاعت تک اجازت:

وہ چپ رہے بھی تو مجھ کو سنائی دیتا ہے
ہر چہرہ اس کا چہرہ دکھائی دیتا ہے
کسی بھی چیز کی دل میں طلب نہیں باقی
مجھے بھی رونق دینا پسند ہے لیکن
تیرا خیال مجھے کب رہائی دیتا ہے
وہ ایک پل بھی مجھے چھوڑتا نہیں تنہا
کبھی دکھائی کبھی وہ سنائی دیتا ہے
یہ رات کیسے ڈرائے گی مجھ کو عزیز
غم فراق مجھے روشنائی دیتا ہے

فیروزہ بھٹی۔ ٹمپل روڈ لاہور

صحت اور طاقت حاصل کرنے کیلئے توجہ کریں

اگر آپ یا آپ کا کوئی عزیز کسی بھی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کے علاج کیلئے ہم سے رابطہ کریں نیز مردوں اور عورتوں کے پوشیدہ امراض کا خصوصی علاج بھی کیا جاتا ہے۔

ہمارے ماہرانہ مشورے اور علاج کے لیے کامیاب اور خوشگوار زندگی بسر کریں

خط لکھیں یا موبائل پر مشورہ کریں

ڈاکٹر زاہد جاوید F-22 وہاڑی 0314-6462580

وہ میرے مقدر کا ستارہ ہی نہ تھا

--تحریر--ایس شاہین-صادق آباد--

شہزادہ بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
شہزادہ بھائی اس میں پہلی بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہی ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے اس سے پہلے مختلف ڈائجسٹ میں لکھتی رہی ہوں-امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارئین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام-وہ میرے مقدر کا ستارہ ہی نہ تھا-رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سا نام بھی دے سکتے ہیں-ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

سنا ہوگا کسی سے کہ درد کی اک حد ہوتی ہے
ملو ہم سے کہ اکثر ہم اس حد کے پار جاتے ہیں

محبت ایک بے اختیاری جذبہ ہے یہ جذبہ اگر کسی کے دل کی سرزمین کو ایک بار چھو لے تو اس کی میٹھی کسک ساری زندگی رہتی ہے جسے ہم چاہ کر بھی ختم نہیں کر سکتے کوئی بھی انسان سعدی کو دیکھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس نے اپنے دل کے زخم کو کس طرح چھپا رکھا مجھے کوئی بھی انسان خوش قسمت سمجھ سکتا ہے کیونکہ میں نے آج تک جس چیز کی کبھی چاہ کی ہے مجھے مل گئی ہے ایک ملی نہیں تو صرف ایک انسان کی محبت اس انسان کی محبت حاصل کرنے کے لیے مین نے اپنی انا خودداری اور عزت نفس تک کو مار دیا صرف اس کی محبت کے لیے پر ہم مقدر سے لڑ تو نہیں سکتے ناں جو مقدر سے لڑتے ہیں مقدر ان پر الٹا وار کرتا ہے چاہتی تو میں غضنفر شاہین کی محبت تھی مگر مقدر نے میری جھولی میں اسکی نفرت ڈال دی-بچپن ہر انسان کی زندگی کا خوبصورت دور ہوتا ہے۔

ہم پانچ بہن بھائی تھے تین بھائی اور دو بہنیں ہیں میرے تایا ابو کے بھی پانچ بچے ہیں تین بیٹے اور دو بیٹیاں مجھے بچپن سے لے کر آج تک مجھے بھائیوں کی بے تحاشہ محبت ملی ہے ہمارے جوائنٹ فیملی سسٹم ہے میرے ابو جی اور تایا جی ہم اکھٹے رہتے ہیں ہم سب کے درمیان بہت سلوک اور پورے گاؤں میں ہمارے گھر کی ایک مثال دی جاتی تھی تایا جی کے بچے اور ہم سگے بہن بھائیوں کی طرح رہتے تھے اس سے چھوٹے بھائی پولیس میں ایس ایچ او ہیں-اس سے چھوٹا بھائی ٹیکسٹائل میں مکینکل انجینئرنگ کر رہا ہے یہ میرے تایا جی کے بیٹے ہیں۔

میرے بڑے بھائی سوفٹ ویئر انجینئرنگ کر رہے ہیں سب سے چھوٹا چھٹی کلاس میں پڑھتا ہے ہمارا گھرانہ ماشاء اللہ کافی خوشحال ہے ہماری گاؤں میں زمین ہے غضنفر شاہین کا مجھ سے خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے دل کا رشتہ ہے جو خون کے رشتوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے غضنفر کی نانا جی کی زمین ہمارے پاس ہے جس کا ٹھیکہ لینے ہر سال وہ دسمبر میں ہمارے گھر آتے ہیں ہم اور ذات سے ہیں اور وہ اور ذات سے ہیں۔

بچپن میں جب غضنفر اپنی امی کے ساتھ آتا تو میں اس کے ساتھ بے شمار چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی جتنے دن وہ ہمارے گھر رہتا میں ہر جگہ اس کے ساتھ چپکی رہتی تھی کیونکہ میرے سب بھائی بچپن سے ہاسٹل میں رہ کر پڑھتے تھے میں تو اپنے غضنفر کا انتظار کرتی اور جب دسمبر آتا میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی کیونکہ غضنفر دسمبر کے مہینے میں ہی آتا تھا اس طرح مجھے بچپن سے ہی دسمبر کے مہینے سے ایک عجیب سی دلچسپی تھی بلکہ ہے شاید غضنفر کے آنے کی وجہ سے۔

جب میں ساتویں کلاس میں ہو گئی تو غضنفر بھی کافی بڑا ہو گیا تھا میں اب اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے جھجکتی تھی اس دفعہ جب غضنفر واپس گیا تو اس کا سرخ رنگ کا ایر ہمارے گھر میں رہ گیا تھا میں ہر روز ہی اسے دیکھتی رہتی اور بے اختیار اس کا بوسہ لے لیتی تھی اگلی بار جب غضنفر آیا تو وہ ایر میری امی نے اسے واپس کر دیا تو میں چھپ کر کافی دیر روتی رہی تھی شاید میں وہ کبھی بھی واپس نہ کرتی مجھے محبت ہو گئی تھی اپنی زندگی میں پہلی بار غضنفر شاہین کے لیے روئی تھی۔

آج میں نے پہلی بار ایس ایم ایس سے غضنفر شاہین سے بات کی تھی میں بے انتہا خوش تھی اس کی باتیں ہر وقت میرے دماغ میں گردش کرتی رہتی تھیں میں آہستہ آہستہ غضنفر کے بہت قریب آ گئی تھی میں اپنی ہر خوشی غضنفر سے شئیر کرنے کے لیے بے تاب رہتی تھی میرے بچے دل و دماغ پر ہر وقت غضنفر شاہین چھایا رہتا تھا میں دیوانگی کی حد تک غضنفر کو چاہتی تھی-مجھ سے اکثر غضنفر پوچھتا سعدی تم مجھ سے محبت کرتی ہو مگر میں مسکرا کر ٹال دیتی تھی میں اپنی محبت کا اظہار کرنے سے ڈرتی تھی۔

سکول میں میری دوست عظمی ایوب تھی جس کو میں اپنی ہر بات بتاتی تھی وہ مجھ سے اکثر کہتی تھی کہ تم اتنی محبت کرتی ہو غضنفر سے پھر اسے بتاتی کیوں نہیں ہو شاید میں ڈرتی تھی عظمی نے اپنے کزن خلیل سے محبت کی تھی وہ مجھے اکثر اس کی باتیں بتاتی تھی عظمی مجھے کہتی۔

یار سعدی تم بہت پاگل ہو اتنی محبت کرتی ہو اور غضنفر سے اور بولتی تم اسے بھائی ہو ایک دم ذفر ہو تم مگر غضنفر کا نام لینے کا مجھ میں حوصلہ نہیں تھا ایک دن عظمی ٹیوشن جانے کے لیے ہمارے گھر آئی تو میں غضنفر سے بات کر رہی تھی عظمی نے مجھ سے موبائل لے لیا اور سعدی بن کر بات کرنے لگی غضنفر سے وہاں سے اسے غضنفر کا نمبر مل گیا اب غضنفر مجھ سے بھی بات کرتا اور عظمی سے بھی۔
غضنفر مجھے بتاتا کہ عظمی میری بیسٹ فرینڈ بن گئی ہے اور مجھ سے بات کرتی ہے وہ-میرے تن بدن میں آگ سلگ اٹھی تھی مجھے پہلی بار اپنی دوست عظمی سے نفرت محسوس ہوئی تھی شدید نفرت غضنفر بات تو اب بھی مجھ سے کرتا مگر پہلے کی طرح نہیں میں غضنفر کو میسج کرتی تو وہ کہتا۔
کیا کہنا ہے جو کہنا ہے جلد کہو۔
تب میں تڑپ جاتی تھی اور بے آواز رو دیتی

تھی کیونکہ وہ پہلے جیسا نہیں رہا تھا پہلے وہ میرے میسج کر جواب دے دیتا تھا۔ اب میں دس میسج کرتی تب ایک کرتا عظمیٰ نے غضنفر کی زندگی میں آ کر مجھ سے دور کر دیا تھا۔

دو ہزار بارہ میں جب غضنفر ہمارے گھر آیا تو اس نے کہا سعدی جب موقع ملا ہم کہیں بات کریں گے وہ جب دسمبر میں ہمارے گھر آتا تھا تو اس کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا ہوتا وہ پہلے کی طرح مجھ سے بات کرتا۔

اس نے مجھے بتایا کہ میں عظمیٰ سے محبت کرنے لگا ہوں جب غضنفر نے کس کرنے کی بات کی تو مجھے غضنفر کی دوغلی شخصیت پر بہت افسوس ہوا تھا غضنفر کے دل میں عظمیٰ تھی اس نے مجھ سے میرے غضنفر کو چھین لیا تھا غضنفر کے ہونٹ کو چوم کر عظمیٰ کو بتانا چاہتی تھی کہ چھین تو عظمیٰ تم نے لیا پھر اس کس کرنے سے کیوں نہ روک پائی عظمیٰ کی محبت میں اتنا دم ہوتا تو غضنفر مجھے اس بات کی اجازت ہی نہ دیتے مگر انہوں نے دے دی۔ شدید سردی تھی گہری رات تھی سب گھر والے سو رہے تھے میں اور غضنفر ایس ایم ایس پر بات کر رہے تھے غضنفر نے کہا۔

سعدی باہر آ جاؤ اور کس کر لو۔

میں کمرے میں بستر میں لیٹی ہوئی تھی باہر بہت زیادہ سردی تھی غضنفر باہر حویلی میں تھا جو ہمارے گھر کے بالکل ساتھ تھی وہ شدید ٹھنڈ میں کھڑا تھا جب میں بستر سے نکل کر باہر آئی تو دروازے کے پاس غضنفر کھڑا تھا میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی غضنفر کے پاس آئی میرا دل بہت شدت سے دھڑک رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا میں غضنفر کے پاس آئی اس نے آہستہ آواز سے کہا۔ سعدی ادھر آ جاؤ کوئی دیکھ نہ لے۔ میں دروازے سے ذرہ ہٹ گئی میں نے غضنفر سے کہا۔

تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے ہاتھ پیچھے کرو۔

اس نے ہاتھ نیچے کر لیے تو میں نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے غضنفر کا چہرہ تھام کر اپنے جلتے ہوئے ہونٹ غضنفر کے یخ ٹھنڈے ہونٹوں پر رکھ دیئے یہ صرف ایک سیکنڈ کا بے خودی کا لمحہ تھا میں تڑپ کر پیچھے ہٹی تھی اور واپس اپنے کمرے میں جانے لگی غضنفر کی بے قراری میں ڈوبی ہوئی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ سعدی بس۔

میں کمرے میں آ کر لیٹ گئی اپنی بے حال ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالنے لگی۔ غضنفر عظمیٰ سے محبت کرتا تھا پھر بھی پتہ نہیں کیوں اس نے یہ لمحہ مجھے دیا تھا شاید بھیک سمجھ کر محبت کی بھیک مگر میری محبت اتنی سستی تو نہ تھی غضنفر شاہین کا رشتہ عظمیٰ سے ہو گیا میں نے غضنفر سے شدید محبت کی مگر وہ میرا نہ ہو سکا جب مجھے پتہ چلا کہ غضنفر کی منگنی عظمیٰ سے ہو چکی ہے تب میں ایک لمحے کے لیے سن ہو گئی تھی غضنفر سے محبت تو صرف میں نے ہی کی تھی اس نے تو شاید ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے نہ سوچا ہو گا تقدیر نے غضنفر کو عظمیٰ کی زندگی میں لکھ دیا تھا مگر غضنفر شاہین تا عمر میرے دل میں رہے گا وہ عظمیٰ کی زندگی میں ہے اور میرے دل میں ایک عجب سا سکون ہے کہ غضنفر تو بنا ہی عظمیٰ کے لیے تھا اور عظمیٰ غضنفر کے لیے میں نے انجانے میں غضنفر کو عظمیٰ سے دور کرنے کی کوشش کی مگر تقدیر بنانے والے نے تو اسے عظمیٰ کے ہاتھوں کی لکیروں میں لکھا تھا مجھے آج بھی دسمبر سے عشق کی حد تک لگاؤ ہے کیونکہ زندگی سے جانے والے لوگ دلوں سے

کبھی نہیں جاتے غضنفر مجھ سے نفرت کرتا ہے یہ بات اس نے بہت بار مجھے کہی مگر دل پھر بھی اسکے نام سے دھڑکتا ہے میں نے غضنفر کو ٹوٹ کر چاہا ہے مجھے وہ کہتا ہے۔ سعدی مجھے بھول جاؤ اور خوش رہو مگر بھول جانا ممکن نہیں ہوتا میں نے غضنفر سے محبت کی ہے کیا اس میں میرا قصور ہے۔ قارئین ضرور بتانا غضنفر کی اور عظمیٰ کی تا عمر خوشیوں کی دل سے دعا کرنا غضنفر کو میں نے کھو کر بھی نہیں کھویا وہ تو اب بھی میرے دل میں ہے ہمیشہ کے لیے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہانی کیسی لگی یہ ضرور بتانا آپ کی رائے کا انتظار رہے گا

تجھے بھلانا ہوتا تو کب کا بھلا دیتے غضنفر
تم حسرت زندگی ہو مطلب زندگی نہیں

ایس شاہین۔ صادق آباد۔

انتخاب عافیہ گوندل

تمہاری سالگرہ اب کے یوں مناؤں گی
وفا کی خوشبو سے سارا نگر سجاؤں گی
سجا کے کیک محبت کے دل کے ٹیبل پہ
وفا کی ساری شمعیں میں جلاؤں گی
میں اب کے دوں گی تحفے میں اپنی جان
سنو اے میری ہمدم اے میرے ہم سفر
ہو مبارک تجھے یہ حسین دن
میں آج لب پر یہی گیت گنگناؤں گی
ہیپی برتھ ڈے ایس ایس۔

ماں

میری ماں میری بدسلوکی پر بھی مجھے دعا دیتی ہے
آغوش میں لے کر سب غم بھلا دیتی ہے
یوں لگتا ہے جیسے جنت سے آ ہی ہو خوشبو
جب وہ اپنے پلو سے مجھے ہوا دیتی ہے
میں انجانے میں کروں کوئی غلطی
میری ماں اس پر بھی مسکرا دیتی ہے
کتنا اچھا بنایا ہے رشتہ رب نے ماں کا
ویران گھر کو بھی ماں جنت بنا دیتی ہے

اذیتوں کو تمام نشہ
وہ میری آنکھوں میں اتار کر
وہ بڑی محبت سے پوچھتا ہے
تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا

دعا

اے اللہ اس سے ملنے کا کوئی سبب بنا دے
پھر کیا ہوا سے میرا محافظ بنا دے
رشتہ اس سے ہو میرا کچھ اس طرح
میرا ہاتھ اٹھے دعا کے لیے اسے میری آواز سنا دے
اے اللہ مجھے اتنا تو یقین ہے کہ تو نے گا
بس اس بات پر اس کو پر یقین بنا دے
جو دل میں ہو اس کے وہ بن مانگے ملے
محبت میں یوں زبردستی اچھی نہیں
چلو جب اس کا دل چاہے مولا
تب اسے میرا اپنا بنا دے

الجھن

بارشوں کا موسم جب بھی آتا ہے
جانے کیوں ہمیشہ دل کو بھاتا ہے مگر
میری الجھنوں میں اضافہ ہو جاتا ہے
برستے بادلوں سے گرتے ہوئے
پانی کے قطرے زیادہ ہیں یا پھر
میرے چھوٹے چھوٹے گناہ
عافیہ گوندل۔

ویران دل کے آنگن میں

۔۔تحریر۔انتظار حسین ساقی۔تاندلیانوالہ۔0300.6012594

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
قارئین ایک بار پھر آپ کی بزم ایک کہانی لے کر حاضر ہوں ہوں میں نے اس کہانی کا نام۔ویران دل کے آنگن میں۔رکھا ہے۔امید ہے سب کو پسند آئے گی۔اور مجھے قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔
جو قارئین میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں میں ان کا ممنوں و مشکور ہوں اور ان کی قیمتی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔میری یہ کوشش ہے کہ میری یہ تحریر بھی قارئین کے دل پر اپنا اثر چھوڑ جائے۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ہر شخص نہیں ہوتا ہر شخص کے قابل
ہر شخص کو اپنے لیے سوچا نہیں کرتے

قارئین کو سلام پیش کرتا ہوں اس بار آپ کے لیے ایک اور انوکھی داستان لے کر حاضر ہوا ہوں امید ہے پسند آئے گی اس سٹوری میں معاشرے میں ہونے والے وہ کام بتائے ہیں میں نے جن کو سن کر آنکھیں برسات کی شکل میں رونے لگتی ہیں آپ بھی پڑھیں گے تو رونے لگیں گے۔

اجڑا اجڑ کے سنورتی ہے تیرے ہجر کی شام
نہ پوچھ کیسے گزرتی ہے تیرے ہجر کی شام
میری زندگی میں اک ایسا بھی موڑ آتا ہے
جہاں اپنے آپ سے ڈرتی ہے تیرے ہجر کی شام
ویران آنگن میں کوئی چاند کب اترتا ہے
سوال مجھ سے یہ اکثر کرتی ہے تیرے ہجر کی شام
آج ہم ایک ایسے دوراہے سے گزر رہے
ویران دل کے آنگن میں

ہیں جس میں ہر انسان اپنے اپنے فائدے کی باتیں کرتا ہے دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو چاہتا ہو کہ اس کو کوئی نقصان ہو اس کو فائدہ نہ ہو اس فائدے اور نقصان کے چکر میں ہم اپنے دوستوں بہت سے رشتہ داروں اپنے بچوں اور اپنے خون کے رشتوں سے بھی بغاوت کر بیٹھتے ہیں۔ ہمارے رشتے اس وقت تک رشتے ہیں جب تک ہم کو کسی سے کوئی کام ہے کوئی ضرورت ہے کوئی مطلب ہے کوئی بھائی تو کوئی مطلب تک کوئی بہن ہے تو مطلب تک کوئی دوست ہے تو مطلب تک کوئی پیار کرتا ہے عشق کرتا ہے تو مطلب تک آج کی دنیا مطلب کی دنیا ہے آج سے بہت پہلے ایک گیت بہت مشہور ہوا تھا اس گیت کے چند بول کچھ یوں تھے۔

دنیا کی مطلب دی اویار۔
مطلب ہوئے تے پیار وی کردے

ظالم دنیا دار۔
دنیا مطلب دی او یار دنیا مطلب دی او یار

اس گیت کی سمجھ اب آ رہی ہے عملی زندگی میں آج کسی کو کسی سے بن مطلب بغیر مطلب کوئی رشتہ نہیں ہے کوئی کام نہیں ہے جب کام مطلب نکل جاتا ہے تو انسان پلٹ کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے دنیا خود غرض دنیا ہے مطلبی دنیا ہے لالچ اور ہوس کی دنیا ہے۔

ایسے معاشرے میں جس میں خون کے رشتے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں وہاں انسان کسی کی محبت اور چاہت یا عشق کی باتوں پہ کیسے یقین کرے یقین اور اعتماد کی منزلیں تو بہت دور کی بات ہے ایسے ماحول میں تو کسی کو اپنا کہنا بھی مجرم سمجھا جاتا ہے۔

ہم روز ٹی وی ریڈیو پر اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں شہر میں ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو مار دیا بیٹے نے اپنے باپ کو مار دیا ماں نے اپنے بچوں کو زہر دے دیا بھائی نے بہن کو مار دیا یہ سب کیا ہے یہ رشتوں کا پھیکا پن ہے یہ سب ہوس اور لالچ اور مطلب کی وجہ سے ہوتا ہے کچھ رشتے جائیداد کچھ رشتے غیرت عزت کے نام پر قربان کر دیئے جاتے ہیں پہلے وقتوں میں کسی کی بیٹی کو طلاق ہو گئی ہے تیز آندھی چلتی تھی اور لوگوں پتا چلتا تھا کہ کسی کی بیٹی کو طلاق ہوئی ہے کتنے لوگ کتنے معصوم اور بے گناہ مارے جاتے ہیں جب بھی کوئی بے گناہ مارا جاتا تو آسمان پر قہر آلود بادل ہو جاتے تھے۔ کسی کو کوئی افسوس تک نہیں ہوتا تھا بس اسکو احساس ہوتا ہے جس کو کوئی تکلیف ہو۔

انہیں رشتوں میں جنم لینے والی ایسی داستاں جس کو پڑھ کر آپ کو بھی احساس ہوگا کہ رشتوں کا احساس اور رشتوں کی محبت کیا ہوتی ہے۔

سوچتے ہیں تجھے وضو کر کے
یوں تیرا احترام کرتے ہیں ہم

قارئین گرمیوں کا موسم تھا صبح صبح گرمی کی شدت اتنی زیادہ نہیں ہوتی میں نے فیصل آباد سے اسلام آباد جانا تھا وہاں پر ایک دوست کی شادی تھی میں تیار ہو کر گرمی سے بچنے کے لیے صبح جلدی سے گاڑی میں ٹکٹ لے کر اسلام آباد کے لیے نکل پڑا گاڑی میں اور بھی بہت سارے مسافر تھے جس سیٹ پر میں بیٹھا ہوا تھا میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک بوڑھی اماں اور ایک نوجوان لڑکی بھی بیٹھی تھی گاڑی شہر سے نکل کر جب موٹر وے پر آئی تو میں نے بڑے ہی دھیان سے ان کی جانب دیکھا وہ لڑکی اس بوڑی عورت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی بہت سادہ سی لڑکی مگر خوبصورت بہت تھی وہ دیکھنے میں کسی گاؤں کی سادہ بھولی بھالی سی لڑکی لگتی تھی مگر اسکے ساتھ جو بوڑھی عورت بیٹھی تھی وہ مجھے کسی شہر کی رہنے والی لگتی تھی اس کے کپڑوں میں اسکی باتوں کے انداز سے اس بوڑھی عورت کے بالوں سے چاند ٹپک رہی تھی اس کے سر کے سفید بال اسکی عمر کا پتا بتا رہے تھے اس نے اپنی آنکھوں پر بلیک کلر کا چشمہ لگا رکھا تھا وہ آپس میں باتیں کر رہی تھی تو مجھے بہت ہنسی آتی اس لیے کہ وہ بوڑھی عورت بار بار ایک ہی بات بات اس ساتھ والی لڑکی سے پوچھتی۔

بیٹی کہاں آ گئے ہیں ہم بیٹی کتنا سفر باقی ہے بیٹی مجھے بتاتے رہنا کہ ہم کب تک گھر چلے جائیں گے ہر بار یہ بات ہی پوچھتی مجھے حیرانی ہو رہی تھی کہ اس بوڑھی عورت کو خود معلوم ہی نہیں تھا گاڑی کہاں آ گئی ہے اور وہ کب تک گھر پہنچ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جانے گی بوڑھی عورت کے ساتھ والی لڑکی جیسے اس کی باتوں اور بار بار پوچھنے کی وجہ سے تنگ سی آگئی تھی مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی مگر اس کے چہرے سے صاف صاف نظر آرہا تھا وہ کتنی تنگ آچکی ہے مگر وہ لڑکی اس عورت کو بہت پیار سے بتاتی۔

امی جان ابھی تو گاڑی شہر سے باہر نکلی ہے ابھی تو بہت ٹائم لگے گا ہم کو اپنے گھر جاتے ہوئے اس لیے تم آرام سے سفر کرو جب ہم نے اترنا ہوا تو بتا دوں گی۔

مجھے اس بات نے پریشان کیا آخر اس بوڑی عورت کو کیوں پتا نہیں لگ رہا تھا۔ کب تک گھر پہنچ جائے گی۔

مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس بوڑھی عورت سے پوچھ ہی لیا اماں جی آپ کو گھر جانے کی بہت جلدی ہے کیوں اور آپ کے گھر میں کون ہے جس کے لیے آپ اتنی بے چین ہو رہی ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں گاڑی اب کہاں جا رہی ہے میں نے بہت سارے سوال ایک ساتھ کر دیئے۔

وہ بوڑھی عورت چونک کر بولی ارے تم کون ہو مجھ سے سوال پوچھنے والے۔

میں نے اپنا تعارف کروایا اور کہا اگر آپ کو بات کرنا برا لگا ہے تو معذرت چاہتا ہوں بوڑھی عورت نے بڑے ہی اچھے انداز سے پیار سے کہا نہیں بیٹا تم تو میرے بیٹے کی طرح ہو مجھے آپ کی بات بری نہیں لگی اس بوڑھی عورت نے کہا۔

دیکھو بیٹا یہ میری بیٹی ہے کائنات ہے نام اس کا اس کو اپنے والی سیٹ پر بیٹا دو اور خود میرے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھو قدرتی بات ہے جو میرے ساتھ سیٹ پر مرد بیٹھا ہوا تھا وہ ایک بابا سا انسان تھا میں نے بوڑھی عورت کی بیٹی کائنات کو اپنی سیٹ پر اس بابا جی کے پاس بٹھا دیا اور خود کائنات والی سیٹ پر آکر بوڑھی عورت کے ساتھ بیٹھ گیا۔

اچھا بیٹا مجھے نہیں پتا آپ کون ہو کیا کرتے ہو مگر آپ لکھاری ہیں رائٹر ہیں شاعر ہیں جواب عرض ڈائجسٹ میں لکھتے ہیں میں آپ کو ایک داستان سناتی ہوں آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کو ضرور لکھنا کیونکہ میں چاہتی ہوں دنیا ولوں کو پتا چلے رشتے کیا ہوتے ہیں محبت کیا ہوتی ہے اپنے بیگانے کیسے بنتے ہیں دکھ کیسے انسان کو مار دیتے ہیں کیسے خوبصورت زندگی عذاب بن جاتی ہے کیسے ہنستے بستے گھر پھولوں جیسے آنگن ویران بن جاتے ہیں کیسے دل کی ویرانیاں انسان کا مقدر بن جاتی ہیں اور کیسے کوئی دل میں رہنے والے شہ رگ میں رہنے والے ایک دم سے دور ہو جاتے ہیں اور کیسے دل کے ویران آنگن میں لوگ قدم رکھنے سے بھی ڈرتے ہیں کیسے خوف کھاتے ہیں اس بوڑھی عورت نے مجھے جو سٹوری سنائی وہ کچھ یوں تھی۔

نجانے کون سا آسیب دل میں بستا ہے
کہ جو بھی ٹھہرا آخر مکان چھوڑ گیا

بیٹا انتظار پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے دیکھائی ہی نہیں دیتا میری آنکھوں کی روشنی بینائی نہیں ہے میں نے اس لیے اپنی آنکھوں پر بلیک چشمہ لگا رکھا ہے میری آنکھوں کی بینائی کیسے چلی گئی میں آپ کو بعد میں بتاتی ہوں۔

میرا نام کشف نورین ہے اور میں وادی سوات کے ایک بہت ہی خوبصورت گاؤں میں رہتی ہوں ہمارا گاؤں بہت خوبصورت ہے ہمارے گاؤں کے درمیان سے ایک دریا گزرتا ہے مگر پہاڑی علاقہ کا دریا اتنا گہرا نہیں ہوتا اس لیے گاؤں کے کچھ گھر دریا کی ایک طرف اور کچھ دوسری طرف درمیان میں نیلے رنگ کا دریا کا پانی بہت خوبصورت لگتا ہے ہر طرف اونچے اونچے آسمان سے باتیں کرتی پہاڑوں کی چوٹیاں اور پربتوں پر برف باری کی سفید چادر ہماری فیملی میں ابو امی اور میری دو بہنیں دو بھائی ہم نہ تو امیر لوگ تھے اور نہ ہی غریب مگر اتنا ضرور تھا کہ وقت اچھا گزر رہا تھا میرے ابو سرکاری ملازم تھے ابو کی آمدنی سے اچھا خاصا گزر ہو رہا تھا میں جب پیدا ہوئی تو میری امی کی وفات ہو گئی تھی۔ میری عمر کچھ ہی ہوئی تھی کہ ابو نے دوسری شادی کر لی میری سوتیلی امی آگئی پہلے پہلے تو میری نئی امی نے میری بہت توجہ سے تربیت کی میرا بہت دھیان رکھا میں آہستہ آہستہ بڑی ہونے لگی اور پھر میں سکول جانے لگی ابو نے اور امی نے بہت محبت دی مجھے تو معلوم تک نہ ہوا تھا کہ میری ماں اس دنیا میں نہیں ہے میں تو اپنی سوتیلی ماں کو ہی اپنی اصلی امی سمجھتی تھی میری امی مجھ سے بہت پیار کرتی تھی مجھے صبح صبح اٹھا کا ناشتہ کروانا مجھے سکول کے لیے تیار کرنا مجھے جاتے ہوئے پیسے دینا اور میرے گالوں پر خوبصورت سا بھوسہ دینا میری امی سوتیلی تھی مگر کبھی احساس تک نہیں ہوا تھا میری ماں سوتیلی ہے میں سکول جاتی تھی ہمارے گھر کے ساتھ میرا کزن تھا جس کا نام شہروز تھا وہ بھی میری عمر کا تھا ہم اکھٹے سکول جاتے تھے۔

شہروز اور میں اکھٹے سکول جاتے تھے پڑھنا لکھنا کھانا پینا کبھی وہ ہمارے گھر آجاتا اور کبھی میں ان کے گھر چلی جاتی تھی ہم جوان ہونے لگے ہمارے گاؤں میں صرف پانچ تک پرائمری سکول تھا اس لیے اب ہم کو شہر جانا تھا شہروز نے بہت غریب گھر کا تھا شہروز کا والد ایک مزدور تھا وہ روز مزدوری کرتا تھا جس سے ان کا گھر کا چولہا جلتا تھا میرے پاپا نے کہا کشف بیٹی میں چاہتا ہوں تم پڑھ لکھ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بہت بڑی آفیسر بنو اس لیے بیٹا تم دل لگا کر پڑا کرو کیونکہ آپ کی ماں کی یہ خواہش تھی کہ ہمارے بچے بڑے لوگ ہوئے پڑھے لکھے ہوں گے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوں۔ پاپا نے مجھے شہر کے اچھے سکول میں داخل کروایا اور شہروز کا پاپا تو غریب تھا مزدور تھا اس نے اس کو ایک سرکاری سکول میں داخل کروا دیا مجھے شہروز سے جدا ہونے کا بہت افسوس تھا مگر میں کیا کر سکتی تھی ہم الگ الگ سکولوں میں جاتے تھے مگر شام کو گھر اکھٹے ہی ہوم ورک کرتے تھے شہروز کو جس چیز کی ضرورت ہوتی میں دیتی تھی اکثر کھانا دیتی اپنے پیسوں سے اس سے اس کے کپڑے اور باقی چیزیں لے کر دیتی تھی کیونکہ مجھے معلوم تھا مجھے تو بن مانگے ہی مل جاتے ہیں اور اسکو تو مانگے بھی نہیں ملتے تھے۔

وقت گزرتا گیا ہم دونوں نے میٹرک کر لیا ہم دونوں ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے تھے شہروز بہت خوبصورت تھا اور میں بھی بہت خوبصورت تھی سب گھر والے اور فیملی والے ہماری خوبصورتی اور قابلیت کی مثالیں دیتے تھے شہروز کی امی تھی اور ابو بس وہ اکیلا تھا اور میری ماما کے بعد میرے پاپا نے جو دوسری شادی کی تھی اس سے میری ایک بہن ارم اور ایک بھائی عمران تھا میں نے بھی سکول سے کالج کا سفر طے کر لیا تھا اور شہروز بھی طے کر چکا تھا شہروز۔ بی اے۔ کرنے

کے بعد آرمی میں آفیسر بن گیا اور میں ابھی آگے تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی مگر جب سے میری بہن ارم اور عمران پیدا ہوئے تھے تب سے میری سوتیلی ماں نے میرے ساتھ اپنا سلوک اور رویہ بہت تبدیل کر لیا تھا پہلے جیسے والی محبت پیار توجہ نہیں دیتی تھی جتنا پیار اور محبت مجھے دیتی تھی اب وہ اپنے بچوں یعنی میرے سوتیلے بہن بھائی کو دیتی تھیں اب تو مجھے گھر کے کام بھی خود ہی کرنا پڑتے تھے میری امی صرف مجھ پہ حکم چلاتی تھی میری امی اب مجھے سوتیلی ماں بن کر دکھا رہی تھی میرے ساتھ ہر وقت لڑتے رہنا بات بات پر جھگڑا کرنا ان کی عادت بن چکی تھی میں نے اپنے پاپا سے کہا پاپا میں آگے تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں مگر میرے پاپا کو میری ماں نے اپنی زبان پر لگا لیا ۔ نہیں بیٹا تم بس کرو اب تعلیم اور تم اب جوان ہو گھر کے کام وغیرہ سیکھو تا کہ آپ کی شادی کر دی جائے ۔ پاپا جان میری امی کی زبان بول رہے تھے وہ پاپا جو مجھے آفیسر بنانا چاہتے تھے وہی پاپا مجھے کہہ رہے تھے اب تم بس کرو تعلیم گھر کے کام کیا کرو مجھے اس دن بہت افسوس ہوا کہ کاش آج میری اپنی امی زندہ ہوتی تو ایسی باتیں کبھی نہ ہوتی ہمارے گھر میں میری شادی کی باتیں ہونے لگی میرا رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا میری امی نے میں ابھی شادی تو کیا شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی میرے کچھ خواب تھے میری کچھ خواہشیں تھیں وہ سب مجھے چکنا چور ہوتے ہوئے نظر آ رہی تھیں میں کیا کرتی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا میں نے سوچا شہروز سے بات کرتی ہوں وہ میرا کزن بھی تھا بچپن کا ساتھی بھی تھا دوست بھی تھا اور میں اس کو پسند کرتی تھی مگر کبھی اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا وہ بھی مجھ سے محبت کرتا تھا مگر اس نے بھی کبھی اظہار محبت نہیں کیا تھا مگر محبت تو خود بولتی ہے کسی کے بتانے کی ضرورت کیا ہوتی ہے شہروز کے گھر کے حالات اب بدل چکے تھے وہ سرکاری آفیسر بن گیا تھا وہ گھر کو چھوڑ کر گاؤں سے شہر میں شفٹ ہو گئے تھے اس کی امی ابو اب اس کے ساتھ رہتے تھے اب اللہ پاک نے ان پر اپنا کرم کیا تھا غربت اور تنگدستی کی زندگی اور مفلسی کے دن ختم ہو چکے تھے ایک وہ ٹائم تھا کے جب میں آدھی روٹی شہروز کو دیتی اور آدھی خود کھاتی تھی اپنے پیسوں سے اس کی کتابیں اور فیس وغیرہ پے کرواتی تھی۔

میرے ابو کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے میرے اوپر ایک قیامت ٹوٹ گئی میں تو پہلے ہی اپنے گھر میں پرائی تھی اوپر سے ابو کا سایا بھی سر سے اٹھ گیا تھا میں بہت اکیلی ہو گئی تھی ابو کے مرنے کے بعد شہروز کی امی ابو اور شہروز ہمارے گھر آئے اور کافی دن ادھر رہے میں نے ایک رات شہروز سے کہا شہروز مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔

بات وفاؤں کی ہوتی تو کبھی نہ ہارتے ہم
بات قسمت کی تھی کچھ کر نہ سکے ہم

شہروز میری اماں کا رویہ میرے ساتھ اچھا نہیں ہے وہ اپنے بچوں ارم اور عمران کو اچھا سمجھتی ہے مجھے تو سوتیلی بن کر دکھا رہی ہے اور ابو جان بھی امی کی زبان بولتے تھے جو امی کہتی تھی ان کی وفا ہو گئی اللہ پاک ان جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ۔شہروز میری سوتیلی ماں جلد سے جلد میری شادی کرنا چاہتی ہے تا کہ اب کی ساری سرکاری رقم جو ابو کے مرنے کے بعد ان کی ملنی ہے وہ ساری ہضم کرنا چاہتی ہے اور میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی اگر مجھے شادی کرنا ہی ہے تو میں تم سے محبت کرتی ہوں تم کو بچپن سے چاہتی ہوں تم سے بہت محبت کرتی ہوں پلیز تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو مجھے معلوم ہے تم نے کبھی جرائت نہیں کی تھی شہروز میری زندگی کا جیون ساتھی بن جاؤ مجھے اس عذاب سے بچا لو

شہروز نے میرے آنسو کو صاف کرتے ہوئے کہا کشف تم میری کزن ہو اور میری ذات پر آپ کے بہت احسانات ہیں اور ہاں یہ بھی سچ ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں مگر اس وجہ سے کبھی اظہار نہیں کر سکتا کہ نجانے آپ مائنڈ نہ کر جائیں کشف میں آپ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں بس آپ کی امی سے پوچھنا ضروری ہے پھر شہروز نے اپنے امی اور ابو کو میری امی کے ہاں رشتے کے لیے بھیجا امی نے صاف صاف انکار کر دیا کہ میں آپ کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دوں گی کسی صورت بھی نہیں کیونکہ امی اپنی بہن کے بیٹے سے میرا رشتہ کرنا چاہتی تھی مجھے نہ تو پسند تھا اور نہ وہ کوئی اچھا انسان تھا شراب پیتا تھا نشہ کرتا تھا اور پہلے سے شادی شدہ تھا اس کی پہلی بیوی اس کو چھوڑ کر جا چکی تھی ۔شہروز نے کہا کشف تم چاہو تو ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں مگر اس سے آپ کے باپ آپ کے خاندان کا نام بدنام ہو گا لوگ ہم پر لعنت کریں گے مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے میں نے کہا شہروز کچھ دن انتظار کرو پھر دیکھتی ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے شہروز کی محبت میرے ساتھ تھی مجھے بہت خوشی تھی شہروز میری محبت کا بھرم تو رکھ لیا تھا شہروز کے بعد میرا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔

وقت گزرتا گیا میری سوتیلی ماں کے ظلم میرے اوپر دن بدن بڑھتے جا رہے تھے میرے بہن بھائی جو سوتیلے تھے وہ بھی پورا پورا حق ادا کر رہے تھے سوتیلا ہونے کا شہروز سے میری فون پر بات ہر روز ہوتی تھی میں جتنی بھی پریشان تھی مگر شہروز کی باتیں سن کر دل کو بہت حوصلہ ملتا تھا دل بہت خوش ہو جاتا تھا سارے غم بھول جاتی تھی۔

ایک دن شہروز نے کہا کشف میں کچھ دنوں کے لیے پاکستان سے باہر جا رہا ہوں میں کچھ دن کے بعد واپس آ جاؤں گا اور آتے ہی اگر آ کے گھر والے مان گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم دونوں کورٹ میرج کر لیں گے میرے لیے وہ لمحہ بہت دردناک تھا مجھے بہت خوف آ رہا تھا کہ دل میں طرح طرح کے خواب مجھے خوف زدہ کر رہے تھے شہروز نے میرے ہاتھوں میں ہاتھ تھام کر مجھ سے وعدہ کیا کشف تم پریشان نہ ہونا تم میری محبت ہو تم میرے بچپن کا ساتھی ہو میں ہر قیمت پر آپ کو حاصل کروں گا اب کوئی بھی شخص مجھے تم سے دور یا جدا نہیں کر سکتا بہت سارے وعدے قسموں کے ساتھ شہروز چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد دل بہت اداس ہو گیا تھا۔

شہروز نے پاکستان سے جانے سے پہلے مجھے یہ غزل سنائی تھی جس کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں نقش ہے۔

بھڑکا میں میری پیاس کو اکثر تیری آنکھیں
صحرا میرا چہرہ ہے سمندر تیری آنکھیں
پھر بھلا کون داد تبسم انہیں دے گا
روئیں گی بہت مجھ سے بچھڑ کر تیری آنکھیں
بوجھل نظر آتی ہیں بظاہر مجھے لیکن
کھلتی ہیں بہت دیر میں دل میں تیری آنکھیں

اب تک میری یادوں سے مٹائے نہیں مٹتا
بھیگی ہوئی شام کا منظر تیری آنکھیں
ممکن ہو تو اک تازہ غزل اور بھی کہہ دوں
پھر اوڑھ نہ لیں خواب کی چادر تیری آنکھیں
یوں دیکھتے رہنا اسے اچھا نہیں محسن
وہ کانچ کا پیکر ہے تو پتھر تیری آنکھیں

شہروز کے جانے کے بعد اس کے آنے کا شدت سے انتظار کرتی کہ وہ جلدی واپس آئے اور میری زندگی کا فیصلہ ہو شہروز کو گئے ہوئے ایک سال بیت گیا تھا وہ چند دنوں کا کہہ کر گیا تھا مگر اس کا کوئی پتا نہیں تھا نہ اس کی امی کو اور نہ اس کے ابو کو میں کیا کرتی دل چاہتا تھا کہ گھر سے بھاگ جاؤں مگر بھاگ کر کہاں جاتی ایک عورت اور ایک نوجوان عورت کو تو ہر موڑ پر وحشی اور درندوں جیسے لوگ شکار کرنے کے لیے تلاش میں ہوتے ہیں میں بہت پریشان ہو گئی تھی آخر شہروز کہاں گیا وہ واپس کیوں نہیں آیا اس کا انتظار کرتے کرتے اور اپنی سوتیلی ماں کا ظلم سہتے سہتے میں بہت تنگ آ چکی تھی۔

ایک دن میری ماں نے میری سوتیلی ماں نے میرے اوپر ظلم کی انتہا کر دی اس نے اپنی بہن کو بلا وایا اور چند رشتہ داروں کو بلا وایا اس اپنی بہن کے آوارہ بیٹے کو بلوایا اور مجھے پکڑ کر مجھ کو مار مار کر مجھ سے زبردستی اپنی بہن کے بیٹے سے شادی کروا دی میرا نکاح پڑھوا دیا انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ مجھے کوئی ہوش نہ تھا میں بے ہوش تھی مجھے جب ہوش آیا تو میری دنیا اجڑ چکی تھی میری زندگی برباد ہو چکی تھی میں اپنی زندگی میں ہی ایک زندہ لاش بن چکی تھی کیسی دکھ کی بات تھی کیسے کرب ناک بات تھی کہ آج میری سہاگ رات تھی مگر مجھے مار مار کر بے ہوش کر دیا تھا مجھے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں ہوں کہاں یہ کون سی جگہ ہے کونسا گھر ہے کونسا شہر ہے میری سہاگ رات تھی اور میرا شوہر جس کا نام ساجد تھا وہ ایک مار کھا کھا کر میرے جسم سے پوری رات درد اٹھتا رہا میں مرتی رہی اور وہ نشہ کھا کر میری چار پائی کے پاس زمین پر نشے میں دھت سوتا رہا ہے اس کو دنیا جہاں کا کوئی ہوش نہ تھا میں کیا کرتی میں خودکشی کر سکتی تھی جو کہ حرام تھی میں نے صبر کیا اور وہاں پر ہی رہنے لگی۔

میرا شوہر ساجد آہستہ آہستہ کچھ باتیں ٹھیک کرنے لگا میں نے اس پر بہت توجہ دی اس کے کپڑے وغیرہ ٹھیک طرح سے اس کو استری وغیرہ کر کے دیتی تھی اسکو اتنی توجہ اور محبت دی کہ وہ آہستہ آہستہ اچھا انسان بننے لگا اس نے شراب نوشی چھوڑ دی اس نے تمام برے کام چھوڑ دیئے تھے وہ اب مجھ سے بہت پیار کرنے لگا تھا ساجد ایک پڑھا لکھا انسان تھا مگر اس کی غلط سوسائٹی نے اس کو نشہ کرنے کا عادی بنا دیا تھا وہ بہت خوبصورت انسان تھا اس کی بیوی کو پہلے معلوم نہ تھا کہ ساجد نشہ کرتا ہے جب اس کو معلوم ہوا تو اسی دن چھوڑ کر چلی گئی تھی میں نے ساجد کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لیا تھا کہ میرے ساتھ اپنوں نے گھر والوں نے زمانے نے بہت زیادتیاں کی ہیں مگر میں کیا کر سکتی تھی کیونکہ میری ماں جو سوتیلی تھی میں دنیا کی شاید وہ پہلی دلہن لڑکی تھی جس کو مار پیٹ کر روتے ہوئے زبردستی رخصت کیا گیا تھا ساجد نے اچھی اچھی باتیں شروع کر دی وہ نشہ کرتا تھا مگر بہت کم کرتا تھا میری بہت عزت اور احترام کرتا تھا مجھ سے بہت پیار کرتا تھا ہماری شادی کو ایک سال ہو گیا تھا مگر میں اپنے گھر سے ایک دن

بھی باہر نہیں گئی تھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہ تھی میری زندگی ایک چار دیواری کے اندر تک تھی ایک سال کے بعد اللہ نے مجھے ایک چاند سا بیٹا دیا مجھے بہت خوشی ہوئی میں اپنے اوپر ہونے والے تمام ظلم بھول گئی تھی۔

میں نے اپنے بیٹے کا نام بہرام رکھا ساجد بھی بہت خوش تھا ساجد جتنا برا انسان تھا وہ اتنا ہی اچھا انسان ثابت ہوا وہ میرا بہت دھیان کرتا تھا محنت مزدوری بھی کرتا تھا مگر مجھے آج تک اف تک نہ کہا تھا دوسرے سال اللہ پاک نے ایک اور بیٹا دیا جس کا نام ساجد نے سلطان رکھا ساجد کے ماں باپ نہیں تھے وہ الگ ایک مکان میں رہتا تھا ہماری شادی کو ایک سال بعد ہی اس کی ماں کی وفات ہو گئی تھی ساجد دو بیٹوں کا باپ بن گیا تھا اور میں ماں بن چکی تھی۔

زندگی بہت خوبصورت بن گئی تھی زندگی بہت خوبصورت بن گئی تھی مگر میری زندگی کو ایک بار پھر کسی کی نظر لگ گئی تھی ایک دن ساجد نے شراب پی لی اور وہ نشہ کی حالت میں ہی دل کی دھڑکن بند ہو جانے کی وجہ سے سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے میرے لیے دنیا پھر سے اجاڑ ہو گئی تھی کوئی بھی سہارا نہیں تھا چھوٹے چھوٹے دو بیٹے کوئی ماں باپ۔ بہن بھائی۔ کوئی بھی تو نہیں تھا میں کیا کرتی زندگی میرے لیے عذاب بن گئی تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں کچھ دن تک پڑوس میں سے لوگ کھانا وغیرہ دے دیتے تھے مگر اب کیا کیا جائے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا زندگی کا دکھ بہت بڑا امتحان ہو جیسے۔

ماں تو مجھے جنم دیتے ہیں اکیلا کر کے اپنے رب کے پس چلی گئی تھی پھر پاپا بھی چلے گئے سوتیلی ماں نے میرے ساتھ کتنا برا کیا ایک نشہ کرنے والے کے ساتھ میری زبردستی شادی کر کے گھر سے نکال دیا ابو کی ساری جائیداد سب کچھ اپنے بچوں کو دے دیا مجھے ایک پیسہ تک نہ دیا میری سوتیلی ماں کو جو ابو کی پنشن ملی تھی وہ بھی اور ساری جائیداد لے کر اماں جان گاؤں کا چھوڑ کر شہر میں چلی گئی اور اچھا سا مکان لے لیا اور مجھے تو ہمیشہ کے لیے بھول گئی کہ کبھی پلٹ کر خبر تک نہ لی کہ میں کس حال میں ہوں زندہ بھی ہوں کا مر گئی ہوں میری دعا ہے کہ خدا کبھی کسی کو سوتیلی ماں باپ بہن بھائی نہ دے میں بہت خوش تھی پڑھی لکھی تھی ابھی تو جوان تھی میرا شوہر اللہ پاک کو پیارا ہو گیا تھا میرے چھوٹے چھوٹے دو بچے تھے میں کیا کرتی کہاں جاتی کہاں سے ان دو بچوں کو کھانا دیتی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

میرا شوہر نشہ کرنے والا تھا مگر ایک مرد تو تھا اب تو میں جوان لڑکی دو بچے اکیلی اور اوپر سے وحشی معاشرے کے وحشی لوگ میں بہت اداس بھی تھی اور پریشان تھی بھی کہ زندگی کیسے گزرے گی کیونکہ کوئی راستہ کوئی منزل نظر نہیں آ رہی تھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا کوئی روشنی کی ایک کرن کوئی امید تک نہیں تھی میں کچھ دیر تو ارد گرد گھروں سے بھیک مانگ کر کھانا کھا لیتی تھی اور بچوں کو بھی دیتی رہی مگر کب تک ایسا چل سکتا تھا میں نے گاؤں کے امیر گھروں میں کام کرنا شروع کر دیا تاکہ اتنا تو ہو سکے میرے بچوں کا پیٹ بھر سے کم از کم دو وقت کا کھانا مل جایا کرے میں لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ساتھ ساتھ میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوتے سارا دن

کام کرتی کرتی تھک جاتی تھی مگر مجھے اپنے بچوں کو تربیت بھی کرنا تھی ان کو اچھی تعلیم دینی تھی اب میرے بچے کچھ بڑے ہو رہے تھے میں جہاں جس گھر میں کام کرتی تھی اس گھر کا چوہدری مالک جو تھا وہ مجھے بہت بری نگاہ سے دیکھتا تھا اس کی نیت ٹھیک نہیں تھی وہ کتنی بار کہہ چکا تھا آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے لے لیا کرو مگر اس کے بدلے میں مجھے اپنا خوبصورت جسم دے دیا کرو مجھے بہت افسوس ہوتا تھا کہ میں اس کی بیٹی جیسی ہوں مگر یہ کتنا گھٹیا انسان تھا اور کمینہ انسان تھا اپنی دولت سے میری غربت کو خرید کر میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا مگر میں ایسا کبھی نہیں چاہتی تھی میں نے اس گھر میں کام کرنا چھوڑ دیا میں شہر کے ایک عام سے علاقے میں آ گئی تھی جہاں صرف اور صرف غربت کے مارے لوگ رہتے تھے میں نے شہر میں لوگوں کے گھروں میں کام کرنا شروع کر دیا وقت گزرتا رہا مگر میری زندگی ایک عذات بن ہوئی تھی شہر کے لوگ بھی ویسے ہی تھے جس کوٹھی یا بنگلے میں کام کرتی ان کے مردوں کی نظر میری خوبصورتی پر ہوتی تھی میں نے وہ گھر بھی اور وہ کوٹھی بھی چھوڑ دیئے میں نے ایک سکول میں جاب کر لی کچھ دن گزرنے کے بعد اس سکول کے مالک نے بھی اپنی کمینی حرکت کرنا شروع کر دی اس نے بھی اپنے ناپاک ارادوں سے آگاہ کر دیا میں نے سکول جاب بھی چھوڑ دی پھر میں نے ایک آفس میں جاب کر لی صبح جاتی اور شام کو واپس آتی تھی بڑا بیٹا اتنا بڑا ہو گیا تھا کہ اپنے چھوٹے بھائی کو میرے آنے تک سنبھال لیتا تھا آفس کی جاب تو بہت اچھی تھی مگر ایک ماہ کے بعد آفس میں وہ ناپاک ارادوں والے لوگ سامنے آنے لگے آفس کے چند بڑے آفیسر مجھے بہت تنگ کرنے لگے تھے۔

کبھی کوئی کہتا کشف آج میں آپ کو ڈراپ کروں گا اور کبھی کوئی کہتا آج میرے ساتھ چائے ہو جائے کبھی کوئی کہتا آج دوپہر کا کھانا میری طرف سے ہو گا مجھے یہ سب لوگ بھی اچھے نہ لگے میں نے وہاں بھی کام چھوڑ دیا۔

اب میں نے ایک فیکٹر میں جانا شروع کر دیا تھا فیکٹری کا ماحول تو بہت ہی برا تھا لوگوں کی باتیں بہت رف بولتے تھے اور وہاں پر سب سے زیادہ لوگ تھے جو مجھے صرف چاہتے ہیں جسم کی ہوس لالچی تھے آفس سکول فیکٹری کوٹھی بنگلہ ہر جگہ پر کام کیا ہر جگہ تمام لوگوں کی ایک ہی خواہش تھی کہ میں ان کے ساتھ جسم فروشی کا کام کروں میں اپنی عزت کو نیلام نہیں کرنا چاہتی تھی میں جاتی تو کہاں جاتی میں نے معاشرے کے سارے روپ دیکھ لیے تھے سب کو آزما لیا تھا۔

ایک دن میری ایک دوست جو میرے ساتھ پڑھتی تھی وہ ملی بہت خوش ہوئی اس نے مجھ سے پوچھا کیا کرتی ہو میں نے اسکو اپنی ساری داستاں بنا دی اس نے کہا کل تم میرے گھر آ جانا میں آپ کو کچھ زندگی کا اصول بتاؤں گی میں دوسرے دن اس کے بتائے ہوئے ایڈریس پر اس کے گھر چلی گئی میں تو حیران رہ گئی اس کا گھر بہت ہی بڑا عالی شان بنگلہ تھا گاڑیاں نوکر چاکر میری تو حیرت گم ہو گئی اس کے بنگلے کو دیکھ کر وہ مجھے ملی مجھے بٹھایا اور کہا سنو کشف۔ میں بھی بہت غریب تھی روٹی پوری نہیں ہوتی تھی لوگ راستے میں روک لیتے تھے اس معاشرے میں اکیلی اور خوبصورت لڑکی کو کوئی عزت سے جینے نہیں دیتے

مجھے بھی اس معاشرے نے بہت دکھ دیئے ہیں میری عزت کو بھی نا جانے کتنی بار نیلام کیا گیا ہے اور پھر تھک ہار کر میں نے جسم فروشی شروع کر دی مجھے پتہ ہے گناہ ہے مگر میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا میرا بھی اس دنیا کوئی بھی نہ تھا آج میرے پاس بہت کچھ ہے دولت گاڑی نوکر چاکر اگر میری مانو تم خوبصورت ہو میرے ساتھ جسم فروشی کا کام شروع کر دو زندگی سنور جائے گی معاشرے کے تمام لوگوں کو تو اچھی طرح آزما چکی ہو مجھے اس کی باتیں بہت بری لگیں تھی مگر میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس گناہ اور ناپاک کام کے لیے تیار ہو گئی میں نے اپنے آپ کو سنوارنا شروع کر دیا چند ہی دنوں میں خوبصورت ہو گئی تھی اور پھر میں نے اس اپنی دوست کے ساتھ وہ کام جسم فروشی والا شروع کر دیا میری زندگی عذاب تو پہلے ہی تھی مگر اب میری زندگی کا ایک ایک پل عذاب میں گزر رہا تھا میری دوست لڑکی نے بھی بہت سی لڑکیاں رکھی ہوئی تھیں وہ سب کی سب کال گرل تھی وہ جہاں جاتی تھیں ایک رات کے بہت سے پیسے لاتیں تھی میری آنکھوں کے سامنے ایسی خوبصورت لڑکیاں ہوتی تھی حیرت گم ہو جاتی تھی میں بھی وہی دھندا کرنے لگی تھی روز کوئی نہ کوئی گاڑی والا آتا اور رات گزارنے کے لیے لے کر چلا جاتا صبح چھوڑ جاتے۔

میرے بچے اور میں اب اس میڈم کے پاس ہی رہتے تھے دل چاہتا تھا کہ خودکشی کر لوں اپنے آپ کو ختم کر لوں مگر چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا قصور تھا میری زندگی ایسی شرمناک تھی مجھے خود اپنے آپ سے گھن آتی تھی میں خود سے ہی نظر نہیں ملا سکتی تھی روز مرتی تھی اور روز جیتی تھی میں نے اس جرم کی اور گناہ کی دنیا سے نکلنے کا ارادہ کر لیا تھا میں نے اپنی دوست میڈم سے کہہ دیا تھا میں اس عذاب میں زندہ نہیں رہ سکتی مجھے سڑکوں پہ بھیک مانگنا بھی پڑا تو میں یہ کام نہیں کروں گی میں یہ کام چھوڑ دوں گی میڈم نے کہا ٹھیک ہے تم آج رات چلی جاؤ آخری بار پھر تم یہ کام چھوڑ دینا میں آج آخری بار ایک بہت ہی خوبصورت انسان کے ساتھ اس کی گاڑی میں اس کے گھر جا رہی تھی رات گزارنے کے لیے وہ لڑکا بہت ہی خوبصورت تھا اس کو کوئی بھی لڑکی دیکھ لیتی تو وہ نہ پاتی مگر اسکے یہ کام بہت عجیب تھا اس نے راستے میں مجھ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے آپ یہ دھندا کیوں کرتی ہیں اور کب سے یہ سب کام کر رہی ہوں میں نے اس کو اپنی ساری داستاں سنا دی اس کو میری بات پہ یقین نہ آیا مگر جب دوسرے دن میرے بچے دیکھے تو اسکو یقین ہو گیا کہ میری داستاں سچی ہے میں نے بھی اس کو پوچھا تھا آپ اتنے خوبصورت ہیں دولت مند ہیں آپ سے کوئی بھی لڑکی شادی کر سکتی ہے آپ اس گناہ بھری دنیا میں کیوں اپنی زندگی اور آخرت کو برباد کر رہے ہیں اس نے بتایا دیکھو میڈم جب انسان کوئی غلط کام کرتا ہے تو اسکا ضمیر اسی وقت اس کو ملامت کرتا ہے مگر ہمارے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں میری امی ابو اور باقی سب لوگ باہر لندن ہوتے ہیں اور میں پاکستان میں صرف عیاشی کرتا ہوں صرف انجوائے کرتا ہوں مگر آپ کی داستاں سن کر بہت افسوس ہوا ہے ساری لڑکیاں جو دھندا کرتی ہیں ان کی مجبوریاں ہوتی ہیں۔

میرا نام عثمان ہے اور میں بھی اب توبہ کرنا چاہتا ہوں بس میں بھی اب کوئی اچھا کام کرنا چاہتا

ہوں اور لندن چلا جاؤں گا۔

ایک دن وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا اور اس نے ایک بہت ہی پیارا سا گھر اس میں تین کمرے تھے چھوٹا سا صحن باتھ واش روم کچن سب کچھ ہی تھا اس نے کہا میڈم میں جتنا گناہگار ہوں وہ تو قابل معافی جرم نہیں ہے مگر یہ گھر آپ کے لیے اور آپ کے بچوں کے لیے میں آج سے آپ کو خرید کر دیتا ہوں اپنے بچوں کو پڑھاؤ لکھاؤ اچھا انسان بناؤ اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا کیونکہ میں نے سب کچھ پاکستان سے بیچ کر لندن چلا جانا ہے میں بہت گندے اور ناپاک ماحول سے بھی نکل آئی تھی گھر بھی مل گیا اور ایک اچھے اور سیدھے راستے پر بھی آ گئی تھی عثمان کچھ دنوں بعد پاکستان سے چلا گیا مگر میری دعاؤں میں ہر وقت رہتا ہے صبح شام میں اسکے لیے دعا کرتی ہوں۔

سر چھپانے کے لیے جگہ مل گئی تھی میں نے اپنے گھر میں ہی بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا تھا اور ساتھ ہسپتال تھا اس میں ایک جاب شروع کر دی تھی اور گزر بسر اچھا ہونے لگا تھا بچے بڑھے ہو رہے تھے اور میں بوڑھی ہو رہی تھی عثمان نے پتا نہیں کیسے ہمارے لیے کچھ پیسے چھوڑے تھے ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو ہمارے گھر دس ہزار روپے آ جاتے تھے جس سے گھر کا سرکٹ چل رہا تھا عثمان کتنا عظیم انسان تھا اس نے گھر بھی لے کر دیا اور ہماری جیسے خدمت کی اس کی کوئی مثال نہیں۔

میں چاہتی تو نئی شادی کر لیتی مگر میں سوتیلی ماں بچوں اور باپ کے سلوک سے باخوبی واقف ہو چکی تھی اس لیے میں نے یہ قدم نہ اٹھایا تھا ورنہ شادی کرنے والے لوگ ہر موڑ پر کھڑے تھے کوئی بھی انسان مجھ سے شادی کر سکتا تھا مگر میں نے خود نہ کی۔ اب میری زندگی میں سکون تھا بچے بڑے ہو گئے تھے پڑھا لکھا کر میں نے ان کو اپنی تربیت کر کے جوان کر دیا تھا دونوں نے اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی بہرام کی عمر اٹھارہ سال تھی اس نے تعلیم کے ساتھ جاب بھی کر لی تھی اب وہ چوبیس سال کا ہو چکا تھا اور وہ ایک بنک جاب کرتا تھا دوسرا بیٹا سلطان تھا وہ دن بھی تھے جب ایک وقت کا کھانا بھیک مانگ کر کھانا پڑتا تھا گھر میں کھانے کے لیے میری عزت نیلام کرنا پڑتی تھی آج یہ وقت ہے خوشیاں ہی خوشیاں تھیں اب بیٹھے کما رہے تھے اور میں گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھ کر کھاتی تھی مجھے میرا ماضی ہمیشہ یاد آتا ہے میری آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں زندگی کیا تھی کیا سوچا تھا کیا خواب تھے کیا ہو گیا تھا۔

اب میں نے سوچا اپنے دونوں بیٹوں کی کوئی اچھا سا گھر دیکھ کر شادی کر دوں میں نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا میں آپ کی شادیاں کرنا چاہتی ہوں آپ مجھے بتائیں اگر آپ کی کوئی گرل فرینڈ ہو تو میں رشتہ مانگتی ہوں میرے بیٹوں نے کہا امی جان ہم دونوں نے آپ کا مسئلہ حل کر دیا ہوا ہے سلطان نے کہا امی جان بہرام کے ساتھ ایک لڑکی بنک میں جاب کرتی ہے اس کا نام کرن نور ہے اور دوسری اسکی بہن ہے جس کا نام مسکان نور ہے دونوں ایک ہی گھر سے ہیں۔

آپ کو مل جائیں گی میں نے ان کے گھر کو دیکھا انہوں نے ہماری بہت عزت کی میں نے رشتے کی بات کی تو جیسے پہلے سے تیار تھے رشتوں کے لیے ہاں کر دی۔

...شادی کی تیاری کرنے لگے میں نے ...اور محبتوں سے اپنے بیٹوں کی محبت کا ...تھا اور ان کی بیویوں کے لیے میں نے ...بنوایا شادی اپنی اوقات کے مطابق ...و شوکت سے کی بہرام کے دوست ...کے دوست سب ہی آئے تھے مگر میرا کوئی ...رشتہ دار تک نہ تھا وہ دن بھی آ گیا جب ...اور سلطان کی شادی ہو گئی اور ان کی دلہنیں ...آنگن میں تھیں میری زندگی کا خواب پورا ...میں نے اپنے بچوں کو پڑھا لکھا کر جوان ...ان کی پسند کی شادیاں کر کے ایک ایک ...ان کو دے دیا اور میں اپنے کمرے میں ...تھی بہت خوشیاں بھری زندگی ہو گئی تھی ...اپنی ماضی کی یادیں ہمیشہ رلاتی رہیں گی ...بہت اچھا گزر رہا تھا میری بڑی بہو چھوٹی ...بہت اچھی تھیں میرا بہت دھیان رکھتی ...نے کبھی ان کو بہو نہیں سمجھا تھا میں تو ان ...سمجھتی تھی۔

...ب میری زندگی صرف اور صرف عبادت ...تھی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتی ...نماز پڑھتی تھی اور توبہ کرتی تھی اپنے گناہوں ...ما چاہتی تھی میرے بیٹے بھی میرے ساتھ ...تھے اور ان کی بیویاں بھی لیکن آہستہ آہستہ ...سلوک تبدیل ہونے لگا وہ مجھے کچھ بدلی بدلی ...لگی تھیں ان کا بولنے کا انداز تبدیل ہو گیا تھا ...ساتھ بات بھی نہیں کرتی تھی کھر درے ...کے ساتھ اور کبھی رف بھی بول لیتی کہتی اماں ...ہر وقت نماز پڑھتی رہتی ہیں گھر میں کوئی ...کیا کریں مجھے بہت افسوس ہوتا کہ میرے ...یہ کس انداز میں بات کر رہی ہیں میں بہت پریشان ہو جاتی ساتھ اس کی بہن نے بھی اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا میں نے میرے دونوں بیٹے جاب پر چلے جاتے تھے مگر وہ دونوں بہنیں نجانے کن لوگوں سے فون پر باتیں کرتی رہتی تھیں میں نے اپنے بیٹوں کو بتایا تو وہ بھی اپنی بیگموں کی زبان بولنے لگے وہ بھی اپنی بیویوں کی طرف داری کرنے لگے مجھے بہت دکھ ہوا کیسی لڑکیوں کا انتخاب کیا ہے میرے بیٹوں نے ان کی بیویوں کا کردار ٹھیک نہیں تھا وہ اپنے بوائے فرینڈز سے دونوں باتیں کرتی رہتی تھیں اور چوری چوری ان سے ملتی تھی بھی مجھے سب معلوم تھا میں نے اپنے بیٹوں کو بتایا ان کا دھیان کرو یہ آپ کی عزت نیلام کرنے پر آمادہ ہیں میں نے ساری باتیں ان کو بتائیں مگر نجانے ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی ان کو کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

میرے بیٹے مجھے کہتے امی جان آپ اپنے کام سے کام رکھا کریں وہ جو کرتی ہیں ہم کو معلوم ہے مجھے بہت افسوس ہوا میں نے کیسے ان کو پالا جوان کیا ہے ان کے لیے کیا کیا نہیں کیا مگر آج اپنی بیویوں کے کہنے پر مجھے کہہ رہے ہیں میں جھوٹی ہوں جو مرضی کریں میں نے چپ کر لی میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تھی اور دن رات نماز پڑھتی تھی اور رو رو کر توبہ مانگتی تھی میں نے اللہ پاک کے گھر کو دیکھنے کی تیاری شروع کر دی اور میں اپنے خرچے پر حج کرنے چلی گئی وہاں میں نے اپنی توبہ کی دعا مانگی اور اپنے بچوں کی ہدایت کے لیے دعا کی اللہ پاک ان کو ہدایت دے وہ اپنی ماں کی قدر کریں میں واپس آئی تو اپنے بچوں کے لیے کافی چیزیں لائی مجھے حج کر کے آئے ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا میری بڑی بہو نے مجھے

کافی باتیں سنائیں مجھ سے لڑائی کی ان دونوں لڑکیوں نے میرے خلاف میرے بیٹوں کے ایسے کان بھرے کہ میرے بیٹے مجھ سے نفرت کرنے لگے میرے خلاف ہو گئے میری بہو مجھ سے بغیر کسی وجہ سے لڑ رہی تھی میرا بیٹا آ گیا بڑا بہرام اس نے کہا کیوں لڑ رہی ہو میں نے بتایا کہ بیٹا یہ کسی سے فون پر ہنس ہنس کر بات کر رہی تھی میں نے پوچھ لیا تو وہ مجھ پر ٹوٹ پڑی ہے اس کی بیوی رونے لگی کہ امی جان مجھ پہ الزام لگا رہی ہیں میرا بیٹا اپنا خون مجھے کہتا ہے امی جان آپ کا دماغ ٹھیک نہیں ہے آپ جان بوجھ کر ہمارے گھر تباہ کرنا چاہتی ہیں میرے بیٹے نے مجھے گالیاں دیں مجھے مارنے کے لیے دوڑا مگر میری قسمت میں گھر سے نکل گئی تھی اس کے بعد میں نے وہ گھر چھوڑ دیا ایک بار پھر میں ایک نئے عذاب کی زندگی میں پڑ گئی تھی۔

جن بچوں کی خاطر میں نے اپنی ساری زندگی برباد کر دی ان بچوں نے آج یہ صلہ دیا میں کہاں جاتی میں اب بوڑھی ہو چکی تھی اپنے بیٹوں نے گھر سے نکال دیا تھا میرے مقدر میں اب کون سے در کی ٹھوکریں باقی تھیں میں نے مرنے سے پہلے ایک بار اپنے پاپا اور امی کے گھر ضرور جانا چاہتی تھی جہاں پہ میں نے جنم لیا تھا جہاں پہ میں نے آنکھ کھولی تھی جہاں میرا بچپن گزرا تھا جہاں میری محبت کی یادیں تھیں میں لڑکھڑاتی ہوئی اپنے گاؤں پہنچی وہاں پہ جہاں ہمارا گھر ہوتا ہے گھر ویسا کا ویسا ہی تھا کوئی پڑوس والا بزرگ رہتا تھا میں جب گھر داخل ہوئی تو ایک بزرگ بیٹا تھا میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا ایسا لگا جیسے یہ آواز میں نے سنی سی تھی وہ آواز شہروز کی تھی میری محبت شہروز جو مجھ سے وعدہ کر کے پاکستان سے باہر چلا گیا تھا کہ بہت جلدی واپس آ جاؤں گا اور آ کر آپ سے شادی کر لوں گا میں اس وقت جوان تھی اور اب میں بوڑھی ہو چکی تھی اب وہ مجھے کسی روپ میں کسی موڑ پہ ملا تھا میں نے اس کو اور اسے مجھے پہچان لیا تھا ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت روئے میں نے اپنی ساری داستان اس کو سنائی اور اس نے اپنی مجھے سنائی اور کہا کہ میرے ساتھ کیا گزری میں بتاتا ہوں۔

میں پاکستان سے باہر گیا تھا مشن وہاں پر کسی نے مجھے قید کر دیا اور میں کسی کی قید میں تھا کیا کرتا آپ کو کیسے بتاتا میں تو ابو امی سے بھی نہ مل سکا وہ بھی مجھے ملے بغیر ہے اس دنیا سے چلے گئے کچھ عرصہ میں وہاں رہا ہوں اور سیدھا اپنے اس گاؤں آیا ہوں جہاں آ کر پتا چلا کہ آپ کے ساتھ بہت برا ہوا ہے میں اس امید پر اس گھر میں ٹھہر گیا تھا کہ کبھی تو آپ اس اجڑے ہوئے آنگن میں آئیں گی اور میں آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگوں گا اور وہ میرے قدموں میں گر گیا اور میں نے اسے سہارا دیا اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں ہے میری قسمت ہی ایسی تھی میں نے اپنے دل سے آپ کو معاف کر دیا میں نے شہروز سے پوچھا کہ آپ نے شادی نہیں کی شہروز نے مجھے بتایا کشف شادی کیسے کرتا میں تو قید تھا میری ساری جوانی قید میں ہی گزری ہے اب بوڑھا ہو گیا ہوں اصل میں میں اپنے ملک کے لیے مشن پر تھا وہاں میرے ساتھ مسئلہ بن گیا اور قید میرا مقدر بن گئی میرے پاس بہت سی دولت ہے اب ہم دونوں اکٹھے ہی رہیں گے اس زندگی کے باقی دن اکٹھے گزاریں گے مجھے بہت خوشی ہوئی ہم عمر

لیے مقام پر اکٹھے ہوئے تھے ہمارے اس یران آنگن میں پھر سے بہار آ گئی تھی ہم دونوں ٹھے رہتے تھے آپس میں باتیں کرتے کرتے ہو جاتے تھے شہروز کے دوست فیصل آباد تھے ہوں نے ان سے کہا آپ ہم کو اپنی ایک بیٹی دیں ہم اس کو اپنی بیٹی بنا لیں گے تو میں نے بچی کو لے لیا اور میرے ساتھ جو لڑکی ہے وہ نے کسی سے مانگ کر اپنی بیٹی بنائی تھی تا کہ رے ساتھ بھی رہے ہماری خدمت کرے اور ری تنہائی کا حصہ بھی ہو میرے بڑے بیٹے جس نے مجھے گالیاں دی تھیں مجھے گھر سے نکالا تھا اس کو یکسیڈنٹ ہوا دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں شوگر کا مریض بن گیا بساکھیوں سے چلتا ہے کوئی اولا نہیں دونوں کے پاس مگر کبھی ان کو خیال نہیں آیا ہم نے اپنی ماں اپنی جنت کے ساتھ کتنا برا کیا ہے ان سے جا کر معافی مانگ لیں میں ان کے لیے دعا کرتی ہوں کہ ایسی اولاد کسی کی نہ ہو اور بھی ان کو چین نصیب نہ ہو میری بددعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

جی قارئین یہ تھی اس بوڑھی عورت کی کہانی انہوں نے مجھے فیصل آباد سے اسلام آباد جاتے ہوئے گاڑی میں سنائی تھی اس کے ساتھ جو لڑکی تھی وہ ان لوگوں نے کسی دوست سے لے کر گھر میں اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے رکھی تھی وہ اس کو تعلیم بھی حاصل کروا رہے تھے اور اس سے بیٹوں سے بڑھ کر پیار کرتے تھے وہ بوڑھی عورت اس لڑکی کے ساتھ فیصل آباد میں اس کے اصل باپ سے ملنے آئی ہوئی تھی اس بوڑھی عورت کو آنکھوں سے کچھ نظر نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے اپنے ساتھ اس لڑکی سے پوچھتی تھی اب ہم کہاں آ گئے ہیں گھر کتنا دور ہے میں ان کے ساتھ اس کے گھر گیا یہ کہانی سچ میں ویسی ہے تھی جیسے کشف نے بتائی تھی میں شہروز سے بھی ملا ان کا گھر دیکھا سب کچھ سچ تھا کہانی کا ایک ایک لفظ سچ تھا سب کردار سچے تھے۔

قارئین ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ پاک اس کے کیے گناہوں کو معاف کر سکیں کوئی بھی انسان برا پیدا نہیں ہوتا حالات اس کو برا بناتے ہیں جیسے کشف کو بنا دیا اور تمام قارئین سے درخواست کرتا ہوں اپنے والدین کی عزت کریں ان کی خدمت کریں کائنات میں سب کچھ مل جاتا ہے مگر ماں باپ نہیں ملتے ماں کے قدموں تلے جنت ہے ماں باپ کو تنگ کرنے والے کبھی سکھ چین سے نہیں بیٹھتے کبھی کوئی ماں کسی کو بددعا نہیں دیتی مگر کشف کو اتنا دکھ دیا ہے اس کے اپنے خون ہیں وہ ان کے لیے بددعا کرتی ہے۔

آخر میں کشف کی تمام قارئین سے گزارش ہے کہ اس کے لیے دعا کریں مجھے میرا مالک معاف کر دے اور میری موت آسان ہو امید ہے آپ تمام لوگ کشف کے لیے دعا کریں گے ایک ماں کی فریاد سمجھ کر۔

قارئین کیسی لگی آپ کو میری یہ داستان امید ہے آپ کو پسند آئے گی مجھے اپنی رائے سے ضرور آگاہ کرنا ایک ایس ایم ایس یا کال کر کے مجھے شدت سے انتظار رہے گا آپ لوگوں کی رائے کا میری یہ سٹوری تمام دنیا کے ماں باپ کے نام اللہ پاک تمام لوگوں کے والدین کو زندہ سلامت رکھے آمین۔

اپریل فول

--تحریر۔ شمائلہ رئیس عباس---

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
شہزادہ بھائی! اس میں پہلی بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہی ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے اس سے پہلے مختلف ڈائجسٹ میں لکھتی رہی ہوں۔ امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارئین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام۔ اپریل فول رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اور قارئین کی آراء کی منتظر رہوں گی یہ ایک دکھی کہانی ہے اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سا نام بھی دے سکتے ہیں۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے سعدیہ گویا اس طوفان سے ٹوٹ کر بکھری تھی مگر لب ولہجہ سرد ہوتے ہوئے بھی مضبوط تھا سب سے کہہ تو چکا ہوں تم مان کیوں نہیں لیتی بچپن میں طے کئے گئے رشتوں کو ہم محبت کا نام دے دیتے ہیں لیکن بعد میں ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محبت ہی نہیں محض ایک احساس ہوتا ہے جیسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے مگر محبت کا نام دے کر تا عمر ساتھ چلنا خود کو فریب دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے ایک گھر میں پلے بڑھے ہیں ہم دونوں۔ تب ہی ہمیں بڑوں نے یہ بتایا کہ ہم دونوں کا بچپن سے رشتہ طے ہو چکا ہے اور ضروری نہیں کہ بڑوں نے رشتہ طے کیا ہے اور ہم اسے جبرا نبھائیں گے۔

کل سے شہریار کا انداز سب گھر والوں کے ساتھ یونہی روکھا روکھا اور سرد تھا سعدیہ کی سماعتو

ں سے اس کا ایک ایک لفظ بڑی شدت وسفافیت ٹکراتا ہوا اس کے دل کو زخمی کیے جا رہا تھا جرا توقف کے بعد وہ استہزائیہ انداز میں بڑبڑائی جسے شہریار نے فون پر با آسانی سے سن بھی لیا تھا پھر مزید طنزیہ لہجے میں بولی۔

مجھے تمہارا ہر فیصلہ منظور ہے شہریار چاہے کسی اور کو ہو یا نہ ہو لیکن پلیز آخری مرتبہ تم مجھے میرے سوال کا جواب دے دو۔

کیسا سوال۔ وہ سوالیہ لہجے میں بولا۔

کیا بڑوں کے بتانے سے پہلے تمہارا وہ مجھ سے محبت کرنا بھی کسی جبر کے تحت تھا یا تم میرے جذبات سے کھیل رہے ہو۔

سچ سعدیہ نہ تو یہ کسی نے فورس کیا تھا اور نہ ہی میں تمہارے جذبات کو مذاق تصور کر رہا ہوں میرا تمہارے قریب آنا تم سے اپنا آپ شیئر کرنا پہلے پہل مجھے بھی محبت ہی لگا تھا۔ مگر یہاں دبئی آنے

کے بعد میری نادیہ سے ملاقات مجھے ایک ہی پل میں یہ ظاہر کروا گئی کہ میں آج تک غلط تھا محبت کے نام پر ایک سہراب کے پیچھے بھاگ رہا تھا حالانکہ میری منزل تو نادیہ تھی بلکہ ہے تم سمجھ رہی ہو نا میری بات کو وہ آہستہ مگر سنجیدہ انداز میں کہتا پل بھر کو رکا اور پھر اس سے پوچھنے لگا جو دل کی نگری اجڑ جانے پر کھل کر ملال کرنے سے خود کو روکنے کے انداز میں اندر ہی اندر روئے جا رہی تھی بہت جلد میں اور نادیہ شادی کرنیوالے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھے بھول جاؤ مجھ سے جڑی سب باتیں سب یادیں اور ماضی کی محبت کے نام پر سرزد ہونے والی تمام حماقتوں کو بھول کر اپنی زندگی گزارنا میں کبھی بھی تمہارے لیے سنجیدہ نہیں ہو سکتا۔

نرم مگر نفرت کی حدوں کو چھوتے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے شہریار نے لائن کاٹ دی۔ سعدیہ کئی پل ہاتھ میں پکڑے فون کو خالی نظروں سے گھورتے رہنے کے بعد ٹوٹ کے بکھرتے دل اور سوچوں کے ساتھ اپنے اور حنا کے مشترکہ کمرے میں چلی گئی۔

حنا اس وقت کالج گئی ہوئی تھی جبکہ وہ کئی دنوں سے شدید پریشانی کے باعث کالج سے چھٹی پر تھی گھر کے کسی بھی فرد نے اسے کالج جانے کے لیے نہیں کہا تھا حتیٰ کہ حنا نے بھی نہیں کہا تھا جو کبھی سعدیہ کے بغیر آنے جانے کا نام تک نہیں لیتی تھی سعدیہ نے مشکل سے بیڈ پر لیٹی مسلسل چھت پر نظریں گاڑھے ہوئے اندر ہی اندر دل کی بربادیوں پر ماتم کیے جا رہی تھی البتہ اس کی جھیل سی آنکھیں برس پڑی تھیں وہ رونا نہیں چاہتی تھی رونا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا اور نہ ہی وہ

روک کر اپنے دل کا حال کسی پر آشکار کرنا چاہتی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ کسی سے اس کا غم پوشیدہ نہیں ہے جس طرح پچھلے کئی دنوں سے اس کا دل تاریکی میں ڈوبا چلا جا رہا تھا۔

اس طرح گھر بھر میں خاموشی کے گہرے قفل پڑے ہوئے تھے سوائے حنا کے نہ وہ کسی کے سامنے گئی تھی اور نہ ہی ماموں اور ممانی جان میں سے کوئی اس کے سامنے آیا تھا۔ شہریار کی ضد اور انکار سے وہ دونوں بھی اپنی جگہ شرمندہ تھے ماموں جان فون پر بھی اس سے باز پرس کر چکے تھے مگر اس کی ایک ہی ضد تھی شادی کروں گا تو صرف اور صرف نادیہ سے سعدیہ سے شادی ہرگز نہیں کروں گا آپ نے اور پھپھو نے بچپن میں ہمارا رشتہ طے کر دیا تھا اور اب ضروری نہیں کہ میں اپنی خوشیاں اور محبت قربان کر کے اسے نبھاؤں کیا خود کو قید کر لوں شہریار کی یہی ہٹ دھرمی سب کو دکھی کیے ہوئے تھی۔

آپ چاہیں تو سعدیہ کی شادی میرے آنے سے پہلے کر دیں کیونکہ دو ماہ بعد میں نادیہ کے ساتھ پاکستان واپس آرہا ہوں جو شاید سعدیہ پر نا قابل برداشت گزرے۔

شہریار سے مزید بحث کرنا یا اس پر دباؤ ڈالنا بے کار تھا سعدیہ خاموش تھی کسی پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی مگر دکھ اور پریشانی تو اسکی آنکھوں سے ظاہر ہو رہے تھے قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی سب خود کو اس کے سامنے مجرم تصور کر رہے تھے خاموشی سے ہٹ جاتے۔

وہ اپنا آپ ٹھکرائے جانے کے بعد خود کو بے مول تصور کرتی کمرے میں ہی مقید تھی رات بھر جاگتی اور اندر ہی اندر دل کو سنبھالنے کی

کوششوں میں مزید بکھرتی جاتی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی شہریار کو سوچتی اور پھر گھبرا کر کروٹ پر کروٹ بدلتی رہتی قریب ہی دوسرے بیڈ پر لیٹی حنا خود کو سوتا ظاہر کر کے اس کی ایک ایک حرکت میں چھپی بے چینی پر اپنے دل میں اپنے اکلوتے کزن شہریار سے شکوہ کرتی اور سعدیہ کی زندگی کی بہاریں لوٹ آنے کی دعا کرتی آدھی رات ہو نے کو تھی وہ کروٹ پر کروٹ بدلتی انجانی سوچوں میں محو تھی حنا کئی گھنٹوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی نائٹ بلب کی روشنی میں بھی وہ سعدیہ کی آنکھوں میں چھپی اداسی و ویرانی محسوس کر چکی تھی صنم حنا اسے اسی نام سے پکارا کرتی تھی۔اس وقت بھی پکارا وہ جو کروٹ بدل کر آنکھوں پر بازو رکھنے والی ہی تھی بازو ہٹاتی زیرو پاور بلب کی روشنی میں بغور اس کے چہرے پر دیکھنے لگی صنم تم جاگ رہی ہونا

۔

ہوں تم سوئی نہیں ابھی تک۔وہ رندھی ہوئی آواز میں اس سے پوچھنے لگی۔نیند نہیں آ رہی مجھے۔

تم صبح کالج جاؤ گی۔

نہیں۔۔وہ نفی میں بولی۔

کیوں۔حنا نے چاہا کی وجہ اسے ذہنی دماغی پریشانیوں سے چھٹکارہ دلانا تھا ورنہ شاید وہ آج رات پھر جاگتے ہوئے سوچنے میں گزار کر خود کو اذیت دیتی رہتی دل نہیں چاہ رہا تھا سعدیہ بولی لیکن اپنے دل کے دکھ کو نہ چھپا سکی سعدیہ دل نہیں چاہ رہا تھا بھلا یہ کیا بات ہوئی کالج میں سب لڑکیاں تمہارے بارے میں مجھ سے پوچھ چکی ہیں اور ٹیچر بھی پوچھ رہی تھیں اس ہفتے تمہاری چار غیر حاضریاں لگ چکی ہیں اب مزید نہیں اوکے۔

وہ اٹھ بیٹھی ٹھیک ہے چلی جاؤں گی اب کہ

وہ رضامندی ظاہر کرتے ہوئے بولی اپنا آپ تماشہ بنوانا اسے کسی طور پر گوارہ نہیں تھا حنا نے کالج میں اس کی غیر حاضری کی وجہ بیماری ہی بتائی تھی یہ ہوئی نہ بات حنا مسکرائی۔

اب بنا کچھ سوچے آرام سے سو جاؤ صبح کالج جانا ہے حنا اس کو تاکید کرتی ہوئی لیٹ گئی سعدیہ نے بنا کچھ کہے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

جہانگیر احمد کے تین بچے تھے ایک بیٹا سعود احمد اور دو بیٹیاں زینت بی بی اور آسیہ بی بی زینب کی شادی اس کے چچا کے گھر ہوئی تھی جبکہ آسیہ بی بی کی شادی اسکے خالہ کے بیٹے سے ہوئی تھی سعود احمد کی شادی اپنے ابو کے ایک دوست کی بیٹی عائشہ سے ہوئی تھی سعود احمد کا ایک بیٹا شہریار تھا زینب کی دو بیٹیاں جو کہ جڑواں تھیں حنا اور سعدیہ تھی آسیہ کا ایک بیٹا علی اور دو بیٹیاں نیلم اور سحر تھیں جب سعدیہ پانچ سال کی ہوئی تھی تب اس کا پاپا اس کی امی کو طلاق دے کر دوسرے ملک چلا گیا زینب اپنی بیٹیوں سمیت اپنے میکے واپس آ گئیں بہنوئی کے چھوڑ کے جانے کے بعد بھائی اور بھاوج نے اس کی بیٹیوں کو بہت زیادہ خیال رکھا اور پیار دیا زینب کو اپنا بھی ہوش نہیں تھا وہ اپنی بچیوں کا کیا خیال رکھتی سعود احمد سعدیہ اور حنا کو بھی اپنے بچوں جیسا پیار دیا وہ دونوں بہنیں بھی اپنی ممانی اور ماموں سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی عائشہ جتنا اپنے بیٹے شہریار سے پیار کرتی تھی اس سے کہیں زیادہ پیار وہ سعدیہ سے کرتی تھی شہریار اور سعدیہ ہم عمر تھے ایک ساتھ کھیلتے تھے باتیں کرتے تھے سکول جاتے تھے حتیٰ کے اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شئیر کرتے تھے دونوں پکی دوستی تھی شہریار ان کا بہت زیادہ خیال رکھتا تھا شہریار

اگر انہیں جاتا تو دونوں کے لیے ڈھیر ساری چیزیں لاتا اکثر سعدیہ کی فرمائش پر ان کو سیر کروانے لے جاتا تھا باہر ڈنر کرواتا۔

دن اسی طرح گزر رہے تھے بچپن سے جوانی تک کا ساتھ دونوں کے جذبات بدلنے لگے محبت کی کونپلیں دونوں طرف پھوٹنیں لگیں ایک سہانی صبح میں شہریار نے بھی اقرار کر لیا چاہت کو تکمیل دینے کے لیے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا سعدیہ بھی محبت کے راہ میں قدم رکھ چکی تھی بنا پل ضائع کئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

سال پل میں ہی گزر گیا محبت بڑھتی رہی جذبات کی شکن دونوں کے دلوں کو معطر کرنے لگی ہوئی تھی تب ہی شہریار کا بزنس کے سلسلے میں دبئی جانا ہوا سب کی دعاؤں میں وہ رخصت ہونے سے پہلے چپکے سے سعدیہ کے کمرے میں آیا جو شہریار کے جانے کی وجہ سے پریشان تھی کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔آ جائیں سعدیہ نے سرد لہجے میں کہا۔کیا ہوا ہے شہریار نے اس کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا اور پوچھا کچھ بھی نہ بولی یار میں عمر بھر کے لیے تھوڑا جا رہا ہوں سعدیہ کی پریشانی پر وہ مسکرایا دو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا وہ بہت معصوم سے انداز میں بولی واقعی شہریار غیر سنجیدگی کے ساتھ مسکراہٹ دبا رہے ہوئے بولا ان دو سالوں اکیلی میں کیا کروں گی مجھے اپنے پاس سمجھ کر اپنے دل سے باتیں کرنا وقت یوں گزر جائے گا شہریار نے چٹکی بجائی تو وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے منہ پھیر گئی اگر ان دو سالوں میں مجھے کوئی اور لے گیا پھر اسے تنگ کرنے کی غرض سے بولی ایسا ہو ہی نہیں سکتا وہ پورے یقین سے بولا کل ہی امی

جان نے بتایا کہ ہے ہمارا رشتہ بچپن سے طے ہوا ہے اس حسین انکشاف پر سعدیہ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی شہریار تو خود کو پہلے ہی ہوا میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا من چاہی محبوبہ بیوی کے روپ میں وہ خود کو بہت زیادہ خوش نصیب سمجھ رہا تھا اپنی تقدیر کے لکھے پر شکر گزار ہو کر اپنے رب کے آگے سربسجود تھا اب میں جاؤں پھر اجازت طلب کرنے لگا اس نے آہستہ سے سو کو بلایا میرا انتظار کرو گی پھر جاتے ہوئے پورے یقین سے کہا میں واپس آؤں گا میرا انتظار کرنا عمر بھر سعدیہ نے دھیرے سے چاہت بھرا اقرار کیا آئی لو یو سعدیہ۔پھر وہ دبئی چلا گیا۔

وہاں سے شہریار روزانہ فون کرتا اور سعدیہ سے گھنٹوں باتیں باتیں کرتا رہتا یونہی وقت دھیرے دھیرے گزرتا گیا شہریار کی طرف سے رابطہ کم ہونے لگا سعدیہ شکوہ کرتی تو وہ ٹال جاتا اور پھر اس دن شہریار نے بے رخی برتنے کی وجہ سے گوش گزار کر دی سب ہکا بکا حیران پریشان سعدیہ اتنے بڑے طوفان کے بعد شدت غم سے ٹوٹ کر بکھر گئی تھی شہریار نے سب سے پہلے اسے ہی بتایا دبئی میں اسے نادیہ ملی تھی خوبصورتی کا پیکر نادیہ پہلی ملاقات میں ہی شہریار کے جذبات کا رخ اپنی طرف موڑ گئی یوں ایک نئے سلسلے کا آغاز ہوا رفتہ رفتہ وہ نادیہ کی زلفوں کا اسیر ہوتا گیا سعدیہ کی ذات میں محو ہونا اس سے خود بخود چھوٹ گیا عہد پیماں ساتھ جینے مرنے کی قسمیں گویا دم توڑ گئیں اس نے سعدیہ سے رشتے کے لیے انکار کر دیا شہریار کے اس اقدام پر سب غصہ و افسردہ ہوئے سب نے اپنی اپنی جگہ اس سے بات بھی کی مگر اسکو نہ ماننا تھا سو نہ مانا بھیا سعدیہ بہت پیاری

ہے آپ سے محبت بھی کرتی ہے آپ بھی تو اسے چاہتے ہیں حناء نے اپنی سی کوشش کی۔

چاہتا تھا اب نہیں سعدہ اور نازیہ میں فرق ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو بے حد پسند کرتے ہیں اپنی کہہ کر وہ لائن کاٹ دیتا شروع کے دن سعدیہ پر بہت بھاری گزرے اب بھی ہر وقت بنا کسی پر ظاہر کیے اندر ہی اندر اپنے ٹھکرائے جانے پر کڑھتی رہتی خود کو اذیت دیتی رہتی مگر جو درد وہ سب سے چھپانا چاہتی تھی وہ اسکی بگڑتی ہوئی صحت سے سب پر ظاہر ہو چکا تھا گزری باتوں کو ابھی ایک ہفتہ ہوا تھا مگر اس ایک ہفتے میں وہ حیران کن طور پر کمزور ہوئی تھی سرخ سفید رنگت پر جھیل سی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے اپنی جگہ بنائے جا رہے تھے اس کو بظاہر خود کی کوئی پرواہ نہیں تھی البتہ زینب بی بی اپنی بیٹی کو اس حالت میں دیکھ کر بہت زیادہ پریشان ہوئی تھی سعود بھائی سعدیہ کو دیکھا ہے آپ سے چھپی نہیں ہے میں اس کی ماں ہوں مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی رات کو وہ یہ بات اپنے بھائی سے کہہ رہی تھی شہر یار ہی ذمہ دار ہے اس کی اس حالت کا وہ اپنے بیٹے پر غصہ تھے زینب کچھ نہ بولی دو ہفتے بعد نیلم کی شادی ہے کیوں نا سعدیہ کو کچھ دن کے لیے وہاں بھیج دیا اس طرح وہ وہاں گھل مل بھی جائے گی اور شاید سنبھل بھی جائے کچھ توقف کے بعد عائشہ ممانی نے ہی رائے پیش کی شادی آسیہ آنٹی کی بیٹی نیلم کی تھی یہاں رہ کر تو وہ خود کو اذیت دیتی رہے گی اب کہ ان کا لہجہ دکھی تھا سعود احمد نے پر سوچ انداز میں سر ہلایا۔ ٹھیک ہے میں اپنی بہن سے بات کرتی ہوں زینب نے کہا۔ کتنا مزہ آئے گا وہاں ماموں جان سے کہہ کر میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی حنا کی دلی مراد بر آئی تو وہ کھلکھلا کر بولی حناء میں وہاں نہیں جانا چاہتی سعدیہ نے صاف انکار کر دیا۔

کیوں۔ حنا کے حلق سے دبی سی چیخ بلند ہوئی۔

بس دل نہیں کر رہا اس کے لب و لہجے میں نہیاں اداسی نے حنا کو افسردگی کی اتھا گہرائیوں میں دھکیل دیا تھا سعدیہ کیا تم سب کچھ بھول نہیں سکتی سنجیدگی سے کہتی اس کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھی کسی کو چاہ کر بھولنا اتنا آسان نہیں ہوتا حناء میں اس کو کیسے بھول سکتی ہوں جو میری رگ رگ میں سرائیت کر چکا ہے جیسے میں نے اپنے دل اپنی روح تک میں بسا لیا ہے اس کے وعدے جھوٹے تھے اس کی محبت کو فریب کا نام دا ہے میری محبت میں آج بھی کوئی کھوٹ نہیں ہے میں چاہ کر بھی کچھ نہیں بھول سکتی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز بھر آئی تھی حنا نظریں چرا گئی کئی پل خاموشی کی نظر ہوئے سعدیہ نے خود کو سنبھالا۔

سعدیہ جبھی حناء نے اسے پکارا۔ ہوں۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی ہم دونوں آنٹی کے گھر ضرور جائیں گی اور تم انکار نہیں کرو گی تھوڑی دیر قبل چھا جانے والی سوگوار اذیت کو ختم کرنے کے لیے اس نے اپنا انداز بدلہ لیکن میں اس سے پہلے کہ وہ احتجاج کرتی اسے ٹوک بھی گئی پلیز میری خاطر پھر منت پر اتر آئی او کے ویسے ہو تم بہت ضدی غم کی چادر اتار کر وہ حنا کو جتا گئی حناء نے محض ایک قہقہہ فضاء میں بلند کیا دو دن بعد آسیہ چلی آئی جب شہر یار کے فیصلے کے متعلق پتہ چلا تو خفا ہوئی سن کر غصہ بھی آیا مگر سوائے افسوس کے کچھ نہیں کر پائی ہیرے کی قدر نہیں اس بدنصیب کو

بن باپ کے بچی کو تڑپایا ہے بعد میں پچھتائے گا وہ صاف بولی دروازے کے قریب سے اتفاقاً گزرتی ہوئی سعدیہ نے بھی سن لیا واقعہ دکھ بہت گہرا تھا پہلی مرتبہ جھیل سی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا سرعت سے آنکھوں کو ہتھیلی سے رگڑ لی وہاں سے ہٹی۔

پتھر بنا دیا مجھے رونے بھی نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم نے بھگونے بھی نہیں دیا
دل کو تیری یاد کے آنسو عزیز تھے
کوئی بھی درد دل میں سمونے نہیں دیا

کمرے میں آئی حناء اپنے اور اس کے کپڑے وغیرہ پیک کر چکی تھی تھوڑی ہی دیر میں دونوں آنٹی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھیں تھیں ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد گاڑی گھر کے قریب رکی نیلم اور سحر بے صبری سے دونوں کا انتظار کر رہی تھیں انہیں آتا دیکھ کر بڑے خوشگوار موڈ میں ملیں سب سے چھوٹا علی بھی بھاگا چلا سعدیہ کے ساتھ اس کی خوب بنتی تھی دونوں مل کر سحر اور حناء کو تنگ کرنے لگے اب مزا آئے گا علی سعدیہ معانقہ کرتے ہوئے چہک کر بولا اور اس کے تن من میں اداسی کا راج تھا مسکرا بھی نہ سکی تھی تھوڑی دیر بیٹھ کر سب سے باتیں کرتی رہی دل عجیب کافت کا شکار ہونے لگا پانی پینے کے بہانے اٹھ کھڑی ہوئی رات کو سحر اور نیلم نے شادی کے لیے کی گئی تمام شاپنگ انہیں دکھائی اور حنا زبردستی اسے ساتھ بٹھائے ایک ایک چیز کے متعلق پوچھ رہی تھی تاکہ اسکا ذہن الجھنوں سے نکلے کیونکہ یہاں آنے کے بعد بھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ سعدیہ ابھی تک اس غم سے باہر نہیں آسکی نیلم اور سحر ہو وقت گم سم رہنے سے اداس ہو جاتی سب کچھ جانتی تھی سعدیہ کے سامنے تو ذکر نہ کرتی البتہ حنا کے ساتھ ضرور ڈسکس کرتی دو دن مزید گزر گئے سب کی موجودگی کے احساس اور اپنے آپ کو ان کی نظروں میں آنے کا سوچ کر وہ خود کو قدرے سنبھال گئی آسیہ آنٹی کیس اتھ کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹھانے لگی انہوں نے بھی کسی خیال کے تحت اسے نہ روکا حنا اب کچھ مطمئن تھی کام افراغت کے بعد وہ اپنے لیے چائے بنا کر مگ اٹھائے باہر لان میں چلی آئی چائے کے چھوٹے چھوٹے کش لیتی یہاں سے وہاں ٹہلنے لگی۔

جبھی مین گیٹ کراس کر کے ایک نوجوان اندر داخل ہوا ہاتھ میں شاپر پکڑے وہ ارد گرد سے بے نیاز ٹہلتی سعدیہ کی طرف بڑھا سعدیہ کا رخ دوسری طرف تھا ایکسیوزمی نوجوان نے توقف کے بعد گلا کھنگارتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا سعدیہ پلٹ کر اسے دیکھا جیسے ہی اجنبی شخص کو سامنے دیکھ کر وہ بوکھلا ہی گئی تھی مقابل شخص نے بغور سعدیہ کی طرف دیکھا سرخ و سفید رنگ پر تراشیدہ لب اور سب از یکٹو جھیل سی گہری آنکھوں پر پہرہ دیتی کالی گھنگھور پلکوں کا سایہ ایسا جادوئی منظر پیش کر رہی تھی کہ وہ چاہ کر بھی اس کے خوبصورت معصوم چہرے سے نظریں نہ ہٹا سکا بلیک سوٹ میں اسی کا روپ مزید نکھر رہا تھا سعدیہ اس کے دیکھنے پر کھٹکی پھر اگلے ہی پل دوپٹہ ٹھیک کرتی اس سے پوچھنے لگی بھئی آپ کون ہو کس سے ملنا ہے آواز پر وہ جیسے ہوش کی دنیا میں واپس پلٹا پھر سنبھل کر بولا مجھے رضوان کہتے ہیں میں ارسلان دلہا کا چھوٹا بھائی ہوں یہ مما نے کچھ ضروری چیزیں بھیجی ہیں وہی دینے آیا ہوں وہ تفصیل سے بتانے لگا ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے

ہوئے شاپرز کی طرف اشارہ کیا جبھی سعدیہ کو یاد آیا کہ صبح آنٹی اس کے متعلق بتا رہی تھیں سو فورا بولی یہ آپ مجھے دے دیں ساتھ ہی کپ میز پر رکھ کر ہاتھ بڑھایا آپ کون بے ساختہ رضوان کے منہ سے نکلا جبھی میں سعدیہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا میرا مطلب ہے اگر مما مجھ سے پوچھیں گی کہ میں نیں ارا سامان کس کو دیا ہے تو میں انہیں کیا بتاؤں گا اگلے ہی پل اس نے وضاحت پیش کی جبھی وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی نیلم کی آنٹی کی بیٹی سعدیہ۔ ہو او کے بھئی پھر آپ یہ لیں میں چلتا ہوں اللہ حافظ۔

وہ شاپرز سعدیہ کو تھماتے ہوئے واپس پلٹ گیا جبھی سحر وہاں چلی آئی اور آتے ہی وہ رجوان کو جاتے ہوئے دیکھ چکی تھی رضوان بھائی آئے تھے

ہاں یہ سامان دے کر گئے یہیں سعدیہ نے شاپرز اسے پکڑاتے ہوئے تم ان سے چائے وغیرہ کا پوچھا۔ او۔ یاد ہی نہیں رہا اور وہ اپنی بے دھیانی پر حیران ہوئی چلو کچھ نہیں ویسے بھی انہیں اپنی کا طرتواضع کروانا اچھا نہیں لگتا سحر نے بے پروائی کے ساتھ کندھے اچکائے اور واپس پلٹ گئی سعدیہ بھی اس کے ساتھ ہولی کیا مطلب ایسے ہی الگ تھلک سے رہنے والے بندے ہیں بلکہ جب سے محبت کے حصول میں ناکمی ہوئی یونہی اپنی ذات میں گم اجنانی سوچیں سوچتے رہتے ہیں نہ کسی سے زیادہ بات کرتے ہیں نہ ہی زندگی کی رونقوں میں واپس آجا چاہتے ہیں سحر اسے بتا رہی تھی ایسا کیوں وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی تھی اپنیا ور رضوان میں اسے کوئی فرق نہیں نظر نہیں آیا تھا رضوان بھائی کی بہن نے ہی بتایا تھا کہ وہ اپنی کلاس فیلو سے بہت محبت کرتے تھے مگر وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی اسی سے شادی بھی کرلی تب سے ہی وہ ایسے بن گئے ہیں اور اس لڑکی سے محبت کا یہ عالم ہے کہ اس کے جانے کے بعد ساری عمر شادی نہ کرنے کا فیصلہ بھی کرلیا سب نے بہت سمجھایا مگر وہ اپنی ضد پر قائم ہیں سحر اسے بتاتی شاپرز رکھنے چلی گئی سعدیہ نے دوبارہ نہ سہی مگر کچھ پل اس کے متعلق سوچا ضرور تھا شادی تک کے باقی دن بڑی تیزی کے ساتھ گزرے اس دوران رضوان کام کے سلسلے میں ایک دو مرتبہ وہاں آیا تھا سعدیہ سے محض دعا سلام ہی کر سکا البتہ جانے انجانے میں اس کا دل سعدیہ سے ملنے اور بات کرنے کو تھا وہ کوئی چہرہ شناس نہ تھا البتہ اس کی خوبصورت پوشیدہ کا خالی پن ان دو تین سرسری ملاقاتوں میں رضوان سے پوشیدہ نہیں رہا تھا مہندی مایوں کی رسم میں بھی اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اس سے کھینچی کھینچی کسی بھی رسم میں حنا کے کہنے پر شرکت کے بعد اسٹیج سے اتر کر دوبارہ ایک کونے میں جا بیٹھتی اور اسی دوران رضوان دانستہ یا نادانستگی سے اسے اپنی آنکھوں کے حصار میں قید کیے ہوئے تا وہ اس بات سے انجان تھی اور آج بارات والے دن بھی حنا اسے اسٹیج پر چلنے کو کہہ رہی تھی مگر وہ انکار کر رہی تھی لیکن حنا بھی اپنے نام کی ایک تھی زبردستی اسے بازو سے پکڑ کر دلہن بنی نیلم کے پہلو میں بٹھا کر خود وہاں سے کھسک گئی سو مجبورا اسے وہاں کچھ دیر ٹکنا پڑا قدرے فاصلے پر کھڑے رضوان نے بغور اس اک جائزہ لا لسی گرین اور ریڈ کے امتزاج میں وہ طلسماتی کشش آنکھوں میں چھپائے بہت حسین لگ رہی تھی اور اگلے ہی لمحے رضوان نے جیب سے موبائل نکال کر موبائل کیمرے کی ذریعے اس کی تصویر لی

اور کس احساس کے تحت لی یہ اس کے اپنے لیے بہت حیران کن اور چونکا دینے والا عمل تھا تھوڑی دیر بعد سعدیہ اسٹیج پر سے اتر کر اپنی مخصوص جگہ کی طرف بڑھنے لگی تب بھی وہ رضوان کی نگاہوں کے محور میں تھی جبھی رضوان نے غیر ارادی طور پر اس کی طرف قدم بڑھائے تھے ایکسیوزمی سعدیہ پھر اسے پکار بھی لیا بھئی وہ آواز پر مڑی تھی اور سامنے رضوان کو دیکھ کر غالبا حیران بھی ہوئی تھی میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ الفاظ کیوں اور کیسے اس کی زبان سے ادا ہوئے تھے البتہ ادائیگی کے بعد وہ بالکل بھی حیران نہ ہوا تھا جتنی سعدیہ کے لیے حیرت ہی حیرت تھی اتنی بڑی بات کسی کے منہ سے سننا یقیناً چونکا دینے کے لیے کافی تھی کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی۔ بنا ہچکچاہٹ بلا تمہید باندھے اس نے ایک مرتبہ پھر ہونٹوں کو جنبش دیتے ہوئے سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر ٹکائیں بھلا اتنا بڑا فیصلہ یوں اچانک گلی چوراہے پر کھڑے ہو کر کیا جا سکتا ہے ایک دو سرسری ملاقاتوں میں ایسی بھی کیا بے تکلفی کہ یوں منہ پر کسی کو بھی پرپوز کر دیا جائے سعدیہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا یعنی آپ میرے اس فیصلے کی وجہ جاننا چاہتیں ہیں رضوان کچھ توقف کے بعد خود ہی بولا اب کے اس نے سوالیہ ہو کر اس کی جانب نظریں اٹھائی مگر منہ سے کچھ نہ بولی میرے اس فیصلے کی وجہ سے آپ کی آنکھوں تیرتی اداسی اور میرے اندر بھی پھیلی اداسی ہے فی الحال آپ کوئی جواب نہ دیں سکیں گی تو بے شک اتنے بڑے فیصلے اس طرح طے نہیں کیے جاتے آپ کے اس متعلق سوچیں تھیں بھلا رضوان کو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا تھا وہ خود اپنے ماضی کی تلخ یادوں سے تنگ آ چکا تھا کسی اور کو ماضی کا طعنہ دے کر پھر کیسے اذیت دے سکتا تھا میرا وعدہ ہے آپ سے سعدیہ ہماری آئندہ زندگی میں ماضی کی ایک جھلک بھی دراڑ نہیں ڈالے گی میں بہت جلد مما کو آپ کے ہاں بھیجوں گا اپنا خیال رکھیئے گا اللہ حافظ وہ اجازت لیتا لائن ڈسکنیکٹ کر گیا۔

رضوان کے لہجے میں اس نے خوشی کی لہر محسوس کی تھی سعدیہ کے لبوں پر بھی ایک زخمی پھیلی سی مسکراہٹ سمٹ آئی رضوان کے منہ سے پہلی مرتبہ حامی اور کسی لڑکی کا نام نکلا تھا سب کو ہی اس کی خوشی مقصود تھی پھر بھلا کوئی کیونکر رنکار کرے گا رضوان کے بتانے کے بعد اس کی مما اور بھابھی اگلے ہی دن سعود احمد کے سامنے دست سوال دراز کیے بیٹھے تھے انہوں نے فی الفور کوئی جواب نہ دیا البتہ سوچنے کا وقت ضرور مانگا جانے سے قبل بھابھی ان کے پاس آئی تھی انکل پلیز انکار مت کرنا رضوان بہت اچھا لڑکا ہے تب انہوں نے سعدیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا حناء کو بھی رشتے کے متعلق پتہ چلا اس کی شدید خواہش تھی کہ سعدیہ شہریار کی دلہن بنے جو کہ اب کسی طور پر ممکن نہ تھا سو وہ سعدیہ کی آئندہ زندگی کی خوشی کا سوچ کر رہی خوش ہوگئی سعود احمد کے کہنے پر زینب نے سعدیہ سے بات کی رضوان کو اقرار کرنے کے بعد وہ خود کو شہریار کی ذات اس کی سوچوں سے نکال لائی تھی سو نیم رضامندی ظاہر کردی وہ دونوں میاں بیوی بھی بیٹے کے انکار کے بعد اس کے لیے فکرمند تھے یہ رشتہ ہر لحاظ سے معقول تھا سو انکار کا جواز کسی طور پر نہ تھا رات حناء اس کے پاس بیٹھی تھی ماموں جان جلدی انہیں فون کریں گے سعدیہ جبکہ وہ کسی اور ہی سوچ میں

گم تھی کیا اتنی جلدی پاگل تو نہیں ہوگئی ہو تم حنا یقیناً چونکی تھی میں تم سے جو پوچھ رہی ہوں پلیز اس کا جواب دو مگر اتنی جلدی کیوں صنم میں چاہتی ہوں کہ جب شہر یار واپس آئے تو میں یہاں نہ ہوں اور یہ اسی طور ممکن ہے کہ اس کے آنے سے پہلے یہ شادی ہو جائے یہ سپاٹ انداز میں وضاحت کر گئی حناء اس کی کیفیت ذہنی حالت کو جانتی تھی سو خاموشی سے سوچنے لگی۔ اور نہ ہی شہر یار کو اسکے متعلق کچھ بتایا جائے ساتھ ہی شرط بھی رکھی حناء نے اسے مایوس نہ کیا شہر یار کو اس کی شادی کے متعلق نہ بتانے کا عہد کیا پھر اگلے دن ماموں سے بات بھی کر لی انہوں نے سعدیہ کی خوشی کی خاطر اس کی بات مان لی رضوان کے گھر والے جلدی ہی جواب طلب کرنے آئے تھے۔

مسعود صاحب نے ہاتھ کہہ دی ساتھ ہی مہینے کے اندر اندر شادی کے لیے کہا وہ لوگ ہاں میں جواب سن کر پھولے نہ سمائے جلدی ہے شادی کے لیے فوراً ہامی بھر لی دونوں طرف ہی شادی کی تیاریاں ہونے لگی اور ایک سہانی شام سعدیہ رضوان کے دلہن بن کر اس کے آنگن میں اتری رضوان واقعی بہت اچھا تھا۔

شادی کے بعد سعدیہ تمام پچھلی باتیں اور یادیں بھلائے اس کی طرف نئے جذبے سے بڑی تھی دونوں یک دوسرے کا خیال رکھتے ڈھیروں ڈھیر باتیں کرتے تھے اور اس تمام عرصے میں ایک بار بھی سعدیہ نے شہر یار کو نہ سوچا

دن گزرتے رہے نکاح جیسے مضبوط بندھن میں بندھنے کے اور شادی کی بعد ایک دوسرے کی رفاقت سے دونوں کے درمیان محبت کے خوبصورت جذبات پروان چڑھنے لگے جس کا جلد ہی انہوں نے اقرار کر بھی کرلیا۔

زندگی کا ایک ایک دن خوبصورت یادیں بن کر کتاب زیست پر رقم ہوتا جا رہا تھا آج شہر یار کو واپس آنا تھا گھر کا کوئی فرد اسے لینے ائیر پورٹ پر نہیں گیا سبھی اس سے خفا تھے اور یہی توقع کر رہے تھے کہ اس کے ساتھ اس کی بیوی نادیہ بھی آئی ہو گی مگر نہیں وہ اس وقت لاؤنج میں اکیلا ہی بیٹھا تھا سبھی حیران تھے البتہ اس کے چہرے پر شوخ مسکراہٹ رقصاں تھی سعدیہ اسے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی تھی نظریں اس کی کھوج میں یہاں سے وہاں بھٹک رہی تھی البتہ اس کے برعکس سب کے چہروں پر اداسی ہی اداسی تھی جسے محسوس کرتے ہوئے وہ بولنے لگا میرے پاس آپ لوگوں کے لیے ایک نیوز ہے جس کو سن کر آپ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے آپ سب کے چہرے سے اداسی منٹوں میں دور ہو جائے گی وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا کسی نے اس سے کچھ نہ پوچھا وہ خود ہی بولا پہلے آپ یہ بتائیں کہ یہ سعدیہ کہاں چھپی ہوئی ہے ابھی تک ملنے بھی نہیں آئی سب نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی اسے اس کی امید تھی حناء کی نظریں مسلسل اس پر ٹکی ہوئی تھی یقیناً کسی کونے میں چھپی رو رہی ہو گی پھر خود ہی قیاس آرائیاں کرنے لگا وہ کیوں روئے ماشاءاللہ ایک خوشگوار زندگی گزار رہی ہے جواباً پہلی مرتبہ حناء نے کھردرے مگر کاٹ دار لہجے میں کہا کیا مطلب سن کر یقیناً وہ چونکا تھا۔

وہ اب یہاں نہیں رہتی ہے صرف آپ کی وجہ سے حنا کا لہجہ سخت ہوا سعود احمد اور عائشہ کی آنکھوں میں بھی شکوہ تھا کیوں وہ چپ نہ رہ سکا

سعدیہ کی شادی ہو گئی ہے رضوان سے اس نے جواب دیا دھماکہ خیز انکشاف کیا شہر یار کی آنکھیں پھٹی پھٹی رہ گئیں اول تو یقین ہی نہیں آیا ایسے کیسے ہو سکتا ہے کیوں نہیں ہو سکتا تم تو اپنا فیصلہ سنا چکے تھے پھر وہ کیوں ساری عمر روتے روتے گزارتی وہ معصوم کس حال میں تھی یہ صرف ہم جانتے ہیں تمہارے انکار کے بعد کیا وہ ساری زندگی یونہی غم کی چادر اوڑھے بیٹھی رہتی رضوان کا رشتہ ہم نے اس سے پوچھ کر ہی قبول کیا تھا اور اسی کے کہنے پر تم سے یہ بات چھپائی گئی عائشہ بی بی کہنے جا رہی تھی۔

شہر یار کو اپنے وجود پر منوں مٹی گرتی ہوئی محسوس ہوئی سماعتوں سے ٹکراتا ہوا ایک ایک لفظ کسی زور دار دھماکے کی شدت سے کم نہ تھا آنکھوں میں حیرت لیے دونوں ہاتھوں میں تھامے صوفے کی پشت پر ٹیک لگا گیا غیر متوقع انہونی کے ہو جانے سے اس کے اندر بہت کچھ ایک شدید جھٹکے سے ٹوٹ کر بکھر گیا تھا ایسا کچھ ہو سکتا ہے یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

او میرے خدایا ایک چھوٹے سے مذاق کی اتنی بڑی سزا وہ بکھرتی کمزور آواز کے ساتھ بولا تھا اب کے باقی سب ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھتے گئے کیسا مذاق کسی سزا سعود احمد غصے سے اس سے پوچھنے لگے۔

یہ سب تقدیر نے میرے ساتھ کیسا بھیانک کھیل کھیلا ہے مرد ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا اس کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی نمی سب نے محسوس کر لی شہر یار کیا بات ہے کھل کر بتاؤ۔ سعود احمد برداشت نہ کر سکے۔

تب وہ بتانے لگا آپ لوگ تو جانتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں پاکستان آنے کے لیے جب میں نے سیٹ کنفرم کروائی تو فلائٹ یکم اپریل کی تھی جبھی میرے ذہن میں آیا کیوں نہ سعدیہ کو اپریل فول بنایا جائے اس لیے میں نے آپ سب کو ایک جھوٹی فرضی کہانی سنائی اور سعدیہ سے شادی کے لیے انکار کر دیا جس کی وجہ سے آپ سب بہت پریشان ہوئے سعدیہ بھی خفا تھی لیکن میں نے سوچا تھا کہ یہاں آکر آپ سب کو اصل بات بتا کر منا لوں گا مگر آپ لوگوں نے بہت جلدی کی کم از کم کوئی ایک تو مجھے بتا دیتا میں ہرگز ایسا نہ ہونے دیتا۔ کیا کوئی ایک چھوٹے سے مذاق کی اتنی بڑی سزا بھی دیتا ہے کسی کو اس کی آواز میں تاسف و یاسیت کی لہر اور اصلیت سب کو عجیب سی کیفیت میں ڈال گئی تھی کوئی کچھ نہ بولا اپنی زندگی کی کل متاع کھو جانے کے احساس سے شہر یار دکھ و الم کی تصویر بنا بیٹھا تھا سب کی توجہ اس پر مرکوز تھی عجب سی کیفیت ماحول پر چھانے لگی میرے ہاتھ میری ساری عمر کے لیے خالی ہو گئے ہیں اس کا وجود پچھتاوے کی زد میں گرنے لگا بیٹی کی قسمت پر عائشہ بے آواز رونے لگی حناء علیحدہ پریشانی کی مورت بنی بیٹھی تھی۔

تمہارا ایک مذاق اس معصوم کی دنیا ہی اجاڑ گیا سعدیہ نے کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا مگر اندھے ہیں تھے اور نہ ہی بے حد تھے تمہارا مذاق بے ہودہ تھا اپریل فول کے چکر میں تمہاری زندگی فون بن گئی ہے مغربی رسم ہمارے سامنے ہے جس نے دو زندگیاں تباہ کر دی مگر قصوروار تم ہی ہو کہ تم نے اس رسم کو اپنا کر خود اپنا نقصان کیا ہے یہ تو خدا کا شکر ہے کہ سعدیہ اب اپنے گھر میں خوش ہے سعود احمد کہہ رہے تھے جبکہ وہ شرمندگی و افسردگی

کی اتھا گہرائیوں میں گم ہو چکا تھا۔
واقعی فون بنانے کے چکر میں وہ خود فون بن گیا تھا تم اپنے کیے بے مغربی رسم کے سنگین نتائج کی بھینٹ چڑے ہو اب سوائے افسوس کرنے کے تم کچھ نہیں کر سکتے۔
پاپا جی میں سعدیہ کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا وہ بے بسی سے بولا۔
اب کچھ نہیں ہو سکتا شہریار۔
کیوں نہیں ہو سکتا وہ مما میں سعدیہ سے خود کہوں گا کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق لے لے یک دم وہ خود غرض ہوا تھا سب نے اس کی سفاکیت پر حیرانگی سے اسے دیکھا تو ایسا کچھ نہیں کرو گے جبھی زینب بی بی کی گرج دار آواز گونجی اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گئی عائشہ بھی وہاں سے ہٹ گئی شہریار نے حنا کی طرف دیکھا جو اپنے کزن سفاکیت پر آنکھیں پھاڑے بیٹھی تھی۔
حنا میں سعدیہ سے ملنا چاہتا ہوں پلیز تم اسے بلا لو وہ التجایہ بولا۔
حنا اثبات میں سر ہلا گئی تا کہ سعدیہ خود شہریار سے مل کر سارے اس کی سنگین غلطی کا احساس دلاتے ہوئے اپنی زندگی سے کھیلنے کی سزا سنا سکے اب سعدیہ کا انکار ہی شہریار کے جذبات کو روک سکتا تھا۔ کتنے دن ہو گئے ہیں تم ملنے بھی نہیں آئیں لگتا ہے لگتا ہے رضوان بھائی نے روک رکھا ہے محترمہ کو حناء نے فون پر ہی سب سے گلہ کیا اب ایسی بھی کوئی بات نہیں آؤ گی کس دن وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ سعدیہ تم خوش تو ہو نا۔
ہاں بہت زیادہ۔۔۔ سعدیہ کے لب و لہجے سے بھی یہی لگ رہا تھا میری دعا ہے کہ تم ساری زندگی ہنستی مسکراتی رہو حنا نے اسے دل سے دعا دی پھر اصل مقصد کی طرف آئی حنا کیا تم آج آسکتی ہو۔ کیوں کوئی خاص بات ہے۔ سعدیہ۔
شہریار بھائی اس نے مختصرا بتایا۔
سعدیہ خاموش رہی جبھی حنا نے تمام تر حقیقت اس کے گوش گزار دی جسے سن کر نہ وہ حیران ہوئی تھی نہ ہی سکتے میں گئی تھی یہ واقعی رضوان کی محبت کا اثر تھا کہ وہ اپنے ماضی کو بھولنے میں خاصی حد تک کامیاب ٹھہری تھی۔
ٹھیک ہے میں رضوان سے بات کرتی ہوں وہ فون رکھ کر کمرے میں آئی رضوان وہی پر تھا سعدیہ نے کچھ نہ چھپاتے ہوئے تمام تر حقیقت اسے بائی اور ساتھ ہی جانے کا بھی پوچھا ضرور جاؤ مگر واپس نہیں آنے لے لیے آپ کو کیا لگتا ہے میں واپس نہیں آؤ نگی۔ وہ خفا ہوئی سوری میرا ہر گز یہ مطلب نہ تھا وہ شرمندہ ہوا۔
خیر چھوڑیں اس ٹاپک پر بحث بے کار ہے مجھے وہاں چھوڑ آئیں وہ ٹھ کھڑی ہوئی رجوان نے اسے گھر کے سامنے ڈراپ کیا اور اندر نہ گیا واپسی پر آنے کو کہا اور چلا گیا۔
سعدیہ سب سے خوشی خوشی ملی سعود احمد زینب بی بی اسے خوش دیکھ کر مطمئن تھے۔ شہریار اس وقت گھر میں نہیں تھا حناء اسے اپنے کمرے میں لئے چلی آئی ڈھیر ساری باتیں کیں۔۔ شام کے وقت شہریار گھر واپس آیا سعدیہ نے رضوان کو بھی آنے کا یہی وقت دیا تھا البتہ فی الحال وہ نہیں آیا تھا دونوں کا ٹکراؤ لاؤنج میں ہی ہوا حناء وہاں سے اٹھ چلی گئی جب ہی بہت سی وضاحتیں دینے کے بعد شہریار نے خود غرضی کا مظاہرہ کیا سعدیہ دیکھو میں تمہارے بغیر کتنا بکھر گیا ہوں پلیز سمیٹ لو مجھے میں تمہیں دنیا کی ہر خوشی دوں گا بس تم

...ے طلاق لے لو میرے پاس چلی آؤ
...نے اس کی خود غرضی پر غصے سے اسے
...وقت اندر داخل ہوتے ہوئے رضوان کا
...دل پر ہی رک گیا شہریار سعدیہ کے بولنے
...کرنے لگا۔ شٹ اپ شہریار تم نے یہ سوچ
...لیا کہ میں رضوان سے علیحدہ ہو کر واپس
...ے پاس آؤں گی تم مجھے خوشیوں کا لالچ
...کیونکہ رضوان کے آنے سے مجھے میری ہر
...گئی ہے تم نے سچ کہا تھا کہ تم کبھی میرے
...ائز کا انتظار کر رہی ہوں میرے سامنے
...کی سنگت میں ایک خوبصورت مستقبل ہے
...کم از کم میں اپنی قسمت پر رقصاں پیچھے مڑ کر
...کھ سکتی۔ ہاں البتہ تمہارے لیے خوشیوں کی
...روں گی۔ ہوں وہ ایک ایک لفظ دل سے ادا
...اسے اپنا فیصلہ سنائی وہاں سے ہٹ چکی تھی
...رے رضوان کے چہرے پر اس کے فیصلے
...آسودہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی جبکہ شہریار کسی
...خوردہ انسان کی طرح سعدیہ کو جاتا دیکھ رہا
...بہت سی مغربی باتوں کو اپنانے کی طرح
...طرح مسلمانوں کی ساخت بری طرح متاثر
...ہے اسی طرح ایک اور مغربی رسم جو کہ
...مسلمانوں کے خلاف ایک پروپیگنڈہ تھا آج
...زندگی کے سب سے بڑے جوئے میں مات
...گیا تھا۔۔
اپنے فون بن جانے پر وہ ہنس بھی نہیں سکتا
...خالی ہاتھ ہو جانے کے بعد اسے ہر چیز بے
...رنگ نظر آنے لگی۔ وہی صوفے پر ڈھے گیا جبھی
...رضوان ہنستے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ
...اندر داخل ہوا شہریار کو گلے ملا شہریار اس خوش
...قسمت انسان کو دیکھ کر اپنی بد نصیبی پر سوائے حسد
کے کچھ نہ کر سکا تبھی سعدیہ سب سے ملنے کے بعد اس کے سامنے کھڑی جانے کے لیے تیار تھی چلیں گھر نہیں کہیں اور چلتے ہیں رضوان نے چاہت بھری نظر اس کے ہشاش بشاش چہرے پر ڈالی کہاں جہاں اس وقت میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور نہ ہو کہتے ہی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے دونوں کوش تھے زندگی کی بہت سی بہاریں ان کے استقبال کے لیے فضاء میں ہر سو بکھر چکی تھی سعدیہ کے جانے کے بعد وہ وہی صوفے پر بیٹھا اپنے فول بن جانے کے بعد سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا اور اپنے کیے گئے چھوٹے سے مذاق کی وجہ سے اپنی زندگی کی سب سے قیمتی دولت ہار گیا اب سوائے افسوس کرنے کے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ تو قارئین کیسی لگی میری یہ سٹوری اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔ اللہ حافظ۔

ملا وہ بھی نہیں کرتے ملا ہم بھی نہیں کرتے
وفا وہ بھی نہیں کرتے وفا ہم بھی نہیں کرتے
انہیں رسوائی کا دکھ ہے ہمیں تنہائی کا دکھ ہے
گلہ وہ بھی نہیں کرتے گلہ ہم بھی نہیں کرتے

غزل

چاند تاروں سے بات کرنی ہے
غمگساروں سے بات کرنی ہے
ہم نے صحرا میں گھر بنایا ہے
راہ گیروں سے بات کرنی ہے
دردمندوں کے حال سنتے ہیں
بے سہاروں سے بات کرنی ہے
اب کہ مارچ کے سرد موسم میں
کہاروں سے بات کرنی ہے
شمائلہ رئیس عباس۔

ممتا کے سائے

۔۔تحریر۔ریاض تبسم۔۔فیصل آباد۔0343.7677313

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
شہزادہ بھائی اس میں پہلی بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہی ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے اس سے پہلے مختلف ڈائجسٹ میں لکھتی رہی ہوں۔امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارئین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام۔اپریل فول رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اور قارئین کی آراء کی منتظر رہوں گی یہ ایک دکھی کہانی ہے اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سانام بھی دے سکتے ہیں۔ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

بیٹی آپ کی امی کو اللہ خوش رکھے وہ ہمیشہ خوش رہے وہ سدا جیوے۔
اس جلے کے سنتے ہی میں ایک دم چونک گئی نہ جانے کون سا جذبہ تھا جس نے میرے اندر کو جھنجوڑا مجھے انتہائی احساسات کی دنیا میں دھکیل دیا وہ دوبارہ گویا ہوئی۔
بیٹی اللہ کے نام پر دو اللہ تمہیں خوش رکھے تمہاری ماں کو سدا سلامت رکھے ماں کا لفظ سنتے ہی میرے اندر طوفان اٹھ گیا میں سوچنے لگی کہ کاش میں کسی سلطنت کی مالک ہوتی اور اس وقت اگر کوئی ماں کے نام پر سوال کرتا تو ساری سلطنت اسے دے دیتی۔کاش کہ آج میری عظیم المرتبت ماں زندہ ہوتی تو میں اپنا جسم کاٹ کر محنت مزدوری کر کے اپنا خون پسینہ ایک کر کے اسے خوشیوں کے تخت پر رکھتی میں اسے زمین پر پاؤں نہ رکھنے دیتی ہر وقت ماں کی خدمت کرتی ماں کی ہر خوشی پوری کرتی مگر افسوس یہ نازک رشتہ زیادہ میرے احساسات کے ساتھ گزار نہ سکا میری خوشیوں کا مرکوز تھی میرے لیے رہنمائی کی سیڑھی تھی کاش کہ اس وقت کے احساسات ڈوریں مضبوط ہوتی اور میں اس وقت ماں عظمت کی جان لیتی اب وقت بہت آگے نکل ہے میری ماں کی جدائی نے سب کچھ ختم کر دیا میرے لمحات نے مجھے آگے دھکیل دیا ہے میں اپنی ماں کو صرف خوابوں کے محلات میں ہوں اور تصویر میں اس کے تصور میں کھو جاتی ہوں ۔میں اپنی ماں کو خود سے گفتگو کرتے ہوئے ہوں ماں کو دیکھتے وقت ایسا محسوس کرتی ہوں میری عظیم ماں جنت کے حسین باغوں میں گھوم رہی ہو میٹھی میٹھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی نہروں سے پانی پی رہی ہو اور جنت کے باغات میں چکر لگا رہی ان کے میٹھے میٹھے پھل کھا رہی ہو۔

مگر یہ کس طرح ہوسکتا ہے میرا تصور بالکل غلط ہے کیونکہ ایک ماں کو اپنے چھوٹے چھوٹے ننھے ننھے پھول جیسے بچوں کے بغیر جنت میں بھی سکون آ سکتا نہیں نہیں میرا یہ تصور سرا سر غلط ہے مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے میں ان لمحات کو کس طرح بھول سکتی ہوں جن لمحات سے میری بربادی کی درد کی تنہائی کی دعاؤں سے محرومیت کی داستان شروع ہوئی میں اس وقت کو کس طرح بھول سکتی ہوں جب میرے سر سے ایک شفیق ہستی کا سایہ اٹھ گیا کیسے بھول سکتی ہوں اس وقت کو جو میرے لیے میری آنکھوں کا نور اور دل کا سکون تھی میں کیسے بھول سکتی ہوں اس کو ہمارے بے جان گھر کی روح تھی میں کیسے بھول سکتی ہوں اس ماں کو جو کڑی دھوپ میں بھی میرے لیے رحمت کا سایہ تھی میں کیسے بھول سکتی ہوں اس عظیم ماں کو جو میرے لیے سب سے بڑی دولت تھی میں کیونکر اس ماں کو بھول پاؤں گی جو مجھے مضبوط ارادے عطا کرتی تھی میری ماں میرے دکھ کا مداوا تھی میری ماں میری زندگی کے اندھیروں میں اجالا تھی ہاں ہاں میری ماں وہ ہستی تھی جس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملتے مجھے میری میرے لیے ڈھال تھی میرے لیے سب سے اچھی جگہ میری ماں کا دل تھا میرے لیے اس دنیا میں سب سے خوبصورت اور میٹھا پیار میری ماں کا تھا میری مایوسیوں میں میری ماں کی دعا روشنی کا مینار تھی میرے سارے غموں کا علاج میری ماں کی ایک مسکراہٹ تھی میرا سکون میری ماں کی محبت میں تھا میرے لیے میری ماں کی محبت چٹان سے زیادہ مضبوط اور پھول سے زیادہ خوبصورت تھی میری کامیابی کا راز میری ماں کی دعا تھی میری ماں میرے لیے زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی کا مینار تھی میری عظیم ماں نے اپنے آنچل سے میرے تمام اشک پونچھ کر مجھے مسکرانا سکھایا تھا آہ میں کبھی بھی نہیں بھلا پاؤں گی ان یادوں کو میری ماں میرے لیے جینے کی امید تھی مجھ جیسے ادھورے انسان کی تکمیل تھی میرے خوابوں کی جیتی جاگتی تعبیر تھی میرے مستقبل کا سہارا تھی میں اس عظیم ہستی کو کبھی بھی نہیں بھلا پاؤں گی میری ماں دھوپ میں چھاؤں تھی میری آرزوؤں کا محل تھی ہمارے چھوٹے سے گھر کے لیے خوشیوں کا آشیانہ تھی اب یہ چھوٹا سا گھر بالکل ویران نظر آتا ہے میری ماں دنیا کی حسین عورتوں میں سے ایک تھی وہ ہماری کامیابی کا راز تھی مگر اب کبھی بھی نہیں کچھ بھی نہیں میری ماں کے بعد میرے احساسات بالکل چکنا چور ہو گئے ہیں۔ اگر انسان کے احساسات کو اتنی آسانی سے قلم کی تیز نوک سے بیان کرنا ممکن ہوتا تو میں ضرور کرتی ماں میں ضرور کرتی اور اتنا لکھتی اتنا لکھتی کہ لوگ پڑھ پڑھ کر تھک جاتے میرے سینے سے کان لگا کر سنو میرا سینہ میری ماں کے لیے تڑپ رہا ہے آج بھی میری ان کا تھکا تھکا کمزور چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے وہ بیچاری ہر وقت گھر کے کام میں مشغول رہتی تھی میرا اور میرے بہن بھائیوں کا بہت خیال رکھتی تھی ہم جب اپنی ماں کی آنکھوں کے تارے تھے غریب ہونے کے باوجود کبھی اس نے ہمیں غربت کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ آہ وہ دن آج بھی میرے سینے میں نوکیلے کانٹے کی طرح میرے اندر کو زخمی کر رہا ہے میرے اندر کو گھائل کر رہا ہے میں اس دن کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ جب میری ماں بیماری کی حالت میں بستر پر لیٹی زندگی کی

آخری سانسیں گن رہی تھی اور جب وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں تھی آخر کار موت کو فتح نصیب ہوئی زندگی ہار گئی ایک جنت سا گھر اجڑ گیا ہم یتیم ہو گئے بہاروں کے بجائے باغوں میں خزاں آ گئی تنہائی دوڑ کر ہمارے آنگن میں آ گئی ایک نازک رشتے کی دوڑ ٹوٹنے سے نجانے کتنی امیدیں ٹوٹ گئیں میرے ارمان بکھر گئے سارے سپنے جل گئے میری تمام تر خواہشیں نجانے کہاں اڑ گئیں صرف میری ماں کی جدائی سے میں نے سب کچھ لکھ دیا ماں تو زندگی کے ہر موڑ پر خود کو قربان کرتی ہے اگر کانٹوں سے گزرنا پڑے تو اولاد کو پھول پتیوں سے تشبیہ دے کر گزر جاتی ہے میری ماں تو ایک شمع کی مانند تھی جو خود کو جلا کر دوسروں کو روشنی دیتی تھی۔ میری ماں کے اندر دنیا کی تمام صفات حسنہ موجود تھیں جن کو میں اس وقت محسوس نہ کر سکی اگر اس وقت کوئی مہربان میرے احساسات کی دوڑ کو کھینچتا تو شاید آج میرا دل یہ نہ ہوتا میں کسی کی دعاؤں کے لیے ترستی ہوں ہاں میں تیری دعاؤں کی بہت زیادہ محتاج ہوں میری پیاری ماں میں تیری ممتا کے لیے ترستی ہوں تڑپتی ہوں۔ بس اب تو زبان حال پر کسی شاعر کا یہ کلام جاری رکھتی ہوں۔

یہ تو ممکن نہیں بھول جاؤں تجھے
رات دن فکر ہے کیسے پاؤں تجھے
یہ تو ممکن نہیں بھول جاؤں تجھے
رات دن فکر ہے کیسے پاؤں تجھے
دل میں کیا ہے تمنا بتاؤں تجھے
اپنے اللہ سے مانگ لاؤں تجھے
یہ تو ممکن نہیں اب ملیں گے یہاں
صبر کرتی تو ہوں صبر آتا ہی نہیں
سامنے تیری صورت کوئی لاتا نہیں
تیرا پیغام اب کوئی لاتا نہیں
درد دل ہائے رے میرا جاتا نہیں
کس کو اپنی سنائیں گے ہم داستان
میری ماں تیری ممتا پہ قربان میں
بھول جاؤں نہ مولیٰ کا فرمان میں
یاد کر کے ہو جاؤں حیران میں
تجھ کو پڑھ پڑھ کر بخشوں گی قرآن میں

ہاں اس دنیا کے لوگ دولت کے پیچھے بھاگتے ہیں کاش کہ وہ جان لیں دنیا کی سب سے بڑی اور اہم دولت کیا ہے تو وہ دنیا کی دولت کو چھوڑ دیں اور اپنی ماں کے ہی قدموں میں پوری عمر صرف کریں آج بھی میں اس بھری دنیا میں خود کو اجنبی اور تنہا مسافر محسوس کرتی ہوں ایسا مسافر جو دور دراز سفر کرتے تھک گئی اور سانس لینے کے لیے سایہ تلاش کر رہی ہوں مگر اسے دور دور تک کہیں بھی کوئی درخت دکھائی نہ دے کہیں بھی کوئی امید نہ ہو ایسی صورت میں ایک مسافر کی کیا حالت ہو گی آپ جانتے ہوں گے آپ کو اندازہ ہو گا بے چارہ بے سہارا مجبور ہو کر اپنے بھاری قدموں کو آگے اٹھاتا ہے کہیں دور دور تک نہ کوئی منزل ہے نہ کوئی نشان ہے بس تنہا اکیلے جاتا ہے نہ جانے کب ہماری بھی زندگی کا خاتمہ ہو جائے کفن بھی نصیب ہو یا نہ ہو آج جن کی مائیں دنیا میں نہیں ان کی ماؤں کی مغفرت فرمائیے ان کے درجات کو بلند فرمائے اپنے سایہ رحمت میں ان کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

محبت میٹھی سی

---تحریر۔حنا اصغر۔شجاع آباد---

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
شہزادہ بھائی اس میں پہلی بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہی ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے اس سے پہلے مختلف ڈائجسٹ میں لکھتی رہی ہوں۔امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارئین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام۔محبت میٹھی سی۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اور قارئین کی آراء کی منتظر رہوں گی یہ ایک دکھی کہانی ہے اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سا نام بھی دے سکتے ہیں۔ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

وہ آج بھی نہیں آیا تھا اور اس کا انتظار اس کے ہاتھ میں تھمے آس امید کی ٹمٹماتی روشنی کو دفنانے میں کامیاب ہو گیا تھا اس کو بہت شدت سے انتظار تھا کہ شاید وہ آج آجائے لیکن وہ نہیں آیا تھا نہ ہی اس نے کوئی ایس ایم ایس کیا تھا کتنی ہی بار اس نے اپنا موبائل چیک کیا تھا کتنی ہی بار دروازے پر ہوتی دستک نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی لیکن احمد نواز اسکو بھول گیا تھا اس کا دل اب بھی گواہی دے رہا تھا کہ وہ گاؤں جا کر اس کو بھول گیا ہے اس کا دل خون کے آنسو رونے لگا تھا۔انتظار کی سلیب طویل سے طویل تر ہوتی جا رہی تھی۔۔

احمد نواز اس کی خالہ کا بیٹا تھا خالہ گاؤں میں رہتی تھی غریب اور مزدوری پیشہ نواز سے ان کی شادی ہوگئی تھی جیسے تیسے وہ گزر بسر کر رہی تھی کہ اچانک خالہ کی موت نے احمد نواز کو تنہا کر دیا تھا میرے والد بہن دفنانے کے بعد دو دن وہاں رہے تو ان کو اس چار سالہ احمد پر بہت ترس آیا۔گاؤں میں رہ کر اسکا مستقبل کچھ نہیں ہو سکتا تھا سوائے اس کے باپ کے نقش قدم پر چل کر ضرور مزدور ہی بن جائے وہ اس کے والد نواز کی اجازت سے اس کو شہر لے آئے احمد نواز کے آنے پر اگرچہ ممی نے چوں چراں کی تھی لیکن بابا جان کی گھر میں چلتی تھی تو ممی ان کی سننے پر مجبور ہو گئیں۔

احمد نواز ہمارے درمیان رہتا تھا اس کا ایڈمیشن بابا نے ہمارے ساتھ ہی کروایا تھا اچھے سکول میں کرایا تھا اس کو وہ سب سہولیات دیں جو کہ ہمیں میسر تھیں لیکن کچھ نہ دیا گیا تو وہ پیار محبت اور اعتماد تھا ممی کا پر حقیر لہجہ اور بلاوجہ اس پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا روک ٹوک کرنا۔

اس کے اعتماد کو دیمک کی طرح سے چاٹ گیا تھا اگرچہ کہ ممی بابا جان کی پیٹھ پیچھے یہ سلوک

لیکن احمد نواز کے میرے کے میرے
چھایاں ہر وقت رقص کرتی رہتی تھیں
کے آنے پر مستعدی سے چار چار
کام سنبھال لیتا تھا لانڈری سے کپڑے
ں بھر کے آٹا گھر کا سودا سلف لا دیتا تھا
کاموں کے باوجود بھی وہ ہر کلاس میں
تی میرے بھائی اس کی فرسٹ پوزیشن
ر جاتے تھے خاص طور پر اس وقت جب
کا کندھا تھپتھپاتے یا پھر انعام کے طور
کا گفٹ دیتے تھے برا تو وہ مجھے بھی لگتا
نواسکے لیے میرے دل میں بھی موجود
وقت کے ساتھ ساتھ جہاں میرے
ممی کے دل میں اسکے لیے فساد بڑھتا
دل میں اس کے لیے ہمدردی بنتی گئی تھی
دردی نے کب کا روپ دھارا تھا میں خود
رہ گئی تھی احمد نواز نے ایف اے میں
بورڈ میں ٹاپ کیا تھا بابا جان نے اس کو
کر دی تھی ممی نے پورے گھر میں وبال
لیکن بابا جان کہاں سنتے تھے خوش تو میں
اس خوشی میں میں نے اسکے لیے چائے
میں نے جونہی اس کے کمرے کی دہلیز پر
اندر سے آتی آوازوں نے میرے پاؤں
ہاتھ پلیز فرح مجھے بار بار تنگ نہ کیا کرو
رہا ہوں فارغ ہو کر تو ملنے آجاؤں گا ابھی
رہا ہوں میں۔
کا نام سن کر ہی میں پہروں جلی تھی
انداز سے دروازہ کھولا تھا لیکن اندر احمد نواز
پر بیٹھا دیکھ کر میں شرمسار ہو گئی تھی میں
پروگرام آ رہا تھا وہ مجھے دیکھ کر حیران ہو
کیونکہ میں بہت کم اس کے کمرے میں آتی
جاتی تھی خیریت کوئی کام تھا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا میں یہ چائے دینے آئی تھی آپ کو۔میں نے چائے کپ اس کے حوالے کیا تھا اس نے مجھے دیکھا اور پھر کپ کو دیکھا تھا تمہارا رزلٹ آیا ہے نا تم نے اتنے کنجوس ہوا کہ مجھے مٹھائی نہیں کھلاؤ گے اس لیے میں نے سوچا کہ میں ہی تمہیں چائے پلا دوں میرے یوں چوٹ کرنے پر وہ شرمسار ہو کر بولا۔

یہ سب کچھ آپ لوگوں کی بدولت ہی ہوا ہے

میں اس کی بات کاٹ کر بولی۔

پلیز احمد نواز آج کے دن کوئی ڈائیلاگ نہیں سننا چاہتی میں خوش ہوں کہ تم نے ٹاپ کیا ہے میں چاہتی ہوں تم آگے بھی پڑھو بہت آگے جاؤ۔میں ابھی کچھ اور بولنا چاہتی تھی لیکن نوکر مجھے بلانے آگیا تھا۔ممی مجھے بلا رہی تھیں۔

زریں تیار ہو جانا شام کو کچھ لوگ تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں ایک دن ممی نے مجھے کچھ لوگوں کے آنے کی اطلاع دی تھی میں جو اطمینان سے کالج جانے کی تیاریوں میں تھی اس خبر کو سن کر تیوار گی گئی۔کیوں ممی۔کس لیے آ رہے ہیں۔

میں تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

لڑکیوں کے گھروں میں مہمان کیوں آتے ہیں تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں انہوں نے نارمل سے انداز میں کہا۔

ممی میں پڑھ رہی ہوں ابھی پلیز وہ کچھ مت سوچیں مجھے صحیح معنوں میں مرچیں لگ گئیں تھیں

تمہارے بابا جان چاہتے ہیں کہ تمہارا رشتہ طے کر دیا جائے بے شک شادی کچھ عرصے بعد کر دیں گے وہ کہہ کر جا چکی تھیں جبکہ میرا دل سوکھے

پتے کی مانند لرز نے لگا تھا میں احمد نواز کے علاوہ
کسی اور سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی اور
احمد نواز کا نام میں ممی کے سامنے لے بھی نہیں سکتی
تھی وہ احمد نواز سے شدید نفرت کرتی ہیں۔ اور پھر
لڑکے والے آئے اور مجھے پسند کر کے گئے اور کچھ
ہی دنوں تک میری منگنی بھی ہوئی لیکن میں دل ہی
دل میں منصوبے بنانے لگی کہ اگر احمد نواز مجھ سے
محبت کا اقرار کرلے گا تو میں یہ منگنی توڑ دوں گی
احمد نواز نے بی اے کرلیا تھا لیکن مجھ پر نظر ڈالنا تو
وہ جیسے گناہ ہی سمجھتا تھا اس کی ہی لاتعلقی نے مجھے
پیچ وتاب کھانے پر مجبور کر دیا تھا اس کو اپنی جانب
راغب کرنے کے کتنے ہی منصوبے بناتی لیکن میرا
ہر منصوبہ ناکام ہو جاتا تھا پتہ نہیں وہ پتھر کا انسان
تھا یا اس کے سینے میں دل نہیں تھا کہ وہ میری
جانب دیکھتا ہی نہیں تھا انہی دنوں احمد نواز کو خبر ملی
کہ اس کا باپ ہمارے شہر چھوڑ کر گاؤں میں جارہا
تھا۔

بابا جان نے اس کو روکنا چاہتا تھا لیکن اس
نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی تھی کہ اس کا باپ کب
سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا اس کو واپس جانا ہوگا ممی
کے لیے تو احمد نواز کی جانے کی خبر خوشی کی نوید تھی
اور میں جو اس کے جانے کی خبر سن کر ادھ موئی ہو
گئی تھی کس کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن میں
نے احمد نواز سے اقرار محبت کرنے کا سوچ لیا تھا۔

میں نے ایک طویل خط لکھا جس میں میں
نے اب تک کے سارے حالات اپنے دل پر اس
کی پہلی دستک سے لے کر کی تمام باتیں من وعن
لکھ ڈالی تھیں اور خط کنگ میز پر رکھ دیا تھا وہ سب
سے مل کر چلا گیا تھا اور اس کو گئے آج چھٹا دن تھا
میں ہر روز اکا انتظار کرتی ہوں کہ شاید اس کا خط کا
جواب آجائے لیکن اس کا کوئی جواب نہ آیا مجھ
بے کلی سی چھائی ہوئی تھی احمد نواز کی یاد نے مجھ
اندر اندر تک بنجر بنا دیا تھا۔

دل میں کتنی ہی بار میں اسکے کمرے میں
تی اور پھر اندر سے ہو کر آجایا کرتی تھی اور وہ آ
بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں اسکے کمر
کے باہر کھڑی تھی آنکھوں میں آنسو کی دھند تھی ا
دل اس کی یادوں سے بھرا تھا پتہ نہیں کیوں م
اسکے کمرے میں داخل ہوگئی تھی سب کچھ جوں
توں رکھا وہ تھا ایسے جیسے وہ ابھی باہر گیا ہو کس کا
سے اور اچانک آجائے گا دل کہتا تھا کہ وہ آئے
خیال میں چلتے ہوئے میں اس کی میز کی جانب
آئی تھی جہاں پر ترتیب سے اس کی کتابیں رکھ
ہوئی تھیں اور بھی میری نظر اچانک میز پر پڑے
اس سفید خط پر پڑی تھیں بے یقینی کی تند و تی
لہروں نے میرے پورے وجود پر احاطہ کر لیا تھ
اس نے میرا خط پڑھا بھی میں جو انتظار کی سلیب
پر کھڑی تھی میرا انتظار بے سود تھا فضول تھا اس نے
کبھی میرے دل کے احوال سے آگاہی حاصل
ہی نہیں کی تھی۔ میں نے وہی پر زار و قطار رونا
شروع کر دیا تھا۔

میں انتظار میں تھی وہ لاحاصل تھا بے سب
تھا۔ اور آج جب میرا ایک سال کے بعد میری
شادی ہو رہی ہے تو میں کس قدر احمد نواز کو بھولنے
میں کامیاب ہو ہی گئی ہوں وقت بہت بڑا استاد
ہے جو ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ زخموں پر
مرہم رکھتا چلا جاتا ہے۔

یوں گھر میں شادیانے بجنے لگے خوشی کا
ماحول تھی نوکر نے مجھے چھٹی لا تھمائی تھی میں پہلے
سے اس چھٹی کو دیکھا تھا میری تمام دھڑکنیں تو

شادی پر آرہی تھی پھر یہ کون ہیں دوست تھی جس
نے مجھے چھٹی لکھی تھی میں نے چھٹی کو الٹ پلٹ
کر دیکھا اور جونہی لفافہ پھاڑ کر میں نے چھٹی
نکالی تھی یقین مانو میرے پیروں تلے سے زمین
نکل گئی تھی پیاری زریں چھٹی کی پہلی سطر نے ہی
مجھے چونکا دیا تھا۔ میری نظر بے تابی سے اگلی
سطروں کو پڑھنے لگی تھی زریں تمہارے لیے حیرت
انگیز بات ہوگی یہ سن کر کہ میں بھی تمہیں چاہتا
ہوں احمد نواز کے الفاظوں نے زریں کے سر پر بم
پھوڑ ڈالا تھا وہ گرنے کے سے انداز میں صوفے
پر بیٹھ گئی تھی لیکن میں کبھی یہ جرات نہیں کر سکا
تمہیں بتا پاؤں کہ تمہارا خط پڑھا دل کو تقویت
ہوئی کہ محبت کے اس سفر میں اکیلا مسافر نہیں ہوں
لیکن زریں میں بزدل تھا میں ہی جانتا ہوں مامو
ں جان مجھے بھلے ہی قبول کر لیتے تمہارے بھائی
اور مما مجھے نوکر کی حیثیت سے تو قبول کرسکتی یہاں
لیکن داماد کے طور پر نہیں اس لیے میں نے وہ خط
وہی پر چھوڑ دیا تھا میں شادی کر رہا ہوں میری
کزن تم نے جیسی حسین بھی نہیں پڑھی لکھی بھی
نہیں لیکن زریں وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اتنی نہ
سہی جتنی میں تم سے کرتا ہوں میں اسکو قبول کر رہا
ہوں یہ سوچ کر کہ ہماری قسمتوں میں ہی لکھا تھا۔
ہفتے بعد میری شادی ہے کارڈ بھیج رہا ہوں اگر ٹائم
ملے تو آجانا۔

فقط تمہارا احمد نواز۔

احمد نواز کا اقرار نامہ میرے سامنے تھا مجھے
شکوہ تھا احمد نواز سے کہ اس نے میرے دل میں
بجھتی لو کو ہوا دی ہے اب یہاں عاشقی کے
بھانبڑ چل اٹھے تھے جب اپنے منزل کا یقین کر ہی
لیا ہے تو مجھے اپنے دل کے جانے والے راستے کا
پتہ کیوں دیا میں جو کہ آج نیا سفر شروع کر رہی
ہوں پھر سے راستہ بھول گئی ہوں بھٹک گئی ہوں
اس محبت نے میرے اندر کڑواہٹ پیدا کر دی
ہے احمد نواز کے لیے۔ دل ہر وقت پٹھانے خان کا
گانا گاتا ہے۔

میڈا عشق وی تو میڈا یار وی تو
میڈا دین وی تو۔ ایمان وی تو
میڈا ذکر سی تو۔ میڈا فکر وی تو
میڈا ذوق وی تو۔ وجدان وی تو
میڈا سانول مٹھڑا شام سلونا
من موہن جان وی تو

قارئین اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیے گا
کہ کیسی لگی آپ کو زریں اور احمد نواز کی کہانی اس
کہانی کا ایک ایک لفظ سچ ہے اگرچہ احمد نواز اور
زریں دونوں اپنی زندگیوں میں مگن ہیں لیکن ایک
خلش دونوں کے دلوں میں ابھی بھی موجود ہے
خلش اس محبت کی ہے۔ جس کو دونوں نے بھایا تھا
زریں چونکہ لڑکی تھی جو کہ اپنے جذبات کا اظہار
نہیں کر سکتی تھی اور احمد نواز ایک مجبور مرد تھا جو کہ
احسانوں تلے دبا ہوا تھا۔

کرتے نہیں محبت محبت ہوجاتی ہے
ہر پل دیدار کی دل کو چاہت ہو جاتی ہے
ایسا روگ لگ جاتا ہے زندگی بھر نہیں جاتا
انہی کے پاس رہنے کی عادت ہو جاتی ہے
برداشت کرنے پڑتے ہیں محبوب کے نخرے
ان کا پیار دل کی ضرورت بن جاتی ہے
شاہد محمود گل

مقدر کے کھیل

--تحریر۔ گڑیا چوہدری۔ سہہ پور--

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

شہزادہ بھائی اس میں پہلی بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہی ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے اس سے پہلے مختلف ڈائجسٹ میں لکھتی رہی ہوں۔ امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارئین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام۔ مقدر کے کھیل۔ رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سا نام بھی دے سکتے ہیں۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

میرے دل کے محل میں صرف تم ہو
اپنی پلکوں پر سجاؤں
خواب صرف تمہارے
میری تنہائی
میری آرزو
میری زندگانی
صرف تم ہو
تو روح میں بسالوں تم کو

زندگی کی شاہراہ پر اچھے بھلے چلتے چلتے آپ کا کوئی بہت اپنا دوست ہمراز آپ سے ناراض ہو جاتا ہے تو دکھ ہوتا ہے یہی سوچتے سوچتے کب سفر ختم ہوا پتہ ہی نہ چلا اور میں سرفراز بھائی کے ساتھ ان کے گھر آ گئی۔

دو سال بعد میں آئی تھی اپنی ماسی کے گھر ماسی اور سرفراز بھائی کی بیگم مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئیں ہاں ماشاءاللہ ماسی نے کہا پر پتہ نہیں سرفراز کی بیگم مجھ سے کچھ افسردہ سی کیوں تھی جیسے وہ اندر سے پریشان سی ہو وہم بھی ہو سکتا ہے پتہ نہیں آج کل مجھے ہر بندہ پریشان سا لگتا ہے پر پھر بھی صبح ضرور پوچھوں گی۔

جانتا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی منیر
غم سے پتھر ہو گیا مگر کبھی رویا نہیں

دوسرے دن سرفراز سٹور پر چلا گیا ماسی زمین کی طرف چلی گئی موقع اچھا تھا بھرجائی سارے کام ختم کر کے صحن میں بیٹھی تھی بھرجائی کیسی ہیں آپ۔

ٹھیک ہوں۔ پر پتہ نہیں آپ مجھے کچھ پریشان کیوں لگتی ہیں کیا بات ہے آپ مجھے بتائیں شاید میں آپ کی کچھ مدد کر دوں--

پھر بھرجائی یہ سنتے ہی رونے لگی میں اندر سے کانپ گئی ہو سکتا ہے میں نے غلط بات کر دی ہو پر جو کچھ انہوں نے مجھے بتایا میں سن کر غم کی

...ں میں ڈوب گئی۔

مجھے اکثر آرام سے بس اتنی شکایت ہے
میرے غم گساروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

...سرفراز کو کسی نے بتایا کہ میری ماں گھر سے ...ئی تھی نانی اماں نے سرفراز کو یہ بتایا تھا کہ میری ...ر گئی تھی باپ ذمہ داری نبھا نہیں سکتا تھا اس ...ے مجھے نانی اماں کے گھر چھوڑ دیا گیا تھا۔

...یہ بیلہ بھرجائی سچ کیا ہے۔

...ب یہ ہے کہ ماں گھر سے بھاگ گئی تھی ابا ...ے ماں کو طلاق دے دی تھی ماں نانی ماں کے گھر ...ئی تھی۔ وہاں ہی ماں کو اپنا کوئی کلاس فیلو ملا ...ماں بھاگ گئی مجھے چھوڑ کر۔

...ر میں قسم کھاتی ہوں کہ میں بے قصور ہوں ...امنی صاف ہے نہ تو میں نے کوئی غلط کیا نہ کسی ...لڑکے سے دوستی کی تھی نہ میں نے پیار کیا تھا۔

...یہ کیسا مقدر کا کھیل ہے میں نے صرف ...فراز کو اپنا دوست اور پیار سمجھا پر مجھے کیوں سزا ...رہی ہے جب تک سانس ہے مجھے سرفراز کی ...اں لگی رہے گی دعا کرنا میری امید نہ ٹوٹے پر ...و قبولیات کا وقت تھا سرفراز نے سب سن لیا تھا ...بیلہ سے معافی مانگ رہا تھا اور وہ اپنی شریک ...حیات سے بہت پیار کرتا تھا اور بیلہ اس کے سینے ...ں خود کو چھپا کر رونے لگی کیوں نہ روتی دل ...صاف جو ہو گیا تھا۔

میرے جیسی ہٹ دھرمی کو بھی رونا آ گیا یہی ...پ بھی ناحق کسی کی غلطی کی سزا کسی اور کو نہیں ...بنا سوچے گا ضرور۔

مجھے بھی صبح گھر جانا تھا اس امید کے ساتھ ...ر مجھے بھی خاور سائیں کو منانا تھا وہ ناراض جو تھا ...میری اپنی غلطی کی وجہ سے محبت سے غم اور اداسی سے ضرور پیدا ہو گئی وہ محبت ہی نہیں جو اداس نہ ہو۔

خاور سائیں کے نام۔

دریا میں قطرے کی صورت
گم ہو جاؤں
اپنے آپ سے باہر نکلوں
تم ہو جاؤں

امجد اسلام امجد۔

گڑیا چوہدری علی ہسپتال۔

کچھ نہیں ملتا

کسی کی آنکھوں سے سپنے چرا کر کچھ نہیں ملتا
مزاروں سے چراغوں کو بجھا کر کچھ نہیں ملتا
حسینہ سے کہو کہ پلکوں پر نہ ٹانگے خواب کے جھالر
سمندر کے کنارے گھر بنا کر کچھ نہیں ملتا
نہ جانے کون سے جذبے کی میت یوں تسکین کرتا ہوں
بظاہر تو تیرے خط جلا کر کچھ نہیں ملتا
مجھے اکثر ستاروں سے یہ آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں یوں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی آنکھیں خون سے روئیں گی
کسی کا دل دکھانے سے کچھ نہیں ملتا

شکیل بدایونی ---- عدنان خان۔ ڈی آئی خان

غزل

میں کسی اور کا ہوں اتنا بتا کر رویا
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر رویا
مجھے انجام محبت نہیں معلوم تھا ہرگز
یہ کہا اور مجھے سینے سے لگا کر رویا
جو مجھے ضبط کی تلقین کیا کرتا تھا
وہ زمانے کو میرا حال سنا کر رویا
آنسو بن کر نہ نکل جاؤں کہیں
اس ڈر سے اپنے اشکوں کو وہ آنکھوں میں چھپا کر رویا
وصل کا آخری لمحہ جو میسر تھا ہمیں
اسی لمحے میں وہ صدیوں کو سما کر رویا

---- ایم امیر عاصم ملک۔ پپلاں ☆

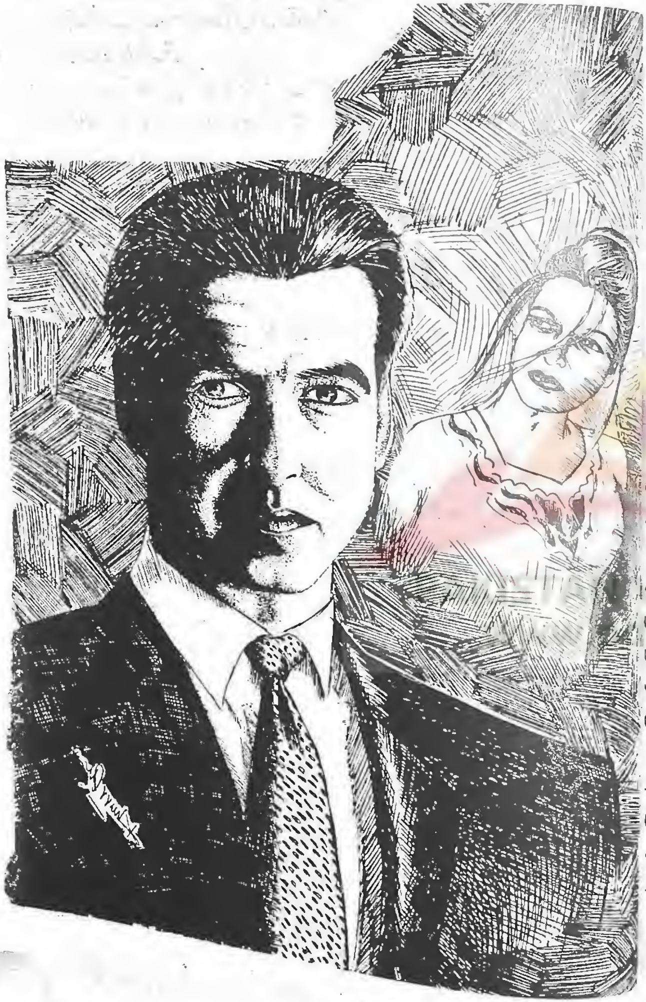

اپنے پیاروں کی راکھ

--تحریر۔سعدیہ اقبال۔کراچی--

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
شہزادہ بھائی اس میں پہلی بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہی ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارئین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام۔اپنے پیاروں کی راکھ۔رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سا نام بھی دے سکتے ہیں۔ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

آسمان پر اکا دکا بادل تھے سورج بھی بادلوں کے ساتھ لکا چھپی کھیلنے میں مصروف تھا دھیمی دھیمی ٹھنڈی ہوا بھی اسکے تپش زدہ وجود کی جلن کم کرنے میں ناکام تھی کراچی کا کوئی بھی خوشگوار موسم اس پر اثر نہیں کر سکتا تھا اسے تو یہاں کی فضاء بھی سوگوار میں پلٹی ہوئی نظر آتی تھی ایسا لگتا تھا کہ میاں کی آنکھ کو چندھیانے والی روشنی میں بھی کہیں کہیں اداسی کا عکس ہے خوبصورت دل لبھانے والے پھول پودے بھی غم اور دکھ کی مٹی میں نمودار پاتے ہیں یہاں کی خوبصورتیاں جیسے اس ماحول سے پناہ مانگی ہوئی لگتی تھیں۔

بڑی سی سفید چادر میں لپٹی ہوئی نیلی سنسان آنکھوں میں کرب کے دیئے جلائے معمول کے مطابق وہ گھر سے نکل آتی کافی دیر چلنے کے بعد وہ سڑک کے کنارے بنے سیمنٹ کے بنچ پر ٹک گئی زور کی طرح سامنے کا منظر جلتا ہوا روز دل کی طرح اس کی آنکھوں میں آسمایا تھا البتہ سامنے والی سڑک پر معمول کے مطابق ٹریفک رواں دواں تھی ہر کوئی سر پر مصروفیت کی ٹوکری سجائے جلدی سے جلدی کے چکر میں تھا۔

مگر فریال کو وہاں بھی دکھ سے لبریز لمحے تھرکتے نظر آئے تھے بھولتی بھی کیسے اس جگہ پر اس کی محبت کا اختتام کر دیا گیا تھا یہ اس کے امن آفریدی کا الوداعی اسٹیشن تھا جہاں امن کبھی لوٹ کر نہ آنے والی ٹرین میں سوار ہو گیا تھا اور فریال کو ہاتھ تک ملانے کا موقع نہ دیا تھا۔

ٹپ ٹپ نیلی ویران آنکھوں سے دو آنسو نکل کر چادر میں جذب ہو گئے لیکن وہ بے خیالی میں بس سامنے سڑک کو گھورے جا رہی تھی ہر آنے جانے والا اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا کچھ لوگ تو عادی تھے اسے روزانہ اس جگہ بیٹھے دیکھنے کے۔

کیوں روز آ جاتی ہو یہاں۔

مجھے تمہارا رونا پسند نہیں ہے فری۔ کان کے بہت قریب جیسے سرگوشی ہوئی تھی اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہاں کوئی نہ تھا۔

جانتی ہو آخر کی جہنم دنیا کی جہنم سے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جہنم میں گنہگار خطاوار کو ڈالا جاتا ہے اور دنیا کی جہنم میں بے قصور معصوم لوگوں کو بغیر کسی خطا کے جھونک دیا جاتا ہے پھر ہوئی نہ آخرت کی جہنم بہتر۔

امن آفریدی کی گونج آج بھی اس کے دل و دماغ سے ٹکرا رہی تھی۔

یہ فریال کی زندگی کی داستاں کیسے وہ اپنے امن آفریدی سے جدا ہوئی تھی۔ جلدی کرو فری ہمیں اسلام آباد پہنچ کر وہاں سے کراچی کی فلائٹ بھی پکڑنی ہے امن اونچی آواز میں بولا۔

فریال کبھی امی جان کبھی تائی اور تایا جان کے گلے لگ کر آنسو بہا رہی تھی آج زندگی میں پہلی بار وہ اپنے گھر والوں سے اور اپنی اس حسین وادی سے دور جا رہی تھی اس کی اور امن کی شادی کو ایک ماہ ہوا تھا کہ کراچی میں مقیم فریال کے اکلوتے ماموں کے بے حد اصرار پر انہیں کراچی ہنی مون منانے کا پروگرام بنانا پڑا تھا فریال اور امن چچازاد کزن تھے اور ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے تھے لہذا بڑوں نے ان کی پسند کو مقدس بندھن میں باندھ دیا تھا۔

کراچی پہنچ کر ماموں کی فیملی نے ان کا پر تپاک استقبال کیا شریر سی کزن فائقہ اور فریال کو بہت پسند آئے تھے فائقہ کو بھی گوری چٹی نیلی آنکھوں والی فری بہت پسند آئی تھی جبکہ امن آفریدی بھی اپنے وجیہہ سراپے کی وجہ سے کسی سے کم نہ تھے۔

اگلے دن فریال گھومنے کا پروگرام ترتیب دینے لگا ماموں اور مہمانی معذرت کر چکے تھے ینگ پارٹی کے ساتھ ان کا کوئی کام نہیں اور وہ سب ہر روز کہیں نہ کہیں گھومنے نکل پڑتے۔

نا جانے فریال کو یہ شہر زیادہ پسند نہ آیا اور کبھی کبھی وہ گھبرا جاتی اس شور بھیڑ ہنگامے سے اور کہتی۔

امن گھر کب چلیں گے۔

ارے میری سویٹ سی وائف ہم کونسا ہمیشہ کے لیے آئے ہیں کچھ دن کی بات ہے پھر اپنے گھر چلیں جائیں گے۔

اور وہ مطمئن ہو کر امن کے کاندھے پر سر ٹکا دیتی جیسے اس کا سکون اپنے اندر منتقل کر رہی ہو۔

جسم سے خون تک نچوڑ لیتا ہے
عشق جب ہجر اوڑھ لیتا ہے

یقین نہیں آرہا فری آپی آپ لوگوں کے آئے ہوئے مہینہ بھی ہو گیا اور کل آپ چلے جائیں گے فائقہ اداس تھی۔

جانا تو ہے نا ایک دن گڑیا اب تم لوگ آنا وہاں مل کر گھومیں گے پیکنگ کرتی ہوئی فریال مسکرائی۔ ارے یاد آیا امی اور تائی جان کے لیے گرم شالیں تو لینا بھول ہی گئے ہیں فری بولی۔ تو یہ کونسی بڑی بات ہے آپی پاس میں ہی شاپنگ مال ہے چل کر لے آتے ہیں۔ فائقہ کے بتانے پر وہ دونوں مال آ گئی تبھی امن کو فون آ گیا۔ کہاں ہو تم لوگ فری پریشان تھا۔

ہم پاس ہی مارکیٹ میں آئے ہیں کچھ سامان لینا تھا۔

اچھا تم لوگ وہاں رکو میں آتا ہوں تم دونوں کو گاڑی لے کر لینے۔ کہہ کر امن نے کال کاٹ دی وہ دونوں شاپنگ کر کے باہر آ گئی تھیں اور فائقہ اسے زبردستی آئس کریم پارلر لے آئی تھی۔ باہر کافی رش تھا پاس ہی شاید کوئی جلسہ تھا امن کو کال کر کے انہوں نے یہی بلوا لیا تھا۔

ابھی انہیں بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ امن ابھی تک نہیں آیا تھا تبھی باہر سے دل دہلا دینے والی خوفناک آواز آئی پارلر کے در و دیوار بھی ہل کر رہ گئے تھے تبھی کسی نے بتایا شاپنگ مال کے سامنے ایکسیڈنٹ ہوا ہے وہ دونوں بھاگ کر باہر آ گئیں ہر طرف افراتفری شور چیخ و پکار تھی بھاگم بھاگ لگی ہوئی تھی ہر طرف خون دیکھ کر فریال بے ہوش ہو گئی تھی۔ اور ہوش آنے پر ہسپتال میں جو خبر اس نے سنی اس کے ہوش و حواس سلب ہو چکے تھے امن آفریدی بھی اس ایکسیڈنٹ میں شہید ہو چکا تھا دنیا کیسے اجڑتی ہے تب فری نے جانا اپنا جہ
اچانک اذیت ناک موت مر جائے وہ دور فر
بار دیا تھا وہ پھر سے ہوش و حواس سے
تھی۔

کافی عرصہ ہسپتال میں ر
اٹھنے کے قابل ہوئی تھی مگر
خاموشی تھی پورا خاندان
کی ایک ضد تھی میر
جدائی ہوئی۔
شروع نہیں
کر
یاد

کی ہے مگر اس مزاحمت سے اس کا امن واپس آ

نا جانے کتنے لوگوں کے پیاروں کا
خون اس وطن کی زمین میں جذب ہوگا
کب تک یہ چلے گا۔
اور کتنے گھر جھلساؤ گے
اور کتنے لاشے گراؤ گے
ہم کندن بن کر نکلے
تم جتنی بار آز
امید ہے
آپ سب

محبت آج بھی ہے

تحریر۔ایم شکیل احمد آصف۔جڑانوالہ۔0300.7844021

شہزادہ بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
آج ایک کہانی محبت آج بھی ہے کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں یہ میری کہانی ہے امید ہے کہ میری حوصلہ افزائی کریں گے اور مجھے لکھنے کا مزید موقع دیں گے۔میں نے اس کہانی پر بہت ہی محنت کی ہے اور امید ہے کہ میرے قارئین کرام کو میری لکھی ہوئی یہ کہانی بہت ہی اچھی لگے گی۔ایسی کہانیاں معاشرے کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔اس کہانی میں کیا کچھ ہوا۔یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔آپ کی رائے کا [illegible] شدت سے انتظار رہے گا۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

[illegible] پانچ سال پہلے کی بات ہے جوانی [illegible] دنیا کی مستیوں میں زندگی [illegible] تھے محبت کیا ہے اس [illegible] ناواقف تھا۔
[illegible] اپنا تعارف کروانا ہی بھول گیا میرا نام [illegible] ہے میں ضلع فیصل آباد کا [illegible] والا ہوں۔
[illegible] ایک دن میں [illegible] واپس آ رہا تھا تو کیا [illegible] میں نے دکاندار کو پیسے دیئے ہی تھے کہ [illegible] سے بچے نے ٹیبل پر پیسے اور نمبر رکھ [illegible]
[illegible] لوڈ کر دیں [illegible]
[illegible] نے کیا ہوا میرے دل [illegible] بات کرتے ہوئے [illegible] سے نکلتے ہی میں [illegible] دوسری طرف سے کال [illegible] کو جھٹک دیا

اور عالم ناگواری میں گھر کی طرف چل دیا۔
ایسے ہی تین دن گزر گئے تھے چوتھے دن اسی نمبر سے مسڈ کال آئی میں نے فورا کال بیک کی تو دوسری طرف سے ایک لڑکی کی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی رسمی علیک سلیک کو بالا طاق رکھتے ہوئے اس نے ناراضگی کے انداز میں کہا۔
ہم نے لوڈ کے پیسے دیئے ہیں کال کرنے کے نہیں۔تو ایسے میں توحید نے نہایت شائستہ انداز میں اسے بتایا۔
میں پی سی او والا نہیں ہوں میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے کال ڈراپ کر دی۔
پھر چار دن گزرنے کے بعد اسی نمبر سے ایک بار پھر کال آنے لگی دوسری طرف وہی لڑکی میرے سے مخاطب ہوئی تھی وہ مجھ سے مسلسل ایک ہی بات پوچھ رہی تھی کہ ہمارا نمبر آپ کے پاس کہاں سے آیا اور آپ نے کس سلسلے میں کال کی۔

مجھے جھوٹ بولنا شروع سے ہی پسند نہیں تھا میں نے سچ سچ بتایا کہ میں نے آپ کا نمبر اسی وقت سیو کر لیا تھا جب اک چھوٹی سی بچی لوڈ کروانے آئی تھی۔

میں جڑانوالہ کا رہنے والا ہوں اور میں نے یہی سوچ کر کال کی تھی کہ شاید کسی اچھی لڑکی ہو جو کہ میری زندگی بھر کی ساتھی بن جائے اور میرا اکیلا پن بھی جاتا رہے میرا سچ سننے کے بعد اس نے یہ کہہ کر کال بند کر دی میں ایسے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتی اور ساتھ ہی کال بند ہو گئی۔

میں نے اسے ایک حسین خواب سمجھ کر بھولنے کی کوشش کرنے لگا ایسے میں دس دن بعد اسی نمبر سے پھر مسڈ کال آئی اسی کا نمبر دیکھتے ہی میں نے بے صبری سے اس کا نمبر ملا ڈالا۔

رسمی علیک سلیک کے بعد میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے سدرہ بتایا اس نے کہا کہ لڑکوں کے بارے میں میری ایک دوست نے میرا ذہن بھر رکھا تھا کہ ان کی محبت وقتی اور ہوس پر مبنی ہوتی ہے اپنا مطلب نکالنے کے بعد یہ راستہ بدل لیتے ہیں لیکن خدا نے مجھے بھی شعور دیا ہے جس کے مطابق آپ ٹائپ کے بوائز سے کافی مختلف ہیں

ایسے میں باتیں ہوتی رہی اس نے اپنے سابقہ راویے کے لیے انکار کیا اور پھر میں نے بھی اسے یقین میں ان لڑکوں میں سے ہرگز نہیں ہوں ایک بار آزما کر تو دیکھو میں آپ سے دوستی کر کے آپ کی سہیلی کو من گھڑت باتوں کو بے بنیاد ثابت کروں گا میری باتوں سے وہ کافی مطمئن ہو چکی تھی وہ کل بات کرنے کا وعدہ کر کے کال بند کر چکی تھی۔

اسی کے خیالوں میں رات آدھی بیت چکی تھی لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی میں بے چینی میں کروٹ پہ کروٹ بدلتا رہا لیکن نیند میرے سے مسلسل ناتا توڑے ہوئے تھی نجانے رات کا وہ کون سا پہر تھا جب نیند کی دیوی میرے پہ مہربان ہوئی اور میں سو گیا تھا۔

صبح اٹھتے ہی سیل فون اس غرض سے چیک کیا کہ شاید سدرہ کی کوئی کال یا ایس ایم ایس آیا ہو لیکن آج میرے موبائل فون میں بھی خزاں کا عالم تھا پتہ نہیں کیوں مجھے بے چینی سی محسوس ہونے لگی مجھے یوں لگتا کہ جیسے میری کوئی قیمتی چیز گم ہو گئی ہو میں اس کی کال کا انتظار کرنے لگا۔۔ یوں بیس دن تک اس کی طرف سے کوئی رسپانس نہ ملا اور میں نے بھی چپ سدھار لی اور اپنے دل کو سمجھانے لگا کہ شاید میں اسے پسند نہیں آیا شاید اسی لیے وہ دوستی نہیں کرنا چاہتی شاید اسے میری آواز اچھی نہ لگی ہو شاید اسے مجھ سے زیادہ اپنی سہیلی پر اعتماد تھا اس کی باتوں میں سچائی تھی اور اسی کے زیر اثر میرے سے بات کرنا ترک کر دیا تھا شاید شاید شاید۔ میں اپنے خیالوں میں غوطہ زن تھا کہ میرے سیل فون کی گھنٹی نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔

موبائل کی سکرین پر سدرہ کا نام ظاہر ہو رہا تھا ایک ایسا نام جو میرے لیے بہت خاص تھا جو مکمل طور پر میرے وجود میں سرایت کر گیا تھا جس کی خلاصی صرف مرنے کے بعد ہی ممکن تھا میں نے سدرہ کی کال پک کی سلام ودعا کے بعد سدرہ نے مجبوری بتاتے ہوئے کہا کہ میں کچھ مصروف تھی فون نہ کر سکی اس دوران آپ کی پرکھ بھی ہو گئی آپ سچ میں ایک اچھے انسان ہیں باتیں طوالت اختیار کرتی گئیں یوں اس نے بھی مجھے سچ سچ بتا کہ میں بھی آپ کے ساتھ والے محلے کی رہنے والی ہوں میرا نام سدرہ ہے چلیں میں فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹ ہوں ہر روز ابو کالج چھوڑنے جاتے ہیں اور بھائی واپسی پر لے آتے ہیں اور میں آپ

کو دیکھنا چاہتی ہوں اس کے بعد ہی کوئی مثبت جواب دوں گی اس نے مجھے اپنے کالج کا نام بتایا اور بریک ٹائم آنے کا بولا۔

اگلے دن میں اپنے کالج کی بجائے اس کے کالج کے سامنے تھا اور بے چینی سے بریک کا انتظار کرنے لگا آخرکار بریک کی بیل ہوئے سدرہ نے اپنی فرینڈ کے نمبر سے مجھے کال کی او رگیٹ کے پاس مجھے آنے کا بولا پھر وہ گیٹ کے سامنے آ گئی آنکھوں سے آنکھیں چار ہوئیں تو میں اسے دیکھتا ہی رہ گیا وہ بلا کی خوبصورت تھی شوخ چنچل ہرنی جیسی چال غزالی آنکھیں کمر کے ساتھ انکیاں کرتے لمبے گھنے بال وہ قدرت کے کسی عجوبے سے کم نہیں لگ رہی تھی اتنے میں ہم ایک دوسرے کے قریب آ گئے اور آتے ہی میں نے کہا بتاؤ اب تو آپ نے دیکھ لیا ہے کیا فیصلہ ہے اب آپ کا پھر سدرہ نے کہا۔

سوچ کر بتاؤں گی اور ہنستے ہوئے کالج کے اندر دوڑ گئی۔

شام کو سدرہ کی اس نے کہا تو حید مجھے آپ بہت پسند آئے ہو میری سوچوں سے بھی بڑھ کر نکلے ہو آپ یوں سدرہ نے بھی اپنی دوستی کا گرین سگنل دے دیا اور باتوں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا۔

یوں ایک سال ہماری دوستی کی نظر ہو گیا اس دوران ہم کبھی نہ مل پائے نہ میں نے بولا اور نہ ہی سدرہ نے ملنے کا اصرار کیا یوں میں دوستی کا بولا تھا اور ایک اچھا دوست ہونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن دوسری طرف سدرہ نجانے کب تو حید کو اپنے دل میں ایک ایسا درجہ دے چکی تھی جو کہ ہر سچا پیار کرنے والا دیتا ہے۔ لیکن وہ تو حید کے دل میں ایک دوست کی طرح تھی۔

ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد سدرہ نے تو حید کو ملنے کا بولا اور کہا کہ آج میں گھر سے کالج کے لیے آؤں گی لیکن آپ مجھے رستے میں ہی پک کر لینا تو حید آج کالج نہیں گیا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق مقررہ جگہ پر پہنچ گیا تھا اور اسی رستے میں ہی سدرہ کو پک کر لیا تو حید نے اپنی گاڑی میں بٹھایا ور دونوں لمبی ڈرائیو کے لیے نکل گئے چھٹی تک دونوں نے خوب انجوائے کیا ہوٹلنگ کی جوس پیئے اس دوران میں نے سدرہ کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا وہ اس ملاقات سے بہت زیادہ متاثر ہوئی تھی اور اندر ہی اندر پیار میں جلنے لگی لیکن میں دوستی پر قائم رہا اور ملاقاتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا سدرہ نے اپنے پیار میں بہت آگے نکل چکی تھی لیکن تو حید نے اپنی حد کراس نہ کی تھی اور اپنے وعدے کے مطابق دوستی پر قائم رہا جبکہ سدرہ تو حید سے شادی کے پلان تک کو ترتیب دے چکی تھی کہ اگر میری شادی ہوئی تو صرف تو حید سے ہی ہو گی وہ میرا ہے اور میرا ہی ہمیشہ رہے گا اس نے اپنی تمام سہیلیوں کو کھلم کھلا بتا دیا تھا کہ وہ تو حید سے بے انتہا پیار کرتی ہے وہ مریا ہے صرف اور صرف میرا یہ باتیں بڑے چاؤ کے ساتھ سہیلیوں سے شئیر کرتی اور خوش ہوتی لیکن دوسری طرف سدرہ کے احوال سے مکمل طور پر نا واقف تھا اور یوں سمجھا ہوا تھا کہ ہم دوست ہیں اسے دوست سمجھتا ہوں تو وہ بھی مجھے دوست ہی سمجھتی ہو گی۔

ایک دن میں نے سدرہ کو بلایا اور ہم دونوں فیصل آباد کے لیے روانہ ہو گئے جب ہم ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے سدرہ کو بتایا کہ میں شادی کر رہا ہوں اس لڑکی سے جو مجھے بچپن سے ہی پسند کرتی آ رہی ہے وہ مجھی شاید میرے سے اظہار کروانے کے لیے بول رہا ہے اور اس بات کو اگنور کرتے ہوئے بولا کہ اپنی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

شادی میں مجھے ضرور بلانا آپ کی شادی کی تیاریوں میں میں خوش شامل ہونا چاہتی ہوں میں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور یوں ہم دونوں ہنسی خوشی گھر واپس آ گئے۔

اگلے دن میری منگنی ہو گئی اور میں نے سب سے پہلے سدرہ کو بتایا اس نے ایک مرتبہ پھر میری بات کو اہمیت نہ دی کے شاید میں مذاق کر رہا ہوں پندرہ دن بعد میری بارات تھی میں نے سدرہ کو وعدہ کے مطابق اپنی شادی کی تیاریوں سے آگاہ کیا لیکن اس نے کہا۔

میں کچھ مصروف ہوں اور مسلسل میری طرف سے لاپرواہ رہی اور یہ سب اس کی طرف سے اظہار کروانے کا ایک طریقہ سمجھ کے چپ رہی لیکن وہ اس بات سے بالکل بھی بے خبر تھی کہ اس کی زندگی تاریکیوں کی نظر ہونے جا رہی ہے۔ وہ توحید جسے وہ اپنے من مندر میں سما چکی تھی وہ کسی اور کا ہونے والا ہے میں اندر ہی اندر بہت افسردہ سا تھا کہ جب اسے حقیقت کا پتہ چلے گا تو وہ کیسے خود کو سنبھال پائے گی کیونکہ اس کے حسین سپنے ریزہ ریزہ ہونے کے قریب تھے۔ آج میری برات روانہ ہونے سے پہلے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں اپنی کوئی بہت ہی قیمتی چیز کھو رہا ہوں اک درد ایک تڑپ اندر ہی اندر مجھے ڈسنے لگا میں سوچنے لگا کہ شاید میں کوئی بھول کر رہا ہوں اگر سدرہ میرے ساتھ پیار کر کے بھی انجان ہے تو میں بھی تو اسے پیار کرتا ہوں اتنا پیار شاید اس نے بھی نہ کیا ہو لیکن میں اپنے وعدے کو ذہن میں لاتے ہوئے کچھ مطمئن سا ہو گیا تھا کہ نہیں ہم دوست ہیں اور دوست ہی رہیں گے بارات پر سکون انداز میں اپنی تکمیل کو پہنچ گئی میں اپنی دلہن جو بچپن سے ہی میرے سے بہت پیار کرتی تھی کو لے کر آ گیا تھا۔

شادی کے پانچ دن بعد سدرہ کی سہیلیوں نے اسے کنفرم بتایا کہ توحید کی سچ میں شادی ہو گئی ہے اس نے سب آپ کو سچ بتایا ہے وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا وہ سچ میں آج کے لڑکوں سے مختلف تھا اس نے ثابت کر دیا ہے کہ تمام لڑکے ایک جیسے نہیں ہوتے۔

یہ اسمبلی کا ٹائم تھا کوئی بھی لڑکی اپنی عزت یوں نیلام نہیں کرتی سدرہ نے جب اپنی محبت کی باتیں اپنی سہیلیوں کی زبانی سنی تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی چیخنے لگی چلانے لگی کالج کے گراؤنڈ میں کبھی ادھر تو کبھی ادھر دوڑیں لگاتی اس کی حالت پاگلوں کی سی تھی اس پر غشی کے دورے پڑنے لگے اور وہ ایک لمبی چیخ مار کر گر گئی سب اسے پکڑنے والے تھے وہ کسی کے بھی قابو میں نہیں آ رہی تھی سارا کالج اسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی تماشہ ہو رہا ہو اس کی تمام سہیلیاں اسے سمجھاتی رہیں لیکن اسے کسی کی کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی کچھ لمحے بعد جب اس کے من کا بوجھ رو رو کر ہلکا ہوا تو وہ کالج کو ہمیشہ کے لیے خیر آباد کہہ چکی تھی۔

یہ بات جب مجھ تک پہنچی تو مجھے بہت دکھ ہوا اور میں اندر ہی اندر خود کو ملامت کرنے لگا کہ اس سب کی وجہ شاید میں ہوں اور میں پیار ہونے کے باوجود بھی زاروقطار رو دیا میں مسلسل روتا رہا کہتے ہیں رونے سے من ہلکا ہو جاتا ہے لیکن رونے سے جسے کھو دیا ہو وہ واپس تو نہیں آ سکتا نہ وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا میرا کوئی بس نہیں چل رہا تھا اسی اثناء میں میں نے تمام احوال اپنی بیوی کے گوش گزار دیئے۔

میری شادی کو بیس دن ہو گئے تھے میری بیوی اک سمجھدار لڑکی تھی اس نے بہت اچھا فیصلہ کیا اس نے کہا میں آپ کو لیے دن رات تڑپتی رہی جب اظہار کیا تو وہ مل گیا جو میں نے چاہا

[طال]ب مجھے میری مرض کی دعا مل گئی تھی جہاں [م]مکن ہوا میں آپ دونوں کے ساتھ ہوں میں [آ]پ کو یوں برباد نہیں ہونے دوں گی اس کی تمام [باتی]ں میرے دل کو لگیں اور میں بہت خوش ہوا۔

دوسرے دن ہم میاں بیوی سدرہ کے گھر [گئ]ے سدرہ نے ہم کو یوں متعارف کروایا کہ یہ میری کالج کی سہیلی ہے اس کی شادی ہو گئی ہے اور یوں آج مجھے ملنے آئی ہیں سدرہ توحید یعنی مجھے اپنے ساتھ دیکھ کر بہت خوش نظر آ رہی تھی میری بیگم نے اسے بہت سمجھایا اور کہا کہ میں آپ کے حالات سے مکمل طور پر واقف ہوں یہ تو مقدر کے کھیل ہوتے ہیں یوں خود کو برباد نہ کرو اگر آپ چاہو تو میں آپ کو سوتن بنانے کو بھی تیار ہوں جو ہوا سو ہوا سدرہ نے اپنی محبت تو کھل چکی تھی لیکن وہ کسی کی زندگی کا بٹوارہ نہیں کرنا چاہتی تھی آپ کا شوہر آپ کو مبارک ہو باقی میں نے آپ کے شوہر سے محبت کی ہے جو کہ میں مرتے دم تک کرتی رہوں گی ایک سچی اور بے لوث محبت یہ ضروری نہیں جس سے محبت ہو اسے حاصل کیا جائے محبت تو پانے کا نہیں کھونا کا بھی نام ہے اب میں آپ دونوں کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں آپ میری بڑی بہن کی طرح ہیں اپنا گھر بسا لیں بس آپ سے اتنا مانگوں گی کہ جب بھی میں اپنے توحید کو دیکھنا چاہوں آپ چند لمحے میرے لیے اسے اجازت دے دینا۔

میری بیگم نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کرنے کا وعدہ کیا اور یوں ہم دونوں گھر آ گئے۔

آج پانچ برس بیت چکے ہیں آج بھی سدرہ توحید سے سچی محبت کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی میں نے سدرہ کو شادی کا کافی بار بولا لیکن وہ مسلسل نہ نہ کی رٹ لگائے ہوئے ہے اور یہ کہہ کر مجھے چپ کروا دیتی ہے کہ میں اپنی محبت کسی سے شیئر نہیں کرنا چاہتی کسی اور کے گھر جا کر اس کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتی۔

تو دوستو پلیز آپ سب سدرہ کے لیے دعا کریں اور اس کے لیے مجھے کوئی اچھا سا مشورہ دیں تا کہ وہ بھی اچھی زندگی گزار سکے۔ تو دوستو یہ تھی توحید اور سدرہ کی کہانی جو کہ آپ بیتی کی شکل میں میں نے آپ تک پہنچائی اسے لکھنے میں میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتائیے گا مجھے آپ کی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔

نہ چاہت ہے ستاروں کی
نہ تمنا ہے نظاروں کی
آ جیسا ایک دوست ملا تو کیا
نہ ضرورت ہے ہزاروں کی۔

فضا شعیب لاہور

ماں

جس میں سمٹے سارا جہاں
چھوٹا سا ہے وہ لفظ ماں
اس رشتے سے سب ہیں واقف
کوئی نہ سمجھے کیا ہے ماں
پیار اور محبت کا کرے ہر دم
چاہت کا ایک خزانہ ہے ماں
قدموں تلے ہے جنت اس کے
اتنی عظمت ان سے پوچھو
جن کے پاس نہیں ہے ماں
ماں نعم البدل نہیں اس کا دنیا بھر میں
اک ایسا لازوال رشتہ ہے ماں
دعا دیتا ہے دل تجھے ہر سکھ پانے کی
نظر نہ لگے تجھے زمانے کی
سمٹ لے تیرا دل ہر خوشی زمانے کی
صدا رہے تیری عادت مسکرانے کی

فاطمہ حسنین لاہور

بکھرے خواب

--تحریر-ایم جاوید نسیم چوہدری-0345.5453286

شہزادہ بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
شہزادہ بھائی اس میں ایک بار ایک سٹوری کے ساتھ جواب عرض کی اس خوبصورت محفل میں دستک دے رہا ہوں امید ہے آپ حوصلہ افزائی فرمائیں گے -امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے یہ کہانی ایک دکھی کہانی ہے جسے قارمین بہت پسند کریں گے اور مجھے قارئین کی تعریف وتنقید کا بے چینی سے انتظار رہے میں نے اس کہانی کا نام-بکھرے خواب-رکھا ہے امید ہے سب کو پسند آئے گا اگر آپ نام تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی پیارا سا نام بھی دے سکتے ہیں۔
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

تعبیر سے محروم میرے خواب بہت ہیں
سادہ سی کہانی ہے پر باب بہت ہیں
شب و روز نیا اک زخم ہیں دیتے
دشمن کی کیا ضرورت احباب بہت ہیں

جنوری کی گہری ٹھٹھرتی رات نے دھند کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔شیشوں پہ جمی کہر سے پھسلتے قطرے ایک باریک سی لکیر بناتے نہ جانے کہاں اندھیروں میں گم ہوتے جا رہے ہیں۔ہر طرف ایک سحر انگیز سکوت چھایا ہوا ہے۔برفیلی سرد ہوا کے تھپیڑوں سے کبھی کبھار ماحول کا سکوت ٹوٹ جاتا ہے۔بالکل کسی حسرت زدہ ماں کے آنسوؤں کی طرح۔جو کسی معصوم بچے کی یاد میں آنکھوں کی پتلیوں کا ساتھ چھوڑ رہے ہوں۔اس سیاہ رات کا سناٹا دل و دماغ پہ چھاتا جا رہا ہے۔ذہن میں گزشتہ جنوری کا وہ دل سوز سانحہ لوٹ آیا ہے۔جو اس جان لیوا موسم میں کسی محبوب کی یادوں سے کہیں زیادہ جاں گداز ہے۔دل چاہ رہا ہے اس کرب کی کیفیت کو لفظوں کی زبان دوں - مگر آنسوؤں کے دھارے مسلسل آنکھوں سے رواں ہیں۔قلم ساتھ نہیں دے رہا۔بہر کیف تحریر میں اگر کوئی کوتاہی رہ جائے تو درگزر کیجئے گا۔
میں اسلامیہ یونیورسٹی پشاور میں ایم بی اے کا سٹوڈنٹ ہوں اور یونیورسٹی کے قریب ہی ایک کالونی میں ذاتی فلیٹ میں رہائش پذیر ہوں۔ضلع مردان کے ایک گاؤں سے میرا تعلق ہے۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار مال، دولت اور نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ہماری کالونی میں روزانہ رات کو ایک 12 سالہ بچہ ایک بازو میں انڈوں سے بھرا کولر اور دوسرے ہاتھ میں مونگ پھلی سے بھرا تھیلا لٹکائے ''گرم انڈے اور مونگ پھلی'' کی صدائیں لگاتا پھرتا تھا۔ایک حساس طبیعت کا حامل ہونے کی وجہ سے میں اکثر اس سے انڈے اور مونگ پھلی

خرید لیتا تا کہ اسی بہانے اسکی کوئی مدد ہو سکے۔

ایک دن میں نے اس کے حالات جاننے کی کوشش کی۔ تو اس نے بتایا میرا نام شہزادہ گل ہے۔ میرے ابو وفات پا چکے ہیں۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں۔ میں ساتویں کلاس کا سٹوڈنٹ ہوں۔ صبح سکول جاتا ہوں۔ شام کو انڈے اور مونگ پھلی بیچ کر کچھ پیسے کما لیتا ہوں۔ میں اور میری والدہ محنت مزدوری کر کے گھر کا خرچ چلا رہے ہیں۔ نام تو اسکا شہزادہ تھا لیکن حالات کی کسمپرسی نے اسے بچپن میں ہی مزدور بنا دیا تھا۔ اس شہزادے کی قسمت میں تاج و تختِ بادشاہی نہ سہی پر دل میں حصول علم کی شمع ضرور روشن تھی۔ جس کی بدولت وہ مستقبل کے سہانے سپنے دیکھ سکتا تھا۔

میں نے اسکی والدہ زریں گل کو گھریلو کام کاج کیلئے ملازمہ رکھ لیا۔ میں نے کئی دفعہ اسکی مدد کرنا چاہی لیکن وہ ایک خوددار عورت تھی۔ اپنی مقررہ تنخواہ سے ایک پائی بھی زیادہ لینے پر رضامند نہ ہوئی۔ گلی میں آتے جاتے شہزادے سے آمنا سامنا ہو جاتا تو اسے پوچھتا'' شہزادہ کیا کر رہا ہے؟'' تو وہ جواب دیتا'' سر شہزادہ ایک ڈاکٹر بننے کیلئے انڈے بیچ رہا ہے۔ ایک دن میں ضرور ڈاکٹر بن کر دکھی اور غریب انسانیت کی خدمت کرے گا۔'' بعض اوقات اسکی بات مکمل نہ ہو پاتی کہ اسے کوئی گاہک نظر آ جاتا تو وہ فوراً بات ادھوری چھوڑ کر گرم انڈے کی صدا لگاتا اسکی طرف چلا جاتا۔

ایک رات وہ مجھے ملا تو میں نے گھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے پوچھا'' آج صبح صبح ہی گھر کو واپس چل دیئے؟'' حالانکہ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ اس نے جواب دیا '' سر آج میں قریبی مارکیٹ میں چلا گیا تھا۔ وہاں بہت جلد انڈے بک گئے۔ اس لئے اب واپس گھر جا رہا ہوں۔'' ایک دن شہزادے کی خالہ زریں کام کرنے کے لئے آئی۔ تو اس نے پوچھا'' بیٹا ڈاکٹر بننے کیلئے کتنا پڑھنا پڑتا ہے؟'' میں نے جواب دیا کہ'' اس کیلئے بہت پڑھنا پڑتا ہے''۔ خالہ زریں نے کہا'' میرا دل تو نہیں کرتا کہ میں اسے کام پر بھیجوں۔ مگر گھر کا چولہا جلانے کیلئے اسے سرد راتوں میں باہر نکلنا پڑتا ہے۔ سکول سے واپس آ کر اسے آرام کرنے یا کھیلنے کا وقت بھی نہیں ملتا اور وہ اپنا سامان تیار کر کے بازار نکل جاتا ہے۔ رات کو گیارہ بجے واپس آتا ہے۔ تو کاپیاں کتابیں لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس چھوٹی سی عمر میں وہ اتنی بڑی ذمہ داری نبھا رہا ہے۔ خدا کرے وہ پڑھ لکھ کر بڑا ڈاکٹر بن جائے۔ تو ہمارے دن بھی پھر جائیں گے''۔ مستقبل اسکے چہرے پر کبھی خوشی تو کبھی اندھیرا بن کر جھلک رہا تھا۔ اسکی ساری امیدوں، ساری خواہشوں کا مرکز اس کی جوان بیٹیوں کا سہارا صرف شہزادہ ہی تو تھا۔ خالہ زریں اپنا کام ختم کر کے واپس چلی گئی۔

شہزادہ سکول سے واپس آنے والا تھا۔ دن ختم ہونے والا تھا۔ مگر ابھی شہزادہ گل اور اس کی ماں زریں کے بے شمار کام پڑے تھے۔ وقت بھی کیسی ظالم چیز ہے؟ شہزادے اور زریں کو اپنا کام مکمل کرنے کیلئے چوبیس گھنٹے بھی کم ہیں۔ وقت کے بے رحم تھپیڑوں کے ساتھ دوڑتے ہانپتے یہ معصوم، حالات کے ہاتھوں ستم رسیدہ یہ لوگ نہ جانے کیسے سہانے مستقبل کے خواب دیکھنے کا وقت نکال لیتے ہیں؟

اسی رات میرے فلیٹ کے قریب ہی مین روڈ پر ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میں فلیٹ پر ہی تھا۔ بگڑے امیرزادے ریس لگاتی کاروں پر قابو نہ رکھ سکے اور وہ سامنے آنیوالے آئل ٹینکر سے جا ٹکرائیں۔ حادثہ اتنا شدید تھا کہ آئل ٹینکر سڑک کنارے مارکیٹ میں جا گھسا۔ بلڈنگ میں آگ لگ گئی اور وہ زمین بوس ہو گئی۔ متعدد افراد موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ تھوڑی دیر بعد امدادی کارکن لوگوں کے ساتھ مل کر زخمیوں اور جاں بحق افراد کو نکال کر ایمبولینسوں میں ڈال رہے تھے۔

صبح میں یونیورسٹی پہنچا ہی تھا کہ خالہ زریں کا فون آ گیا۔ وہ بتا رہی تھی کہ شہزادہ رات سے واپس گھر نہیں آیا۔ میں فوراً اپنے ایک دوست کے ساتھ اس کی تلاش کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ کبھی ہسپتالوں میں زخمیوں اور جاں بحق ہونیوالوں کو دیکھتے رہے۔ مگر شہزادہ کہیں نہ ملا۔'' ہو سکتا ہے کہ شہزادہ ادھر گیا ہی نہ ہو''؟ میں نے امید بھری نظروں سے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔'' خدا کرے ایسا ہی ہو'' اس نے جواب دیا۔ مارکیٹ سے ملبہ اٹھانے کا کام جاری تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملبے سے ایک جلی ہوئی لاش برآمد ہوئی۔ لاشیں نا قابل شناخت تھیں۔ لیکن ایک لاش کے بائیں بازو میں جلے ہوئے کولر کا ہینڈل شہزادہ گل کی شناخت کیلئے کافی تھا۔ ہماری تلاش کا اختتام اس طرح ہوگا ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس کے بعد شہزادے کی لاش کو کس نے اٹھایا؟ کہاں دفن کیا؟ اسکی ماں پر کیا بیتی؟ مجھے کچھ پتہ نہ تھا۔ دوسرے دن شام کو مجھے ہوش آیا تو اپنے آپ کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے آئی سی یو وارڈ میں پایا۔

آج چھ جنوری کی ویسی ہی تاریک رات ہے۔ جب کئی معصوم شہزادے مستقبل کے سنہرے خواب دیکھتے ناکردہ گناہوں کی سزا کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ کئی مائیں ہمیشہ کیلئے زندہ لاشیں بن کر رہ گئی تھیں۔ کئی بہنیں اپنے بھائیوں کی راہ تکتے تکتے حسرت و یاس کی تصویریں بن کر رہ گئی تھیں۔ کاش انسانیت کے یہ دشمن لمحہ بھر کو یہ سوچیں کہ انکے جان لیوا شوق اور مشغلوں کی تکمیل کیلئے بے گناہ انسانوں کا خون کیونکر ضروری ہے؟ ان ماؤں کی آہ و بکاہ انکے پتھر جیسے سینوں کو کیونکر نہیں چیرتی؟ ان کے دلوں پر بہنوں کے بین کیونکر اثر نہیں کرتے؟ کاش! کاش۔۔۔۔

اداس نظر

ویراں خیال، قلب پریشاں، نظر اداس
پھیلی ہوئی ہے گماں تک فضائے یاس
گم کردہ راہ شوق ہوں صحرائے وقت میں
منزل اس کی کوئی توقع نہ کوئی آس
اب ان کی انجمن میں ہے پاس وفا کسے
ایک ایک کرکے اٹھ گئے جتنے تھے حق شناس
جب بات ہے ہمیں بھی ملے منزل مراد
پیغام سر خوشی ہی سہی انتہائے یاس
رہنے دے میرے غم کا بھرم میری چشم تر
بے سود عرض حال ہے بیکار گزر گئے
آجائے جن کو آب و ہوائے الم بھی راس
واجد سخن کی قدر تو کیا رہ گئی ہے آج
مفقود شعر گوئی دل کی نقط بجز اس

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ ملیر کالونی کراچی

شاہد رفیق سہو۔ کبیر والہ کی شاعری

غزل

جب سے تو نے ہمیں اپنا ہم سفر بنا رکھا ہے
تب سے ہم نے تیری خاطر کود کو بھلا رکھا ہے
جب ہم نے تیری آنکھوں میں اشکوں کی لڑی دیکھی ہے
تب کے ہم سے تیری خاطر عرش کو بلا رکھا ہے
تجھے کسی کی بری نظر نہ لگ جائے اس ڈر سے
ہم نے تجھے دنیا والوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے
جیسے جیسے تیری آنے کی گھڑی قریب آئی ہے تب سے ہم نے
اپنے گھر کو دلہن بنا رکھا ہے
اندھیری شب میں آنے والے کہیں تیرے پیروں میں
چھالے نہ پڑ جائیں
اس لیے ہم نے تیری راہ میں پلکوں کو بچھا رکھا ہے
کئی صدیاں بیت گئیں مگر تیرے آنے کی آس اب بھی باقی ہے
تو آئے یا نہ آئے مگر ہم نے اپنے دل کو بہلا رکھا ہے
جب بھی میرے لبوں پر تیرا نام آتا ہے شہر میں اک قیامت گزر جاتی ہے
کل کی بات ہے لوگوں نے تیرا نام زمین کو آسماں پر اٹھا رکھا ہے
زمین بھٹکے ہوئے مسافر بھی کبھی نہ کبھی اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں
کہیں وہ آ کر پلٹ نہ جائے
اس لیے ہم سے دروازہ کھلا رکھا ہے

ناکام کہانی شاہد دی

ناکام کہانی شاہد دی جس وقت لکھیندا رو پوندا
کہیں گزرے وقت دا اک لمحہ
جاں یاد کریندا رو پوندا
کتھیں ذہنہ ابھرے کتھی شام
تھئی کنویں ہر چاہت ناکام تھئی
اس سفر دی ہر اک منزل تے
جاں دیر پھریندا رو پوندا
قربان ہاں وسدے ویلے توں
ڈر لگدے وقت کویلے توں
جیہی ویلا شام دی سرخی دا رنگ
سرخ تکیندا رو پوندا
بوہے بند اکھیاں دے کھل ویندن
تھی آس دے دیوے کھل ویندن
لہو جگر دا کڈھ کے آس دے
جدو دیپ جلاندا رو پوندا
ہتھ قلم دی مار تے چھٹ ویندے تحریر دے سلسلے ترٹ ویندے
جد شاہد پیار دے پیاراں
دا انجام سوچیندا رو پوندا

غزل

میری زندگی کو اک تماشہ بنا دیا اس نے
بھری محفل میں تنہا بٹھا دیا اس نے
ایسی کہاں تھی اس کو نفرت اس معصوم دل سے
خوشیاں چرا کے غم تھما دیا اس نے
بہت ناز تھا اس کی وفا پہ کبھی مجھ کو
مجھے میری ہی نظروں سے گرا دی اس نے
وہ بھی بے وفا میری وفا کی قدر کیا کرتی
انمول تھا میں خاک میں رلا دیا اس نے
کسی کو یاد کرنا تو اس کی فطرت میں ہی نہیں شاہد
ہوا کا جھونکا سمجھ کر بھلا دیا اس نے

شاہد رفیق سہو کبیر والہ

مایہ ناز یہ شاعر اور رائٹر معاویہ عنبر وٹو کی ذاتی شاعری

سینے جانا

نہیں وہ دن یاد نہیں آتے
ب ہم گھنٹوں ساحل سمندر
ہوں میں لیے ہاتھ ٹہلتے
ٹھنڈی ٹھنڈی نرم ریت پر
اپنے نقش پا چھوڑ جاتے
کبھی برسات کے جلترنگ موسم میں
کبھی کمرے کی مدھم روشنی میں
مستقبل کمرے کی مدھم روشنی میں
مستقبل کے حسین منصوبے بناتے
کبھی گنگناتی راتوں میں
... کے مہکتے سپنے دیکھتے
... وقت بیت جانے کا
لافانی غم کا المیہ
خواہش کی ندیا میں بہتی ایک ... ہے
... کی تہوں میں لکھا نوحہ ہے
... دیمک ہوتی جاتی ہے انسان کی ... پر
... گھٹتے لبوں
... اکتاہٹ کے انسان
... تو قیر بن جاتا ہے
... ازلی سے لپٹی آنکھیوں کا خواب
... کے افسانوں کی اندھیر نگری
گم راستے
سوچتے ہوں گے شاید
انسان مر جاتے ہیں تو غم بھی مر جاتا ہے
راہ عمر پر چلتے چلتے
انسانوں کی عمریں لقمہ پیاس بن جاتی ہے

تیرے خواب

تیرے مہ جبیں سراپے کو خواب دیکھتا
کھلتی آکھیاں جب تو سامنے تو ہوتی
محو گفتگو ہوتا
تیری نگاہ کا یوں اثر ہوتا کہ
محبت مری ہم سفر ہوتی
دل ہوتا یا شب تنہائی
تیری ہی چاہت کی بات ہوتی
ملتی تیری نظر سے نظر
محبت میری ہم سفر ہوتی
محبت میری ہم سفر ہوتی

غزل

کتنی ہی بار ارادہ بنایا
تیری یادوں کی سطریں
لوح دل سے مٹا ہی دوں کیوں نا
لیکن جب ایسا کرنے لگتا ہوں
یادوں کی وہ سطریں ضروف سارے
دھندلے پڑنے لگتے ہیں
تو سانسیں بھی رکنے لگتی ہیں

غزل

حالات وقت کی راہ چلتے
تھک جاؤ ہار جاؤ
خواہشات کے جب صراؤں میں
ارمانوں کی ریت
آنکھوں میں پڑے
تب چاہت کے نگر میں
تم الٹے قدموں پلٹ آنا
لپٹ کر مجھ سے
ہونٹوں پر مہر لگا دینا
ڈال کر آنکھیں میری آنکھوں میں
ہولے سے دھڑکن سے دل کو چرا لینا
میں کچھ نہیں کہہ پاؤں گا
تم جانتی ہو
احساس ہی نہیں ہوتا
وہ وقت آخر گزر گیا گزر گیا
اور یادیں
اب مجھ سے ہر لمحہ یہ کہتی ہیں
کاش اے کاش
وہ لمحات پھر سے لوٹ آئیں

ابھرے ہوئے نو جوان شاعر معاویہ عنبر وٹو کی دل کو موہ لینے والی شاعری

جواب عرض کی ہردلعزیز شاعرہ کشور کرن پتوکی کی ذاتی شاعری

غزل

کب تک میں پوچھوں کی پنچھیوں سے تیرا گھر
اک بارتو بتادے تیرا کون سا ہے نگر
دل کی حسرتوں کو کھا گئی تیری آس کی دیمک
تھک کر بے لوٹ آئی میری نظر
تلاش ... پائی تجھے اے گمنام ہم سفر
خود و خوار یا ہم نے تیرے شہر میں آ کر
قاصد ہے خالی ہاتھ میں ظروں ں جھلک کا
جھ... سے تو اپنا سوالی ہی تجھ ...
اپنے وقت میں ہم ازتے تھے بادل کی طرح
... ذروں ں طرں کھو نے راہوں میں بکھر کر

غزل

محبت روح کا رشتہ ہے
یہ ہر اک دل میں بستا ہے
کہیں یہ مسکراتی ہے
کہیں یہ اشک بہاتی ہے
کہیں اپنے ملاتی ہے
کہیں رشتے ٹھکراتی ہے
نبھاتی ہے کئی رشتے

کہیں خود ہی بکھر جاتی ہے
مگر جس دل میں بستی ہو
پھر اس کو ہی تڑپاتی ہے
نہ اس کو قید ہی بھائے
نہ یہ آزاد کرتی ہے
کرن یہ ضد پہ آجائے
تو جیون برباد کرتی ہے

غزل

میں تجھ میں ڈوب کر جانا
تیری آنکھوں کو تکتا ہوں
میں گھر سے جب نکلتا ہوں
تیری آنکھوں کو تکتا ہوں
جہاں جاؤں جہاں رہوں
تیری آنکھیں ستاتی ہیں
میں گھر واپس پلٹتا ہوں
تیری آنکھوں کو تکتا ہوں
بھلے ہوں خواب جنت کے جانا مگر
صبح جب بھی میں اٹھتا ہوں
تیری آنکھوں کو تکتا ہوں
کرن یہ جھیل سی آنکھیں
زمانے بھر سے پیاری ہیں
زمانے بھر میں چلتا ہوں
تیری آنکھوں کو تکتا ہوں

غزل

سچیاں نحبتاں نبھان والے ٹر گئے
عشق دیا پینگاں نو جھلان والے ٹر گئے
ذاتاں دیاں حستیاں چہ یار رس جاندے نئیں
نچ نچ یار نو منان والے ٹر گئے
کھلیاں ہواواں وچ پر سی جو تولدے
پنچھی اور چھٹیاں لیجان والے ٹر گئے
لبھدا اسی موتی جیہڑا چھان چھان ریتاں نوں
مجنوں مجیاں چران والے ٹر گئے
یار راضی رکھنا کم بڑا اوکھا اے
پتھراں چوں نہراں نو چلان والے ٹر گئے
اج کل عشق دی قدر کون جاندا
کرن عشق دیا گڈیاں چڑھان والے ٹر گئے

قطعہ

سن کر وہ میری بات مجھے ٹالتا رہا
اک درد کو میرے اندر وہ پالتا رہا
میرے ساتھ ساتھ وہ غیروں بھی رہا
زہر بھی دے رہا تھا درد کو بھی سنبھالتا رہا

شعر

دل کے زخموں سے لہو گرا تو ہر قطرہ چیخا
کسی کے وہ نہیں ہوتے جن کے ہزاروں یار ہوں

ہردلعزیز شاعرہ کشور کرن پتوکی

مایہ ناز شاعر اور رائٹر محمد خاں انجم دیپالپور کی ذاتی شاعری

سوگ

آسودہ خال سے یہ جذات
تنہا تنہا سی ہے ساری کائنات
مجھے کسی سے اجتناب ہو کیونکر
جانے کس دل میں ہے میری ذات
کوچہء یار میں ہیں کیسی ویرانیاں
بہت لمبی ہے جدائی کی رات
انجم بند گلی سی ہو گئی زندگی
مٹ گئے سبھی تصورات

اذیت

یہی اک بات ہم سے چھپی ہے
تو کسی کا ہے مگر ہمارا نہیں
تیری کچھ ادائیوں کے طفیل جاناں
اب تک میرا دامن تہی ہے
ہم نے چاہتوں میں عمر بیتائی
لیکن تیری شاید نئی ہے
عشق کبھی طلب حسن نہیں ہوتا
حسن فانی ہے عشق حقیقی ہے
رابطہ ہمارا ہے خزاں سے منسوب انجم
بہار سے حجاب بدستور وہی ہے

قطعہ

نقد دل جو جانے وہ انسان نہیں ملتا
مہربان جو ملے تو مہمان نہیں ملتا
انجم میرے بکھرنے پر خاموش ہیں سحر بھی
نوحہء اشک باتواں کا کوئی خواہاں نہیں ملتا

لمحہ فکریہ

دلوں کو گھائل کرتا ہے یہ وقت ہمارے لیے
صرف اور صرف ہمارے لیے
ایک لمحہ فکریہ
کبھی جھونپڑی میں سوئے ہوئے
بھوکے پیاسے بچے اور غم سے
نڈھال مفلسی کی تصویر
قائد کے دیس میں روتی ہے جس کی تقدیر
ماں وہ ان چاند سے چہروں کی ماں جو ہے
ہر طلوع آفتاب سے غروب شام تک
اپنے دل کے ٹکڑے اپنے ساتھ لیے
بگڑی قسمت اپنی اپنے ہاتھ لیے
دن بھر گلیوں سے بازاروں سے
چنتی ہے کاغذ کے پرزے
غیرت ہماری لیکن جاگتی نہیں
ہمارا ضمیر ہمیں جھنجھوڑتا نہیں
یہ بھی تو حوا کی بیٹی ہے کیا
اسے سلون کی تلاش نہیں ہے
یہ بھی تو ہماری عزت ہے کیا
اس کے دل میں کوئی آس نہیں ہے
ہاں ذرا سوچو ان معصوم
پھولوں کا کیا ہے مستقبل
جو قائد کے دیس کا بنیں گے کل
یہی ہے ہمارے دلوں کو
گھائل کرتا ہے لمحہ فکریہ انجم
اے کاش ہم اپنی قوم کی اس ماں
اس بیٹی اس بہن کو سہارا دے سکیں
اے کاش یاد رکھو ہم ہوں کے جواب
روز قیامت اس لمحہ فکریہ کے
صرف ہم کوئی اور نہیں صرف ہم

محمد خان انجم دیپالپور

غزل

محبت بھی راس نہ آئی کیا کرتے
تھی قسمت میں تنہائی کیا کرتے
سوچا تھا دیں گے عمر بھر کا ساتھ جو
ی اس نے یہ جدائی کیا کرتے
ہوا جو رخصت تو ہم نے موڑ لی آنکھیں
تیرے بعد ہم یہ بینائی کیا کرتے
جب وہ اک شخص ہی ہمیں نہ ملا
لے کر ہم ساری خدائی کیا کرتے

شعر

اندیشہ تو تھا احتیاط بھی بہت کی
وہ شخص جدا ہوتے ہوتے ہی ہو گیا
اے محبت شرم سے ڈوب مر
تو ایک شخص کو میرا نہ کر سکی

سحرش تاندلیانوالہ

نئی ابھرتی ہوئی شاعرہ رانی اشرف کی ذاتی شاعری

غزل

رونق محفل بھی تیری گلے جیسے اداسی ہو
ملے ہر جام زندگی پر روح پیاسی ہو
یوں ہر سخن کسمجھ کر نہ سخن سے ہی
تیری شخصیت تیرے کردار کی عکاسی ہو
دل بھر آیا کردار اب کے ظالم
اس شدت سے کہ غموں کی نکاسی ہو
آغوش میں لے مجھے اپنی فقط یہی خواہش ہے
مبادا تو سمجھ بیٹھے مقصد پورا ہوسی ہو
یک صف کھڑے ہیں وہ اور یہ بھی
تشنہ لب تر ہوئے جہنمی ہو کر فردوسی ہو
بناوٹ ہے سچ ہے رچ ہے یہ
تو ہی کر کچھ فیصل کہ خلاصی ہو
کہ تربیت قلب کہ واسطہ مردوں سے ہے
اتنی مہارت سے رانی کے مرادم شناسی ہو

غزل

بستے ہیں یہاں پھر جہاں چھوڑ جاتے ہیں
تہذیبوں کی مسخ داستاں چھوڑ جاتے ہیں
کوتاہ نگاہ گستاخ دل دست لاپرواہ
سب لے جاتے ہیں ایماں چھوڑ جاتے ہیں
ہوا جدا راہ میں ہم سفر چند منزلوں کے بعد
یوں ہی مسافر کارواں چھوڑ جاتے ہیں
رکیں چند دن چند ماہ کے چند سال پھر
آنگن اداس مہماں ن چھوڑ جاتے ہیں
تیر ونشتر کے گھاؤ تو بھر ہی جاتے ہیں
روح پر زخم بدزبان چھوڑ جاتے ہیں
چاہے کتنی ہی اعلیٰ ہو حکمت عملی جناب
پھر بھی سراغ ناداں چھوڑ جاتے ہیں
بھلا کسی کا بھی گر ہم کردیں رانی تو
اجر لے جاتے ہیں احسان چھوڑ جاتے ہیں

خواہش

ہماری بھی ہوتی ہیں خواہشیں ہزار
جر پوری نہیں ہوتی کبھی جیون!
خواہشیں ختم ہو گئیں
تو جیون کا تانا ٹوٹ بھی جائے گا
سوچو ذرا

لمحوں کی لہریں

وقت کے سمندر میں لمحوں کی لہریں
بغیر مد جذر کے گزر گئیں
جب سے تو بچھڑا ہے

مستقبل

نظاہر تو مستقبل کیسا ہے
لیکن کون جانے کہ اگلے پل کی ہوا
مئوں جب حیات ہے یا نہیں
جاپانی طرز نظم ہائیکو
رانی اشرف

☆ کوئی بھی رشتہ بدن پر پہنے ہوئے لباس کی مانند نہیں ہوتا کہ جسے اتار کر پھینک دیا جائے اور دوسرا بدل لیا جائے

☆ کسی انسان میں خوبی دیکھ کر بیان کرو آخر خامی مل جائے گی۔

☆ اگر آپ کی آنکھ خوبصورت ہے تو آپ کو دنیا اچھی لگے گی لیکن اگر آپ کی زبان خوبصورت ہے تو آپ دنیا کو اچھے لگو گے۔

محمد صفدر کراچی

دنیا میں ایسا کام کرو کہ سب اسے کرنے کی تمنا کریں۔

کشور کرن

مختار احمد سکھیرا کی ذاتی شاعری

پیار

ابر بہار نے
پھول کا چہرہ اپنے بنفشی ہاتھ میں
لے کر اسے چوما
پھول کے سارے دکھ خوشبو بن کر
بہہ نکلے

سچ کا زہر

تجھے خبر بھی نہیں کہ
تیری ادا ادھوری
محبتوں کی کہانیاں
جو بڑی کشادہ دلی سے
ہنس ہنس کے سن رہا تھا
وہ شخصیت صداقتوں پر فریفتہ
با وفا ثابت قدم
کہ جس کی جبیں پر
ظالم رقابتو کی جلن سے
کوئی شکن نہ آئی
وہ ضبط کی کربناک شدت سے
دل ہی دل میں خاموش چپ چاپ مر گیا

بازدید

آج پھر بارش کی ہلکی بوندیں
تجھے انہیں رستوں پر لے چلی ہیں
جہاں کبھی
ہم ایک دوسرے کے سنگ سنگ
وفا کے وعدوں چاہت کی قسموں کا
اقرار کرتے سپنوں کی دنیا میں تم
باہم چلے تھے

غزل

حلقہ آوارگی میں آگئے
ہم یہ کیسی زندگی میں آگئے
روشنی کو ڈھونڈنے نکلے تھے ہم
دھیرے دھیرے تیرگی میں آگئے
کھو چکے ہیں پہچان اپنے آپ کی
کون سی جانے صدی میں آگئے
درد کی دولت ملی ہر موڑ پر
ہم کا تیری دوستی میں آگئے
اب نہ کھائیں گے ٹھوکر کبھی
ہم کسی کی رہبری میں آگئے

کشف

مجھے محسوس ہوتا ہے
جہاں میں آنکھ جھپکوں گی
وہی پر حادثہ ہو گا
مختار احمد سکھیرا میلسی
0343.4499086

غزل

یہ میری داستاں ہے سنانی نہیں یہ
حقیقت ہے کوئی کہانی نہیں ہے
میری ان آنکھوں سے بہتا لہو ہے
جسے لوگ سمجھتے پانی پانی نہیں یہ
زندگی ہے آزمائش وامتحاں کا نام
جتنی سمجھا تھا پیاری سہانی نہیں یہ
محبت بھی کرنا اور زمانے سے ڈرنا
مکرے عاشق کی نشانی نہیں یہ
میرے گفتار و پیار کا بھی جازہ لے
بس تصویر ہے میری پرانی نہیں یہ
افشاں ساقی۔ ملتان

غزل

سنو کہ وعدہ نبھانے کوئی نہ آنے گا
نے گلاب اگانے کوئی نہ آئے گا
سمندر پہ بھروسہ بڑی حماقت ہے
لبوں کی پیاس بجھانے کوئی نہ آئے گا
ذرا سنبھل کے چلو راستہ نہیں ہموار
جو گر گئے تو اٹھانے کوئی نہ آئے گا
تیری طرف ہیں زمانے کی ملتمس نظریں
جو سو گیا جگانے کوئی نہ آئے گا
سحر تلک تو حفاظت کرو چراغوں کی
یہ بجھ گئے تو جلانے کوئی نہ آئے گا
تمہیں مٹانے کی کیوں چار سو ہیں تدبیریں
مگر یہ راز بتانے کوئی نہ آئے گیا
ہمارے بعد زمانے کو اے امتیاز
حدیث عشق سنانے کوئی نہ آئے گا
افشاں ساقی ملتان

قطعہ

سن کر وہ میری بات مجھے ٹالتا رہا
اک درد کو میرے اندر وہ پالتا رہا
میرے ساتھ ساتھ وہ غیروں کا بھی رہا
زہر بھی دے رہا تھا درد کو بھی سنبھالتا رہا
---------کشور کرن پتوکی

غزلیات

غزلیات

کیسے بتاؤں تمہیں میں میرے
لیے کون ہو تم
کیسے بتاؤں کیسے بتاؤں میں تمہیں
تم دھڑکنوں کا گیت ہو
جیون کا تم سنگیت ہو
تم زندگی تم بندگی تم روشنی
تم تازگی تم ہر خوشی
تم پیار ہو تم پریت ہو میں میت ہوں
آنکھوں میں تم یادوں میں تم
سانسوں میں تم آہوں میں تم
نیندوں میں تم خوابوں میں تم
تم ہو میری ہر بات میں
تم ہو میری دن رات میں
تم صبح ہو میں شام میں ہو
تم سوچ میں تم کام میں
میرے لیے پانا بھی تم
میرے لیے کھونا بھی تم
میرے لیے ہنسنا بھی تم
میرے لیے رونا بھی تم
اور جاگنا سونا بھی تم
جاؤں کہیں دیکھوں کہیں
تم ہو وہاں تم ہو وہیں
کیسے بتاؤں میں تمہیں
تم بن میں کچھ بھی نہیں
کیسے بتاؤں میں کیسے بتاؤں
میرے لیے تم کون ہے کیسے ہو
کیسے بتاؤں تمہیں میرے لیے تم کون ہے

-----خضر حیات روڈھ تھل

غزل

آپ پہ مر جائیں اک دن ایسا
عشق ہم کر نہیں سکتے
جاں اپنی سے گزر جائیں ایسا ہنر
ہم کر نہیں سکتے
آئینہ دیکھ کر خود اندر جھانکیں ایسا
ہم سوچ نہیں سکتے
گل کی طرح بکھر جائیں ایسی تمنا
ہم کر نہیں سکتے
اے ناصح دوست کو آزما کر یقین
محبت کا ہم کر نہیں سکتے
بھٹکتے ہوئے گھر کو جائیں ایسے ہم
ڈر نہیں سکتے
تیری آنکھ سے پی کر غم کی نظر ہم کر
نہیں سکتے
تیرے پیار کی خواہش اک تمنا ہو
میری ایسا منظور نظر تجھے ہم کر نہیں سکتے

------رضیہ سلطانہ لاہور

مجھ سے ملا نہ کرو مجھے تم سے محبت
ہو جائیں گے
ڈرتا ہوں خود سے زندگی ساری
تنہائیوں کی نظر ہو جائیں گی
تیری چاہتوں کو کس طرح
سنبھالوں گا میں
زندگی تیری عاشقی میں در بدر ہو
جائے گی
میرے محبوب مجھ سے وفا کی امید
نہ رکھ
تمام عمر غموں میں بسر ہو جائے گی

------رضیہ سلطانہ لاہور

غزل

رنج و غم کی کہانی کو پھر سوچنا
اپنی پاگل جوانی کو پھر سوچنا
یہ بھی رکھنا کہ کیسے سمندر ہوئی
آنسوؤں کی روانی کو پھر سوچنا
تم بھی صحرا کی تپتی ہوئی ریت پر
ایک راجا کی رانی کو پھر سوچنا
پھول خوشبو کتابوں کے تحفے بھی
میری ہر اک نشانی کو پھر سوچنا
بھول جانا نہ چاہت کے رشتے بھی
اپنی سنگت پرانی کو پھر سوچنا
کس کی یادوں میں اکثر یہ بہتے رہے
اپنی آنکھوں کے پانی کو پھر سوچنا
سوچنا پھر زمانے کی سب تلخیاں
اک ادھوری کہانی کو پھر سوچنا
اس سے کہنا کہ واجد یہ کہتا رہا

دل کی ہر بد گمانی کو پھر سوچنا

غزل

میرا آسیب یادوں کا تجھے ویران
کر دے گا
میرے قصے بھی چاہت کے سبھی
آسان کر دے گا
ترا درد مسلسل میرے سینے میں
رقصاں ہے
یہی ایک درد بھی تیرا مجھے بے جان
کر دے گا
تیری قربت کے لمحے جب کبھی
محسوس کرتا ہوں
مجھے ڈر ہے یہ اپنوں سے مجھے
انجان کر دے گا
مریں گے جب محبت میں ہماری
موت دیکھو گے
تمہیں یہ سانحہ اک دن بہت
سنسان کر دے گا
مجھے جو چھوڑ کر واجد چلا ہے غیر کی
بستی میں
کسی دن لوٹ آئے گا مجھے حیران
کر دے گا

واجد چوہان

شعر

شراب پینے کے عادی تھے اس
نے اپنی قسم دے کر چھڑا دی
یادوں کی محفل میں بیٹھے تھے دی
۲۔زخم پر زخم دے کر پوچھ درد کی شدت
درد تو درد ہوتا ہے کم ہو یا زیادہ
۳۔میرے پیار کو سمجھنے کے لیے
اتنا ہی کافی ہے
میں اس کا نہیں ہوتا جو ہر کسی کا ہوتا ہے
۴۔کتنا عجیب ہے یہ محبت کا رواج
لوگ آپ سے تم تم سے جان اور
جان سے انجان ہو جاتے ہیں
۵۔ہمارے ساتھ بیتے لمحوں کی
یادیں سنبھال کر رکھنا دوست
کوئی وقت ہوگا ہم یاد تو آئیں
گے پر لوٹ کر نہیں آئیں گے
۶۔اسے کہنا نہ رفاقتیں بدلیں ہیں
نہ تجھ سے انداز دل
تجھے آج بھی ہم یاد کرتے ہیں دن
چڑھے دن ڈھلے
۷۔مانگی تھی ہم نے خدا سے محبت
خدا نے تم جیسا دوست سے ملا دیا

----خضر حیات روڈھ تھل

غزل

میرے یہ غم میرے اندر ہی تو
رہتے ہیں
میں ان بے چاروں کو بے گھر
ہونے نہیں دیتا
وہ تو شاید کب کا بھول چکا ہوگا مجھے
اک میں ہوں جو اس کی یاد کو
کھونے نہیں دیتا
رلاتا ہے بے رخی کر کے تڑپاتا ہے
بسمل کی طرح
زخم دیتا ہے باتوں سے اور نگاہوں
کو رونے نہیں دیتا
خود تو بن گیا ہے کسی کا اور وہ زندگی
گھر کے لیے
میرے دل کے ورق سے اپنا نام
دھونے نہیں دیتا
اس کے لہجے میں تو اب مٹھاس
تک نہیں رہی
مگر میری زبان سے اپنا ذکر کیوں
اترنے نہیں دیتا
اپنی کھوئی ہوئی نیندوں کا شکوہ کرتا
ہے مجھ سے
پھول کی زندگی میں تو کوئی خوشی
داخل ہونے نہیں دیتا

----بشارت علی پھول باجوہ

غزل

ان اداس راہوں پر
اس اکیلے دل کے ساتھ
کر لیا سفر کتنا
اور کتنا باقی ہے
وہ جو ایک تارا ہے
دور جھلملاتا ہے
راستہ دکھاتا ہے
اور ڈوب جاتا ہے
تب اکیلے پن سے دل
یہ سوال کرتا ہے
جگنوؤں کی خواہش میں
تتلیوں کی چاہت میں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbookstree.pk

کر لیا سفر کتنا
اور کتنا سفر باقی ہے

غزل

سبز جنگل میں پرندوں کے
ٹھکانوں میں کہیں
وقت لے آیا ہمیں گزرے
زمانوں میں کہیں
گم بھی ہو سکتے ہیں تاریخ کے
اوراق میں ہم
مل بھی سکتے ہیں مگر تازہ افسانوں
میں کہیں

شعر

مسکرانے سے شروع اور رلانے
پہ ختم
یہ ظلم ہے انسانوں پہ جسے لوگوں
محبت کہتے ہیں
---------عائشہ شاہ کبیر والا

چار سال بعد

چار سال پہلے میں اس کی کال
اٹینڈ نہیں کرتا تھا
کبھی کر بھی لی تو سیدھے منہ بات
نہیں کرتا تھا
پھر ایک دن اس نے میسج کیا
میری یہ آخری کال ہے
پلیز اٹینڈ کر لو
میں نے اس پر واضح کیا کہ
تمہارے پاس دو منٹ ہیں
جو بولنا ہے بول دو
ایک منٹ چالیس سیکنڈ تک
اس کی سسکیوں کی آواز آتی رہی
اگلے دس سیکنڈ میں اسنے صرف
جملہ کہا تھا
میں نے تمہیں معاف کیا مگر
محبت اپنا انتقام ضرور لے گی
اس دن پہلی دفعہ کال اس نے کاٹی تھی
میں نے اسے دو منٹ پورے
دیئے تھے
میں پچھلے چار سالوں سے وہ دس
سیکنڈ گزار رہا ہوں
کال ابھی تک کٹی نہیں ہے
---------سلمان بشیر بہاولنگر

غزل

کہیں وہ ملے تو اسے کہنا کے آجاؤ
کہ کوئی شدت سے بڑی محبت
سے تمہارا انتظار کرتا ہے آجاؤ
کسی کی باتیں کسی کی یادیں
کسی کی راتیں تم بھی بہت
ادھوری ہیں
کوئی تم بن پل پل ہر پل مرتا ہے
ہر آج کل تنہا ہے
آجاؤ کے تمہارے نہ ہونے سے
کسی کی آنکھوں میں نمی
اور زندگی میں کمی بہت ہے
آجاؤ کے بس آجاؤ
---------صبا کنول مظفر گڑھ

غزل

وفا اس کو نہیں کہتے وفا کچھ اور ہوتی ہے
محبت کرنے والوں کی ادا کچھ اور
ہوتی ہے
تمہیں دیکھا تمہیں چاہا تمہیں
سے پیار کر بیٹھے
سنو پتھر دل والوں محبت ایسے ہوتی ہے
اگرچہ ہم غم کے مارے ہیں مگر تم کو
نہ بھولیں گے
کہ دیوانوں کے ہونٹوں پر دعا
کچھ اور ہوتی ہے

غزل

تم موسم موسم لگتے ہو جو پل پل
رنگ بدلتے ہو
تم ساون ساون لگتے ہو جو
صدیوں بعد برستے ہو
تم سپنا سپنا لگتے ہو جو مجھ کو کم کم
دکھتے ہو
تم پل پل مجھ سے لڑتے ہو پھر بھی
اچھے لگتے ہو
تم جان سے پیارے لگتے ہو ماہی
تم جان سے پیارے لگتے ہو
---------آصف دکھی شجاع آباد

غزل

انسان کی کہانی ہوں صدیوں کی
زبانی ہوں
میں رونق رفتہ کی نایاب نشانی ہوں
تاریخ کے صفحے پر
تحریر پرانی ہوں

محبت کا دریا
بہتا ہوا پانی ہوں
چھپ جاؤں گا نظروں سے
کسی نے کہا فانی ہوں
الفاظ کے صحرا میں
ایک جھوٹے معنی ہوں
یہ جرم رضا ملک میں اس کی روانی ہوں
---------ملک علی رضا فیصل آباد

غزل

میری تقدیر سے پوچھ میری قسمت
کا فیصلہ
میری مسکراہٹ پہ نہ جا میرا درد
تلاش کر
آنکھوں سے پوچھ میرے انتظار
کی حد
اعتماد پہ نہ جا میرا صبر تلاش کر
میرے دوستوں سے پوچھ میری
دوستی کا عالم
صورت پہ نہ جا میری سیرت تلاش کر
جو مل جائے تجھے میری باتوں کا
جواب ملک
مجھے آس پاس نہ دیکھ مجھے خود میں
تلاش کر

غزل

تیری محبتوں کا کرم دیکھتے ہیں
ستاروں کو زیر قدم دیکھتے ہیں
ہمارا شعور محبت تو دیکھو
تمہیں بھی محبت سے کم دیکھتے ہیں
یہ ظالم زمانہ دکھانے کا لیا لیا
تیری آنکھ بھی آج نم دیکھتے ہیں
خدا بزم عشرت سے باہر تو آؤ ملک
تمہیں بھی دکھائیں جو ہم دیکھتے ہیں
---------یاسر ملک مسکان جنڈ

غزل

ڈگمگا جایا کرتی ہے میری چال
بارشوں میں
آ۔۔آ کے مجھ کو سنبھال بارشوں میں
کچھ تو ہوتا خیال بارشوں میں
تتلی کو دیا مٹھی سے نکال بارشوں میں
گیا بھیگ تو مٹ جائے گی ہستی میری
ہوں کاغذ نہ مجھ کو اچھال بارشوں میں
بادلوں کی گرج سے گھبرا جاتا ہوں اب
آیا تھا مجھ پر زوال بارشوں میں
چھلک پڑی ہیں آنکھیں پھٹ گیا کلیجہ
دیکھا جب کسی کا وصال بارشوں میں
میرے بگیر کسی کی گزر ہے کہ نہیں ہے
روتا ہے دل میرا ابتر حال بارشوں میں
ہے حرام شے جانتا ہوں شراب
ہو جائے مجھ پر حلال بارشوں میں
گردش میں آجاتی ہے اشکوں کی قطاریں
آتا ہے یاد یوسف نارووال
بارشوں میں
---------یوسف دردی نارووال

غزل

میں پی چپ زہر پلا کے چپ رہا
کیا گلاب تھا جو مرجھا کے چپ رہا
حالات نے کر دیا اسے سنگدل
میں سن کے وہ رو پڑا وہ سنا کر چپ رہا
بدلے ہوئے حالات مجھے غمگین کر گئے
وہ پھر بھی دور سے ہی مسکرا کے
چپ رہا
شاید وہ توڑنا نہیں چاہتا تھا دل میرا
اس لیے اتنا قریب آ کے چپ رہا
وہ دور ہو گیا میں کچھ بھی نہ کر سکا
آنکھوں سے فقط آنسو بہا کے
چپ رہا
---------ماہ نور کنول آزاد کشمیر

غزل

کوئی حسرت سے پلنے والی ہے
رات آنکھوں میں ڈھلنے والی ہے
اے میرے دل ذرا دھیان رہے
درد کی لے سینے میں چلنے والی ہے
آنے والی ہے اب سحر کوئی
شب کی صورت نکلنے والی ہے
آ بھی جاؤ کہ وقت کی دیوی
خواہشوں کو نگلنے والی ہے
مضطرب ہے نظر نظر میری
آرزو بھی مچلنے والی ہے
دل کے رشتے قریب لگتے ہیں
برف جیسے پگھلنے والی ہے
جس میں جیون کا روگ پالا تھا
وہ مصیبت بھی ٹلنے والی ہے
---------ملک علی رضا فیصل آباد

غزل

لبوں کی سرسراہٹ سے بدن کے
چور ہونے تک
میں تجھ کو اس طرح چاہوں کہ تیری
سانس رک جائے
خطاؤں پر خطائیں ہوں
نہ ہو کچھ بات کہنے کو
میں تجھ میں یوں سما جاؤں
کہ تیری سانس رک جائے
نہ ہمت تجھ میں ہو باقی
-------نوید خان ڈاھا

غزل

زندگی میں آتے ہیں لوگ ستاروں
کی طرح
سجاتے ہیں زندگی کو بہاروں کی طرح
دکھاتے ہیں خواب نظاروں کی طرح
جب ملتا ہے کوئی اور زندگی سے
جاتے ہیں بے پرواہ انگاروں کی طرح
زندگی برباد ہو جاتی ہے گلی محلے اور
بازوں کی طرح
-----مہر یاسر وکی صالحوال

غزل

نہ تم ملتے ہو نہ تمہاری خبر ملتی ہے
نہ وہ شجر ہیں نہ وہ ثمر ملتی ہے
وقت کی دھول نے مٹا دیئے ہیں
سب نشان
شہر خموشاں میں نہ وہ قبر ملتی ہے
جس سے ہوں دیوانے دل شاداب
جانے کہاں وہ اب ابر ملتی ہے

روگ ایسے دل کو ہیں لگے گہرے
نہ دوا ملتی ہے نہ صبر ملتی ہے
عمر گزر گئی ہے اسی جستجو میں انجم
زیر ملتی ہے نہ اب زبر ملتی ہے
------محمد اسحاق انجم کنگن پور

غزل

یہی کہا تھا تم سے کہ محبت میں کبھی
مجھ کو رلانا نہیں صنم
پچھتاؤ گے بعد میں کبھی مجھ کو
آزمانہ نہیں صنم
مانا کے تجھے اپنا بنانے کی چاہت
ہے سب کو
ر میری زندگی میں تیرے سوا کوئی
اور سہارا نہیں صنم
تم نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا ایک بار یارا
میرے کوئی بھی پل نہ تھا جب تجھ کو
پکارا نہیں صنم
تو ہو گیا کسی اور کا تو کیا ہوا
پر ہم نے اس دل میں تیرے سوا
کسی اور کو اتارا نہیں صنم
تیرے بعد کسی اور سے ہم دل لگی کرتے
یہ دل ہمارا اتنا بھی آوارہ نہیں صنم
ایک بار آ کے دیکھ لو حالت اس دل کی
ایک پل بھی اس کا تیرے بنا
گزارا نہیں صنم
تیرے آنے کی خبر سن کر ہم بستی
پھولوں سے سجا دیا کرتے تھے
اب تو ہم نے بھی اپنے گھر کو

سنوارہ نہیں صنم
تجھے کسی اور کی بانہوں میں دیکھ
لوگوں نے بہت سوال کیے مجھ سے
ہم نے سر کو جھکا کر کہہ دیا کوئی اور
ہو گا ہمارا نہیں صنم
بہت رو گے آ کر قبر پر بہت پچھتاؤ
گے پھر تم
پر ہ بلاؤ گے رو رو کے وقاص کو
پھر وقاس نے تم کو بلانا نہیں صنم
-------وقاص انجم جڑانوالہ

غزل

روح مہتاب سے آنچل کو بنایا جائے
جلوہ حسن تو ایک بار دکھایا جائے
کس نے دیکھا ہے بھلا حسن مجسم ایسا
ہوا اگر کوئی اسے سامنے لایا جائے
اک مدت سے رہے ہجر کے
تارے ہمدم
دل کی اب سیج پہ مجھ کو بھی سلایا جائے
میں کسی اور حوالے سے تجھے پاؤں گا
مجھ کو ہاتھوں کی لکیروں میں نہ لایا جائے
میں نے ہونا ہے مسیحاؤں کے
ہاتھوں مقتول
میرے مقتل کو ابھی اور سجایا جائے
ہوا اگر کوئی تو سامنے آئے مقابل یارو
آئینے کو بھی ذرا آئینہ دکھایا جائے
آخری گیت وفاؤں کا لکھا ہے
میں نے
محفل عشق میں جو دل سے سنایا جائے

آج کے شاہد پہ عجب رقص ہے
غم کی لہروں کو بھی گرداب میں لایا جائے
-----شاہد رفیق سہو کبیر والا

غزل

یہاں پل پل جلنا پڑتا ہے
ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے
ہر موڑ پہ ٹھوکر لگتی ہے محسن
ہر حال میں چلنا پڑتا ہے
ہر دل کو سمجھانے کے لیے
خود سے ہی لڑنا پڑتا ہے
کبھی کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
کبھی چپ چاپ سے رونا پڑتا ہے
کبھی نیند نہ آئے پھولوں پہ ناصر
کبھی کانٹوں پہ سونا پڑتا ہے
کبھی مر کے جینا پڑتا ہے
کبھی جی کے مرنا پڑتا ہے
کبھی تو خوشیاں لوٹ کے آئیں گی
اس آس پہ جینا پڑتا ہے
--------نوید خان ڈاھا

غزل

کیوں زخم تو نے میرے دل پہ لگائے
وہ داغ دل سے نہ جائیں تو پھر کیا کریں
جو دے گئے ہو تم عمر بھر کی جدائی
دل بھنور ہونا اب بھی نہ مانے تو ہم
کیا کریں
کتنے زخم بے وفا میرے دل کو لگائے
تیری یاد اب بھی آئے تو کیا کریں
دل اندر سے چھٹ پٹا رہا ہے میرا

خون دل سے نہ جائے تو ہم کیا کریں
کھالی ہیں نیند کی ساری گولیاں
اگر نیند ہی نہ آئے تو ہم کیا کریں
یادیں تیری دل کو جلاتی ہیں میرے
تیرا عکس دل سے نہ جائے تو ہم کیا کریں
--------محمد افتخار تبسم

غزل

نہ جانے کیوں ہم بات کرتے ہیں
کیوں اتنی لمبی بات کرتے ہیں
کہہ کر فضول سی باتیں کسی سے
وقت اپنا ہی برباد کرتے ہیں
محبت کا تو اک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے
ہم پھر کیوں اتنا وقت برباد کرتے ہیں
عقل تو ہے ہم میں بہت ساری
پھر ہم کیوں اس کا غلط استعمال
کرتے ہیں
محبت تو ہوتی ہے دو دلوں کا ملن شاد
پھر ہم کیوں دلوں میں سوراخ
کرتے ہیں--------

ہم تو بچھڑ گئے مگر سپنے وہی رہے
موسم بدل گئے مگر منظر وہی رہے
ہوتی رہی سرگوشیاں تنہائیوں کے ساتھ
لہریں بول گئی مگر ساحل وہی رہے
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دو کوٹہ
0346.4627952

غزل

تو حسین بھی ہے تو حسین بھی ہے

تو دور بھی ہے تو قریب ہے
میرے ساتھ کیوں نہ تو چل سکی
تو روشن بھی ہے تو تاریک بھی ہے
تیرے چہرے کا رنگ بتا رہا
میرے بچھڑنے کا غم ہے تجھے ستا رہا
تو جھوٹی بھی ہے تو خطا کار بھی ہے
تیرے چہرے پہ ملامت کے جو
آثار ہیں
وہ اس بنات کے دعویدار ہیں
تو بے وفا بھی ہے اور گناہگار بھی ہے

غزل

کون سنتا ہے کہانی میری
ہے دکھوں سے بھری زندگانی میری
ہے لبوں پہ یہی شکایت میرے
ہے بیکار گئی جوانی میری
میں روتا ہوں تو لوگ چپ ہوتے ہیں
ہے زندگی سب سے بیگانی میری
کہتے ہیں لوگ بہت قابل ہے
زندگی میری
آؤ سناؤں ہے دکھوں سے بھری
زندگانی میری
کون سنتا ہے کہانی میری

غزل

گزرتی سحر ہے صبح بھی ہو جائے گی
تو جو نہ دیکھے گی تو میری جان ہی
نکل جائے گی
تو مجھ سے دور ہے پر دل کے
اتنا نزدیک

کہ تیری آہٹ کی خبر بھی مجھے مل جائے گی
اور کچھ نہیں تو حال دل ہی پوچھ لیا کرو
کہ اس سے تیرے لوٹ آنے کی امید تو ہو جائے گی
بس چند گھڑیوں کے مہمان ہیں اس دنیا میں ہم
پھر تجھے ہمارے مرنے کی خبر بھی ہو جائے گی
بہت روئے گی تڑپے گی تو یاد میں ہماری
لیکن تا زیست تاریکی تجھے سونپ دی جائے گی
---اے ایم وقاص احمد جرلاہور

غزل

وفا دشوار نہیں اتنی بنا لیتے ہیں بنانے والے
لوٹ آتے ہیں میری جان اکثر جانے والے
پھر شام ڈوب جاتی ہے درد تنہائی میں
اور دل کھول کے روتے ہیں درد کا بوجھ اٹھانے والے
وہ خاموش رہتے ہیں جو درد سہہ نہیں سکتے
اکثر درد چھپاتے ہیں مسکرانے والے
جانے یہ زندگی کس شاعر کی غزل ہے
جگر
سلجھتے سلجھتے الجھ جاتے ہیں اس کو سلجھانے والے
-عامر سہیل جگر راجپوت سمندری

غزل

میری ان دعاؤں میں اپنے نام کی ایک عمارت بن
کتنے دکھوں کی اینٹیں چن کر گھر بنتی ہے
پتھر پتھر جوڑ کے دیکھو میں نے بھی ہے ایک گھر بنایا
رنگوں پھولوں تصویروں سے اس کو سجایا
روازے کی لوح پہ اپنا نام لکھایا
لیکن اس پر کے ہر کمرے میں تم رہتے ہو
میں صبح شام لکھتا ہوں
زمین پر جس قدر اچھی زبانیں بولی جاتی ہیں
میں ان سے حرف چنتا ہوں اور تمہارا نام لکھتا ہوں
---محمد افتخار تبسم واں بچھڑاں

غزل

بسایا تھا اس شخص کو دل میں اپنا بنا کر
اب ملتا ہے وہ خوابوں میں اک سپنا بن کر
وہ دل ستاتے تھے ہر پل جس کو
وہ بچھڑا مجھ سے کچھ بیگانہ سا بن کر
وہ جب بھی یاد آتا ہے درد محبت جگاتا ہے
ہم نے تو اب بھی چھپایا ہے اسے اپنے دل میں افسانہ بنا کر
کچھ پل کچھ یادیں کہ سپنے سجا رکھے تھے آنکھوں میں اپنی
زندگی کر گیا وہ میری شاخ بریدہ بن کر
وفا کی امید رکھتے تھے ہر پل جس بشر سے واقف
تم بسرے ہیں آسمان سے مجھ پہ ساون بن کر
تڑپ رہے ہیں ہم جس کے لیے شام و سحر ارسلان
دل ناداں مجھ سے ناراض ہے کچھ خفا بن کر
------ارسلام آرزو جڑانوالہ

قطعہ

تمہارے جانے سے یہ دل مجھ سے روٹھا روٹھا رہتا ہے
تمہیں ہی یاد کرتا ہے تمہاری باتیں کرتا ہے
مگر اب کوئی میرے غم کا مداوا کیسے کرے
کسی کو کیا خبر کہ میں نے کسے گنوا دیا
---------ثوبیہ شاہد رضا

غزل

ہمیں وہ رات دن نا بھولے گا
جو ہم ساتھ گزارا کرتے تھے
کیسے گزرا دن ہمارا میں کو حال

سے جب بھی ہم بہن بھائی جھگڑا کرتے تھا
پھر امی کی گود میں چھپ کر آنسو بہایا کرتے تھے
میں آج بھی جب تنہا ہوتی ہوں
میں تیرے خیالوں میں کھو جاتی ہوں
تیری گود بھی کتنی میٹھی تھی
مجھے سینے سے لگا کر تو بڑے پیار سے چومتی تھی
تو مسکراہٹ پھیل اٹھتی تھی میرے مقدر سے تو ڈرتی تھی
تیری دعاؤں سے آج میں خوش ہوں
تجھے یاد کر کے میں آج بھی بچوں کی طرح روتی ہوں

غزل

تیری یادوں کو سینے سے لگائے بیٹھی ہوں
تم نے جو کیے تھے وعدے ان وعدوں پر تیرے لوٹ آنے کی آس لگائے بیٹھی ہوں
تیری یاد میں جو آنسو آتے ہیں میری آنکھوں میں
ان آنسوؤں کو زمانے سے چھپائے بیٹھی ہوں
تم جو محبت کے چراغ جلا گئے تھے
ان چراغوں میں جل گئے میرے ارمان
میں اپنے ارمانوں کی راکھ لیے بیٹھی ہوں
دو پل کی دی ان ہم نے سونی چھر غم اتنے دے
کے اب تو میں مسکرانا بھی بھلائے بیٹھی ہوں
تم نے چھین لیا مجھ سے میرا سکون چین
مگر آج بھی میں تمہاری خوشیوں کی دعا مانگی رہتی ہوں
لوگوں سے سنا تھا محبت زندگی ہے مگر
میں محبت کر کے زندگی کو بھلائے بیٹھی ہوں

غزل

میرا رشتہ بھی کوئی رشتہ ہے
جس رشتے کا کوئی نام نہیں
تم کہتے ہوئے دل میرے نام کرو
یہ دل تو خدا کا گھر ہے
میں دل کیسے تیرے نام کروں
تم کہتے ہو میرے ساتھ چلو
اس شہر سے کہیں دور چلیں
میں تو جو حوا کی بیٹی ہوں
کیسے خود کو بدنام کروں
میرے وجود کی قدر میری عزت ہے
کیسے اس کو میں نیلام کروں
------عرین یاب سہو بیروالا

غزل

کیوں بھول گئے ہم کو رشتہ تو پرانا تھا
اک یہ بھی زمانہ ہے اک وہ بھی زمانہ تھا
جذبوں میں جوانی تھی موسم بھی سہانا
سینے سے لگایا تھا آنکھوں میں بسایا تھا
معلوم نہ تھا تم نے یوں چھوڑ کے جانا تھا
کیوں ہم سے خفا ہو تم کیوں ہم سے جدا ہو تم
کیا جرم ہوا ہم سے اتنا تو بتانا تھا
نفرت سے بھری نظریں اک جان ہی لے بیٹھیں
ٹکڑے ہی کیے دل کے کیا خون نشانہ تھا
کیوں بھول گئے ہم کو رشتہ تو پرانا تھا
---------زاہد اقبال پتوکی

غزل

کرنی ہو محبت تو پھر سوچا نہیں کرتے
انجام ہو جیسا بھی دیکھا نہیں کرتے
ہمت نہ ہولنے کی اے جان وفا سن لو
یوں عشق کے میداں میں اترا نہیں کرتے
اے کاش کوئی زمانے کو اتنا ہی بتلائے
کہ بہتے ہوئے دریا کو روکا نہیں کرتے
ہوتے ہیں خوددار وہ لوگ جہاں میں
جو مر جاتے ہیں مگر یار سے دھوکہ نہیں کرتے
-------فیضہ اقبال لاہور

غزل

ہم لفظوں سے کچھ بھی اظہار نہیں کرتے

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ان
سے پیار نہیں کرتے
چاہتے ہیں ہم انہیں آج بھی بہت مگر
ان کی سوچ میں اپنا وقار بیکار نہیں کرتے
تماشہ نہ بن جائے کہیں محبت ہماری
اس لیے اپنے درد کا اظہار نہیں کرتے
جو کچھ ملا ہے اس میں ہی خوش ہیں ہم
ان کے لیے خدا سے تکرار نہیں کرتے
پر سچ تو بات ہے ان کی فطرت میں
ورنہ انہیں چاہنے کی خطا بار بار نہیں کرتے
-------ریاض احمد لاہور

غزل

وہ سلسلے وہ چاہت وہ قربت نہیں رہی
پھر یوں ہوا کہ درد میں شدت نہیں رہی
اپنی زندگی میں ہو گئے مصروف وہ بہت
اور ہم سے بات کرنے کی فرصت نہیں رہی
وہ پہلے جیسا پیار وہ الفت نہیں رہی
اب دوستوں میں رسم محبت نہیں رہی
-----سید توسل عباس لاہور

غزل

کچھ اس طرح تیرے بغیر جی رہا ہوں
ہر پل مر مر کر پھر بھی جی رہا ہوں
تم نے جو کیا میری محبت سے انکار
دل تو ٹوٹا لیکن پھر بھی جی رہا ہوں
تم آتے ہو اب صرف یادوں میں
تیری آنکھیں یادوں کے سہارے جی رہا ہوں

تم سمجھ نہیں سکے میری محبت کو
یہی سوچ کر جی رہا ہوں
یہ جانتا ہوں کہ کرتے ہو تم کسی اور سے محبت
دیکھ ہمت پھر بھی جی رہا ہوں
اجازت ہے کر لو کسی اور سے محبت
میں تو فقط تیری خاطر جی رہا ہوں
---داؤد احمد جان بورے والا

غزل

دل تو کہتا ہے زمانے سے چھپا لوں تجھ کو
دل کی دھڑکن کی طرح دل میں بسا لوں تجھ کو
کوئی احساس جدائی کا نہ ہونے پائے
اس طرح خود میں مری جان چھپا لوں تجھ کو
[illegible]
ساری دنیا سے خفا ہو کر منا لوں تجھ کو
جب بھی دیکھوں تیرے چہرے پر اداسی کا سما
بس یہی چاہوں کسی طرح منا لوں تجھ کو
تو کبھی دنیا سے بیزار ہو جائے
دل میں چاہے بانہوں میں چھپا لوں تجھ کو
-----یاسر ملک مکان جنڈ
کوئی غزل تیرے نام ہو جائے
آج لکھتے لکھتے شام ہو جائے
کر رہا ہوں انتظار تیرے اظہار محبت کا
اسی انتظار میں زندگی کی شام ہو جائے
نہیں لیتا تیرا نام سر عام اس ڈر سے
معصوم ہے میرا ساجن کہیں بدنام نہ ہو جائے
مانگتا ہوں جب بھی دعا تو یاد آتا ہے
جدائی میرے پیار کا انجام نہ ہو جائے
شاہد اقبال خٹک کرک
یوں بھی تو راز کھل ہی جائے گا
ایک دن ہماری محبت کا
محفل میں جو ہم کو چھوڑ کر
سب کو سلام کرتے ہو
اس نے بدل دی میری ساری عادتیں
پیار کا یقین دلا کر
اور پھر چھوڑ گیا یہ کہہ کر
کہ تم بہت بدل گئے ہو
تیرا قصور نہیں مجھے غصہ ہے اپنے دل پر
نہیں دیکھی اوقات اپنی اور سمجھ لیا تجھے اپنا
دربار عشق سے خیرات جو ملی مجھ کو
میرے نصیب کی جھول میں انتظار آیا
بہت مشکل سے سیکھا ہے
خوش رہنا اس کے بغیر
اب سنا ہے یہ بات بھی اسے
پریشان کرتی ہے
چلو زلیخاں کے عشق نے یہ راز تو کھولا
کہ محبوب جتنا بھی حسین ہو بکتا ضرور ہے
نہ تھے وہ اولیا کوئی اور نہ وہ قلندر تھے
پھر کیوں دل کے صحن میں دھمال اس کی ہوتی ہے۔
------ابوسفیان۔ پتوکی

دستر خوان

---انتخاب۔ کشور کرن پتوکی---

ماربل کیک۔

اشیاء۔
چینی پسی ہوئی ایک پیالی۔
انڈے تین عدد۔
دودھ کریم۔ ادھی پیالی یا تین کھانے کے چمچ
کوکو پاؤڈر۔ ڈیڑھ کھانے کا چمچ۔
میدہ۔ دو پیالی۔
بیکنگ پاؤڈر۔ دو چمچ۔
مارجن۔ بڑا پیکٹ تین چوتھائی حصہ لیں۔
ترکیب۔ مارجن اور چینی کو ملا کر بلینڈر سے اچھی طرح پھینٹ لیں پھر باری باری ایک انڈا ملاتے جائیں اور اچھی طرح سے پھینٹ لیں میدہ میں بیکنگ پاؤڈر ملا کر چھلنی سے تین یا چار مرتبہ چھان لیں چھنا ہوا میدہ دودھ آہستہ آہستہ مارجن اور انڈے والے مکسچر میں ملاتے جائیں جب مل جائیں تو تین حصے کر لیں ایک حصے میں کوکو پاؤڈر ملا دیں باقی جو دو حصے ہیں انہیں الگ رکھ لیں ایک آٹھ انچ کا رنگ پین لیں اور ذرا سی چکنائی لگا کر خشک میدہ چھڑک دیں اور پین کو زور سے جھٹکا دیں تا کہ خشک میدہ پھیل جائے پھر کوکو پاؤڈر والا مکسچر اور سادہ مکسچر باری باری ڈالتے جائیں پہلے اون گرم کر لیں پچیس منٹ تک بیک کریں تیار ہو جائے تو دس منٹ تک ٹھنڈا کریں پھر پیش کریں۔

رنگ کیک

اشیاء۔
میدہ ڈیڑھ کپ۔ مکھن تین کپ۔ کیسٹر شوگر ایک کپ۔ انڈے تین عدد۔ پھینٹ لیں۔ ونیلا آدھا چمچ۔ دودھ۔ دو کھانے کے چمچ۔ آئسنگ شوگر آدھا کپ۔ پانی آدھا کپ۔ ترکیب۔
ایک پیالے میں کیسٹر شوگر اور مکھن ڈال کر الیکٹرک بیٹر سے اچھی طرح پھینٹ کر آمیزہ تیار کر لیں ایک ایک کر کے انڈے اس آمیزے میں ڈال کر پھینٹتی جائیں میدہ چھان کر اس میں ڈالیں اسکے بعد ونیلا ایس اور دودھ کو بھی آمیزے میں شامل کر کے دوبارہ پھینٹ لیں ایک کیک بیکنگ ٹن کو تیل لگا کر چکنا کر لیں تیار کیے ہوئے امیزے کو ٹن میں ڈالیں اور پہلے سے گرم اوون میں ایک سو اسی پر رکھ کر ایک گھنٹے تک بیک کریں کیک کی رنگت گولڈن براؤن ہو جانے پر اسے اوون سے باہر نکالیں ایک پیالے میں آئسنگ شوگر میں پانی ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں اور بیک کیے ہوئے کیک کے اوپر ڈال کر ڈیکوریٹ کریں مزیدار رنگ کیک تیار ہے چائے یا کافی کے ساتھ نوش فرمائیں اور میرے جڑواں ساتھی یعنی میرے بھائی زین کو دعا دیں جس نے

مجھے یہ سب سکھایا اور میں آپ کو سکھانے کو حاضر ہوں آئے نیکسٹ ریسپی طرف چلتے ہیں۔

بلیک وار یسٹ کیک

انڈے چار عدد۔ میدہ۔ پانچ کھانے کے چمچ بیکنگ پاؤڈر۔ ایک چائے کا چمچ۔ کیسٹر شوگر۔ چالیس گرام۔ کوکو پاؤڈر۔ دو کھانے کے چمچ۔ ونیلا ایسنس چند قطرے۔

ترکیب

انڈے اور کیسٹر شوگر کو اچھی طرح پھینٹ لیں یہاں تک کہ اس میں جھاگ بن جائے اور وہ یکجان ہو جائے ونیلا ایسنس شامل کریں اور مستقل پھینٹتی رہیں میدہ کو پاؤڈر اور بیکنگ پاؤڈر کو تین مرتبہ چھان لیں اس کو احتیاط سے انڈے اور شوگر کے آمیزے میں ڈالتی جائیں اور مستقل پھینٹیں آٹھ انچ کے چوکور پین میں یہ آمیزے ڈالیں پہلے اسے گرم اوون میں دو پچاس سی پر رکھ کر بیس منٹ کے لیے بیک کریں آئسنگ کے لیے کریم دو کھانے کے چمچے کیسٹر شوگر چھ کھانے کے چمچے۔ ترکیب کریم میں دو کھانے کے چمچے کیسٹر شوگر ملائیں اور اچھی طرح پھینٹیں اسی طرح باقی شکر ملا کر اتنا پھینٹیں کہ کریم بالکل گاڑھی ہو جائے اور شکر حل ہو جائے۔

چاکلیٹ سوس کے لیے

آئسنگ شوگر چار کھانے کے چمچ۔ کوکو پاؤڈر دو کھانے کے چمچے۔ مکھن دو چائے کے چمچ پانی دو کھانے کے چمچ۔ ان سب کو ساتھ ملا کر دھیمی آنچ پر گاڑھا ہونے تک پکائیں۔

فلنگ کے لیے۔

انناس آڑو چیری حسب ضرورت کیوبز کاٹ لیں پہلے سے تیار شدہ کیک دو درمیان سے کاٹیں نچلے حصے پر انناس کے ٹکڑے پھیلا دیں اب اس پر کریم اور چاکلیٹ سوس ڈالیں کیک کا اوپری حصہ رکھ دیں اب اس پر باقی رس ڈالیں اوپری حصے کو کناروں پر اچھی طرح کریم لگائیں اب اس پر چاکلیٹ سوس ڈالیں اور کانٹے کی مدد سے ڈیزائن بنا لیں۔ مزے دار بلیک فارسٹ کیک تیار ہے اب ذرا آپ لوگ بنائیں ناں لگ پتا جائے گا کہ کیک کھانا کتنا آسان ہے اور بنانا کتنا مشکل ہے میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ تھینکس ٹو آل۔ قارئین کیسا لگا میرا کچن اس بار کیک بہت مشکل ہے مگر میں نے تو بنا لیا پر جب آپ بنا کر دکھائیں گے پھر پتا چلے گا کھانے پر مجھے بھی انوائٹ کیجئے گا مجھے بہت پسند ہے اور میں نے جب سیکھا تھا تو بھائی نے بہت ڈانٹا تھا خیر اب بھائی کو بنا بنا کر کھلاتی ہوں۔ قارئین اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازئے گا آپ کی رائے کی منتظر رہوں گی

مدا علی عباس۔

فیملی قیمہ

دم کا قیمہ۔

اجزاء۔ گائے کا قیمہ ایک کلو۔ بغیر چربی باریک پسا ہوا۔

پیاز تین عدد۔ گھی میں گولڈن براؤن کر کے اخبار پر پھیلا دیں تا کہ خستہ ہو جائے۔

دہی ایک پیالی۔ ادرک لہسن پسا ہوا۔ ایک کھانے کا چمچ۔ خشخاش ایک کھانے کا چمچ۔ ہری مرچ تین عدد باریک کٹی ہوئی۔ لال مرچ پسی ہوئی ایک کھانے کا چمچ۔ نمک حسب ذائقہ۔ سفید زیرہ ایک چائے کا چمچ۔ سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ۔ چھوٹی الائچی آٹھ عدد۔ بھنے چھلے چنے دو کھانے کے چمچ۔ پودینہ ایک گٹھی باریک کٹا ہوا

پیاز ایک پیالی۔۔

ترکیب۔

سب سے پہلے سارے خشک مصالحہ جات ایک ساتھ باریک پیس لیں ایک دیگچی میں قیمہ دہی اور ادرک لہسن لال مرچ ہری مرچ پودینہ کچا پپیتا اور پسے ہوئے مصالحے اور گھی ڈال کر اچھی طرح قیمے کو گوندھ لیں اور لیموں کا رس ڈالیں اور پھر پندرہ منٹ کے لیے رکھ دیں ہلکی آنچ میں دیگچی چڑھا دیں اور پھر ڈھکن ڈھانک کر پکنے دیں اور جب پانی خشک ہو جائے تو ایک کھانے کا چمچ گھی ڈالیں اور ایک کوئلہ خوب دہکا کر دیگچی کے اوپر رکھ دیں پھر چند منٹ تیز آنچ پھر ہلکی آنچ پر پکائیں جب قیمے کا رنگ براؤن ہو جائے تو سمجھیں پھر قیمہ تیار ہو ہے ڈش میں نکالتے وقت لیموں والی پیاز پودینہ اور ہری مرچ کاٹ کر اوپر سجا دیں ساتھ میں روغنی یا سادے نان رکھیں پھر کیا کرنا ہے وہ تو سب ہی جانتے ہیں پھر کھانے کا کام سرانجام دینا ہے۔

چکن سیخ کباب

اجزہ۔ چکن کا قیمہ باریک کیا ہوا۔ آدھا کلو۔ لال مرچ پسی ہوئی ادھا کھانے کا چمچ۔ لونگ چار عدد۔ چھوٹی الائچی چھ عدد۔ نمک حسب ذائقہ۔ ہری مرچ باریک کٹی ہوئی۔ چار عدد۔ انڈہ ایک عدد۔ تیل حسب ضرورت۔ ڈبل روٹی کے سلائس تین عدد۔ کالی مرچ ثابت چھ عدد۔ کباب چینی چار عدد۔ بھنے چھلے چنے۔ ایک کھانے کا چمچ۔ ہرا دھنیا باریک کٹا ہوا ایک مٹھی۔ پیاز دو عدد۔ کارن فلور ایک کھانے کا چمچ۔ خشخاش ایک کھانے کا چمچ

ترکیب

سب سے پہلے سارے خشک مصالحہ جات ایک ساتھ ملا کر باریک پیس لیں پھر قیمے میں پسا ہوا مصالحہ اور سلائس کے چاروں کنارے کاٹ کر چورا کر کے ملا دیں اس کے بعد اس میں انڈہ کارن فلور اور ہرا مصالحہ ملا کر اچھی طرح گوندھ لیں اور پھر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں سیخوں پر تھوڑا تھوڑا سا قیمہ لگا کے سیخ کی شکل کے کباب بنا کر سوئی گیس کے چولہے پر سینک لیں یا کوئلے پر جب پک جائیں تو برش کے ذریعے ہلکا سا تیل لگا کر کباب سیخ سے نکال کر گرم گرم پیش کریں ساتھ میں املی کی چٹنی دہی کا رائتہ روغنی نان۔ رکھیں۔

قارئین آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے اس ماہ یہی پکائیں اور مزے سے کھائیں باقی اگلے ماہ لے کر حاضر ہوں گی اگر زندگی رہی تو ورنہ معاف کرنا اور میرا فیملی کچن کیسا لگا اپنی رائے سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کی قیمتی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا آپ کی رائے کی منتظر مقدس رانی۔

قارئین یہ کچن سب کے لیے ہے آپ سب بھی اپنے ہاتھ کی صفائی اس میں دکھا سکتی ہیں کوئی بھی کک ہو اچھی اچھی ڈشز بنانے کا طریقہ ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے بہت کارآمد ہے خاص کر وہ بہنیں جو کہ گاؤں دیہاتوں میں جن کے پاس ٹی وی بھی نہیں ہے جو کچھ پکا نہیں سکتی مگر ہمارے جواب عرض کے کچن سے کچھ بھی پڑھ کر وہ پکا سکتی ہیں اور ان کو کسی قسم کی شرمندگی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ میں نے گاؤں کی لڑکیوں کو دیکھا ہے وہ جب کوئی مہمان آ جائے تو سوچ میں پڑ جاتی ہیں کہ کیا پکائیں کیسے پکائیں ہمیں کچھ پکانا نہیں آتا حالانکہ سب کچھ ان کے گھروں میں موجود ہونے کے باوجود بھی وہ شرمندہ ہوتی ہیں ان کے لیے خاص تحفہ ہے جس سے وہ بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں خیر اللہ تعالیٰ ان سب کو کامیاب کریں آمین۔

-----دعاؤں کی محتاج کشور کرن پتوکی

زبیدہ بیوٹی ٹپس

--انتخاب۔کشور کرن پتوکی---

آزمودہ بیوٹی ٹپس

چہرے پر چھائیاں دور کرنے کے لیے آلو ابال کر انہیں پیس لیں ان میں تھوڑا سا نمک ملا کر چہرے پر لگانے سے چہرے کی چھائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بھاپ سے یا پانی میں گاجر ابال کر استعمال کرنے سے رنگ صاف ہوتی ہے۔

چہرے پر پسی ہوئی جئی کے دانے ملنے سے میلی جلد صاف ہو جاتی ہے۔

چہرے پر سیاہ دائرے نمودار ہو جائیں تو حلقوں پر ہلکا سا رنگ لگائیں کڑوے باداموں کو رگڑ کر چہرے پر لگائیں۔

سنگترے کے شربت میں لیموں کا رس ملا کر روزانہ پینے سے رنگ صاف ہوتا ہے۔

خربوزے کے بیج پیس لیں اور تھوڑا سا کیلا پیس کر اس میں مکس کر لیں یہ آمیزہ کیل مہاسوں پر لگائیں۔

کالی مرچ کو مٹی کے گھڑے میں رگڑ کر لگائیں دانے ختم ہو جائیں گے۔

شکر یا عناب کا شربت نہار منہ پی لیا کریں کیلوں پر کڑوے بادام پیس کر لگانے سے کافی فرق پڑتا ہے۔

چہرے کی شکنوں کے لیے دن میں [illegible] تازہ لیموں کے رس سے چہرے پر [illegible] تقریباً آدھے گھنٹے بعد چہرہ صابن سے دھوئیں۔

سی کی پیالی میں ایک چمچ ملائی میں تقریباً تین بادام کی گریاں پیس کر رات کے وقت چہرے پر لیپ کریں جھریاں ختم ہو جائیں گی۔

گلیسرین میں تقریباً تین چار قطرے لیموں کے رس نچوڑ کر ڈالیں اور چہرے پر لگائیں صبح منہ دھولیں۔ تازہ دہی چہرے پر لگانے سے خشکی دور ہو جاتی ہے۔

ایک انڈا ایک تولہ دودھ اور شہد ملا کر صبح و شام چہرے پر لگانے سے چہرہ نکھر آتا ہے۔

آڑو کی جڑ اور بھانگ بوٹی کی جڑ رگڑ کر لیپ کی صورت میں چہرے پر لگانے سے داغ دور ہو جاتے ہیں

ڈبل روٹی کے توس کے اندر مکھن اور نرم گاجر رکھ کر روزانہ کھانے سے رخساروں پر قدرتی چمک آتی ہے

انڈے کی زردی اور تلوں کے تیل کو اچھی طرح مل کر پھنسیوں پر لگائیں۔

رات کو سونے سے پہلے آدھا کپ نیم گرم پانی میں ایک چمچ بورک ایسڈ ڈال کر روئی کی مدد سے چہرے پر لگانے سے سرخ دانے ختم ہو جائیں گے۔

چہرے پر فالتو بال ہوں تو ہلدی کا ابٹن لگانے سے دور ہو جاتے ہیں۔

بیسن کو چھاچھ میں گوندھ کر چہرے پر لگائیں مہاسے ٹھیک ہو جائیں گے۔

سیاہ مرچ گلاب کے پانی میں بھگو کر رات کو چہرے پر لگائیں صبح گرم پانی سے دھولیں۔

نیم جب [illegible] نکالتے تب چہرے کو نیم کے صابن سے دھوئیں۔

اجوائن تین سو دو گرام دہی پچیس گرام دونوں کو ملا کر سوتے وقت مہاسوں پر لگائیں صبح نیم گرم پانی سے چہرہ دھولیں مہاسے ختم ہو جائیں گے۔

تلسی کے پتوں اور لیموں کا رس برابر ملا کر لگانے سے سیاہ دھبے اور کیل مہاسے ٹھیک ہو جائیں گے۔

چہرے پر سیاہ دھبے ہوں تو جائفل کو دودھ میں گھس کر منہ پر لگائیں۔

زیرے کو ابال کر اس پانی سے چہرہ دھونے سے خوبصورت ہو جاتا ہے۔

گل منڈی ایک چمچ سونف پسی ہوئی ایک چمچ شربت عناب ایک تولہ گلمنڈی اور سونف صبح کے وقت نیم گرم پانی میں بھگوئیں اور ایک گھنٹے کے بعد پانی نتھار کر شربت عناب ایک تولہ ملا کر نہار منہ پئیں۔

ملتانی مٹی کا پاؤڈر ایک بڑا چمچ سرخ چندن کا مہین پاؤڈر ایک بڑا چمچ کیال مائن پاؤڈر ایک بڑا چمچ ان تینوں کو ملا کر پیسٹ بنا لیں اور چہرے پر لگائیں چکنی جلد کے لیے بہت مفید ہے۔

[illegible]

ایک بڑا چمچ ان دونوں کو کسی کیمسٹ کی دکان سے خرید لیں ان سب کو ملا کر چہرے پر لگائیں یہ نارمل جلد کے لیے بہترین ہے۔

مہاسوں بلیک ہیڈ اور جھریاں مٹانے کے لیے کاسٹر آئل ایک بڑا چمچ گلیسرین ایک بڑا چمچ نیولسن ایک بڑا چمچ ان سب کو ملا کر کٹوری میں رکھ لیں پھر اس کٹوری کو ابلتے ہوئے پانی کی پتیلی پر رکھ دیں جب یہ مرکب اچھی طرح مکس ہو جائے تو ٹھنڈا کر کے چوڑے منہ والی شیشی میں بھر کر رکھ دیں روزانہ کو سوتے وقت سونے سے پہلے اچھی طرح منہ دھو کر اس کا سارے چہرے پر لیپ کریں اس سے مہاسے دور ہو جائیں گے۔

آئلی والی جلد کے لیے مکھن اور شہد یا شہد اور کچھ قطرے لیموں کے اور دودھ کے ملا کر مساج کریں۔

جلد کی مسلسل تازگی کے لیے شہد کھیروں کے امتزاج یا دودھ اور بادام کا تیل ملا کر قدرتی ٹونر تیار کیا جا سکتا ہے۔

چہرے کی مضبوطی کے لیے لیمن جوس کھیرے کو براہ راست جلد پر استعمال کریں۔

قارئین آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے اگلی بار پھر حاضر ہوں گی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

-----------کشور کرن پتوکی۔

اور کچھ بھی طلب نہیں کرتے
روٹھ جائے گا تم اسی ڈر سے
آپ روئے کرب نہیں کرتے
اتنے محتاط ہیں زمانے سے
بات کبھی بے سبب نہیں کرتے
لفظ بھی ہم سے روٹھ جاتے ہیں
ہم تیرا ذکر جب نہیں کرتے انیلا

☆ ———— انیلا شہزادی

محترم قارئین کرام آج پھر آپ کی بزم میں شامل ہو رہا ہوں۔ میرے شامل ہونے کا مقصد کچھ شکایات تھیں جو مجھے دور کرنا تھیں۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ جواب عرض کا معیار آپ قارئین کی لڑائیوں سے خراب ہو اور ایک ہی خاندان کے تین فرد پڑھتے ہیں کسی کے بارے میں کچھ بھی لکھنا زیب نہیں دیتا ہے۔ لکھنے والا تو لکھ دیتا ہے لیکن شاید یہ نہیں جانتا ہے کہ اس کا لکھا ہوا اس کی اپنی بدنامی کا سبب بن جائے۔ پچھلے دو تین ماہ سے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے ادارہ جواب عرض نے بالآخر ایکشن لے لیا ہے اب کسی کی ذات کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا اور نہ ہی کوئی لکھنے کی زحمت کرے۔ پہلے میڈم امامہ نے بھائی اقبال خٹک کے بارے میں کچھ غلط لکھ دیا اور پھر قارئین نے امامہ کے بارے میں بہت کچھ لکھ دیا ابھی یہ قصہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایم یعقوب نے کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر عاصم بوتا کے بارے میں لکھ دیا یہ سب کچھ غلط ہو رہا ہے اور ادارہ جواب عرض اور خاص میں خود ریاض احمد۔ اقبال خٹک۔ عاصم بوتا اور امامہ علی سے معذرت خواہ ہیں کہ آپ کی دل شکنی ہوئی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اب کسی کے بارے میں ابھی ایسا کچھ نہ لکھا جائے۔ جواب عرض کا شروع سے ہی ایک ہی مقصد رہا ہے کہ ہر کسی کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ ہمارے لیے شاہ ہے کسی گاؤں کا ہو یا شہر کا ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں ہم کسی میں فرق نہیں رکھتے ہیں۔ ایک بار پھر میں ان صاحبان سے معذرت چاہتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ کسی کی بھی دل شکنی نہ ہو۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ میں نے قارئین کے بار بار کہانیوں کے بارے میں تنگ کرنے پر پانچ سو فیس رکھ دی تھی۔ لیکن مجھے پھر سے قارئین کی کالیں وصول ہو رہی ہیں کہ اتنی کم فیس تو ہر کوئی دے سکتا ہے اس طرح تو جو فیس نہیں دے سکتے وہ تو کبھی بھی شائع نہیں ہوں گے بہتر ہے کہانی کی فیس ایک ہزار روپے رکھ دی جائے تاکہ بہت کم لوگ فیس بھیجیں اور باقی لوگوں کو بھی جگہ ملتی رہے مجھے ان کے مشورے اچھے لگے تھے سو اس پر فوری ادارہ جواب عرض نے عمل کر لیا ہے کہ اب ارجنٹ کہانی شائع کرنے کی فیس ایک ہزار روپے ہیں لیکن اس میں ادارہ نے ایک خاص سہولت ارجنٹ کہانی بھیجنے والوں کو دی ہے کہ ان کو کہانی شائع کرنے کے علاوہ پانچ جواب عرض گفٹ کے طور پر ان کے ایڈریس پر ارسال کیے جائیں گے۔ تاکہ وہ اپنے دوستوں میں وہ رسالے بانٹ سکے۔ میرے سب قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ لکھتے وقت کوشش کیا کریں کہ ایسا لکھے کہ پڑھنے والے کے دل میں اتر جائے صرف اپنا نام شائع کروانے کا نہ سوچا کریں ہم حوصلہ افزائی ہر کسی کی کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے معیار کو خراب کیا جائے۔ ہم نے جواب عرض کو آگے لے کر جانا ہے تاکہ اس کو جو ایک بار پڑھ لے وہ اس کی تمنا کرے۔ آفس مینجر جواب عرض ریاض احمد۔

اسلام علیکم۔ ماہنامہ جواب عرض کے تمام اسٹاف ممبران اینڈ قارئین رائٹرز ...

بھی ممنون ہوں ادارہ جواب عرض کی جس نے ہم سب کو بہت عزت دی میں ان ممبران رائٹر گروپ کا اپنے گروپ میں آنے کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور ان کی وجہ سے میرا گروپ کامیاب بنا ہے میرے پیارے بہن بھائیو کیسے ہیں آپ سب اور یونہی محنت کرتے رہیں انشاءاللہ ہمارا گروپ کامیاب ہو گیا ہے اللہ کی ذات اس گروپ کو اور بھی ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اور جو نئے رائٹر میرے گروپ میں شامل ہونا چاہتے ہیں ان کے لیٹر بھی پڑھ لیے ہیں اپنے پیارے بہن بھائیوں کا پیغام پڑھ کر میں ان کو دعوت دیتی ہوں جن میں بھائی یاسر مسکان ملک مسکان جنڈ ویلکم اور بھائی میں انشاءاللہ لکھتی بھی رہوں گی اور اب بھی جواب عرض کو چھوڑنے کا سوچنا بھی نہیں میں اپنے پیارے جواب عرض کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ سر ریاض احمد سے گزارش ہے کہ وہ کسی بھی رائٹر کو جواب عرض کی نگری سے محروم نہ کریں سب کو اپنی باری شائع کریں اور ان کی ایک مضبوط خواہش کو پورا کریں شکریہ۔ بھائی ذیشان ریاض آپ کو بھی رائٹر گروپ میں ویلکم کہتے ہیں رائٹر گروپ کے مقاصد صرف یہ ہیں کہ کہانی تھوڑی جان دار ہونی چاہئے تاکہ رائٹر گروپ کا پتہ چلے کہ واقعی کوئی رائٹر ہے جو رائٹر گروپ میں اتنی محنت کر رہا ہے اور دوسری بات یہ کہ جتنے بھی رائٹر گروپ کے ممبران ہیں وہ اپنے لیٹر کے اینڈ پر اپنے نام کے ساتھ ممبر آف رائٹر گروپ لازمی لکھا کریں شکریہ بھائی ندیم عباس میوانی تھینکس کہانی کے بارے میں رائے دینے کا باقی صدف لالہ موسیٰ رائے دینے کا شکریہ شاز یہ لاہور اللہ تعالیٰ آپ کے دکھ بھی ختم کرے اور آپ کو کوئی اچھا وسیلہ میسر ہو۔ اپنا خیال رکھنا کرو باقی بھائی سجاد جعفری۔ وقاص انجم۔ محمد عثمان رضا اوکاڑہ۔ ملک علی رضا فیصل آباد۔ عبدالجبار رومی۔ لبنیٰ محی الدین۔ صبا کنول اینڈ فرینڈز قصور آپ سب کا رائے دینے کا بہت بہت شکریہ۔ سر ریاض صاحب کچھ خیال کریں۔ اور خاص کر لڑکیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی تعریف و تنقید خط کے ذریعے ہی دیں شکریہ ورنہ ہر کسی کی اپنی سوچ ہے۔ اور قارئین ایک اور بات ہے کوئی میرے نام کی آئی ڈی بنا کر یوز کر رہا ہے اور یہ غلط بات ہے جبکہ میں نے یہ کام کبھی کیا ہی نہیں ہے اور نہ مجھے اس چیز کا شوق ہے بہر حال جو کوئی بھی ہے کسی کے نام کی غلطی آئی ڈی بنا کر یوز کرنا غلط بات ہے میرا نام کشور کرن ہے آج تک میں نے فیس بک اوپن نہیں کی پھر کشور کرن کے نام کی آئی ڈی کس نے بنائی ہے یہ میں نہیں جانتی۔

لیڈر آف رائٹر گروپ کشور کرن پتوکی

اسلام علیکم۔ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے مارچ کے شمارے کے لیے میں یکم مارچ سے چکر لگا رہا ہوں مگر آج پانچ روز بعد رسالہ ملا کیونکہ ادارہ جواب عرض والوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ آپ پریشان نہ ہوں آپ کی تحریر اگلے مہینے لگ جائے گی اسی لیے بڑی امید کے ساتھ رسالہ خریدا مگر میری کوئی تحریر نہیں تھی میری تحریروں کو چودہ ماہ ہو چکے ہیں بھیجے ہوئے۔ جن میں۔ سوچا نہ تھا۔ خودکشی حرام ہے۔ بے وفا۔ اور خاص طور پر۔ یوں ہم ملے۔ بھیجی تھی اور کوپن غزلیں بھی تو بھیجتا ہوں مگر لیٹر شائع ہو جاتا ہے مگر باقی کچھ بھی شائع نہیں ہوتا انکل ریاض صاحب سے میری گزارش ہے کہ وہ پانچ یا دس سال بعد

جب بھی میری کہانی شائع کریں تو میری اسٹوری۔ بے وفا اور ہوں ہم ملے نہ تھے یہ دونوں ضرور شائع کر دینا باقی رہنے دینا سچ پوچھیں تو میرا دل اب ٹوٹ چکا ہے ہاں ایک گزارش ہے کہ آپ سو سال بعد ہی شائع کریں میری کہانی یوں ہم ملے نہ تھے ضرور شائع کرنا آئینہ روبرو کے آل فرینڈ کیسے ہیں آپ سب فنکار شیر زمان۔ عابدہ رانی۔ ایم افضل آزاد صاحب۔ آپی کشور کرن۔ عبدالجبار رومی۔ آپ سب کا مجھے اپنے لیٹر میں یاد کرنے کا شکریہ میں انشاء اللہ ہر ماہ خطوط کی محفل میں ضرور حاضری دوں گا اور میری کہانیوں کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ آخر میں پرنس مظفر شاہ عاصم بوٹا شاہد رفیق امامہ علی ناصر خٹک خورشید زوہیب۔ کو سلام پلیز ریاض بھائی لیٹر بنا کوئی ترمیم کے پورا شائع کرنا۔

-------- محمد حسن شاہین

حسن شاہین صاحب آپ کی کہانی ہمارے پاس نہیں ہے اگر ہوتی تو ہم ضرور لگاتے آپ کے خط لگا رہے ہیں پھر کہانی کیسے چودہ ماہ رکھ سکتے تھے ہم نے تلاش کی مگر آپ کی کوئی کہانی نہیں ملی اور آپ اگر دوبارہ وہ کہانیاں بھیج دیں تو ہم فوری آپ کی تحریریں شائع کر دیں گے پریشان نہ ہوں آپ بھیجیں ہم اسے شائع کرتے ہیں۔

-------- ریاض احمد لاہور

محترم جناب ریاض احمد صاحب اور جواب عرض کے تمام سٹاف کو سلام۔ جنوری کا جواب عرض بہت ہی اچھا اور معیاری تھا تمام قارئین کی سٹوریاں بہت اچھی تھیں جناب انتظار حسین ساقی کی سٹوری مجھ سے روٹھے میرے ساجن۔ ام رباب۔ کی سٹوری تم صرف میرے ہو۔ بہت ہی اچھی لگی تھی۔ شازیہ گل کی سٹوری حسین سانپ بھی بہت اچھی تھی۔ غم زندگی۔ یہ تمام سٹوریاں بہت اچھی تھیں میری طرف سے ان سب رائٹروں کو مبارکباد قبول ہو۔ ام رباب سے درخواست ہے کہ آپ ہر ماہ لکھا کریں میری طرف سے سب دوستوں کو سلام ام رباب حافظ آباد۔ مومنہ گل وادی سوہن۔ اعجاز احمد چدھڑ۔ غلام عباس چدھڑ۔ شاہد اقبال اور باقی تمام قارئین کو سلام۔

-------- محمد اشرف زخمی دل بچیکی ننکانہ صاحب

اسلام علیکم۔ ماہ فروری کا رسالہ بروقت ملا مکمل پڑھ لیا ہے اور پڑھنے کے بعد پورا انصاف کے ساتھ اپنے آپ کو تبصرے کے لیے تیار کیا ہے سب سے پہلے سیدہ امامہ علی نے جو کچھ بھی ناصر خٹک صاحب کے بارے میں لکھا ہے یہ سیدہ صاحبہ کو زیب نہیں دیتا ایک رائٹر دوسرے رائٹر پر اس قدر کیچڑ نہیں اچھال سکتا ہم سارے ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں اور ہاں یاد رکھو کہ ناصر خٹک ایک سیکرٹ ادارہ کا گزیٹڈ آفیسر ہے ہم اسکی اس قدر توہین بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتے بحرحال آئندہ کوئی رائٹر بھائی یا بہن دوسرے رائٹر پر کیچڑ نہ اچھالیں۔ اب آتے ہیں رسالے کی طرف تو بھائی عارف شہزاد محبت ایک دھوکہ ہے لکھنے پر دل خوش ہوا۔ سلیم اختر کی کہانی روح۔ کہانی کی سمجھ نہیں آئی۔ احمد حسن بھائی آہ زندگی لکھ کر آپ نے چھکا نہیں مارا۔ البتہ نمبر دراز ... محبت لہولہو۔ لکھنے پر آپ کو مبارکباد۔ آخری ملن مقصود احمد بلوچ۔ یونس ناز کی کرن تم کہاں ہو۔ شاہد رفیق کی وقت کے تقاضے اور میرے پیارے دوست یاسر کی

غلطی کس کی تھی لکھنے پر خالد فاروق اور کی اب پیار نہیں کرنا اچھی کہانیاں تھیں عامر جاوید ہاشمی ویلڈن۔ وقاص احمد انجم نے تم ہی ہو ایک نام کی دو کہانیاں تحریر کی ہیں بہتر ہیں بھائیو زاہد ملک بہت خوب۔ سحر ہونے کو ہے ناصر خٹک صاحب کھلاڑی کا عشق لکھ کر آپ نے خود ہی جھکا لگا دیا ہے چوکا رہ میں۔ میرا ایک دوست ولی سبحان بھی رہتا ہے۔ جلال عینی قادری نے سٹوی بدلہ رت لکھی کتنی اچھی بات ہے میرے شہر کے لوگوں نے بھی کہانیاں لکھنا شروع کر دی ہیں امتحان ہے زندگی۔ اور کشور کرن کی نصیبوں جلی بھی اچھی کہانیاں تھیں اس ماہ کی ٹاپ سٹوری معاویہ عنبر وٹو کی انتظار فصل گل تھی بہت بہت مبارک ہو بہن مقدس رانی اور بھائی یاسر ملک آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ جو مجھے یاد کرے ہیں اور آخر پر اپنے چھوٹے دوست عاطف نعمان کو پیار بھرا سلام قبول ہو۔

-------- پرنس مظفر شاہ پشاور

اسلام علیکم سب سے پہلے جواب عرض کی جملہ ٹیم جن کی انتھک محنت سے جواب عرض ہمارے ہاتھوں میں ہے اور تمام قارئین جواب عرض کو میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے دعا اور عقیدتوں بھرا سلام بعد از سلام میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کال کر کے میری حوصلہ افزائی کی اس وقت میرے ہاتھوں میں ماہ فروری کا شمارہ ہے زندگی نمبر بہت ہی خوبصورت ٹائٹل اور بیک ہے بہت ہی محنت سے سمجھ بوجھ اور ذوق سے تصاویر کا انتخاب کیا گیا ہے میں تصاویر منتخب کرنے والے کے اعلیٰ ذوق کی داد دیتا ہوں اس کے بعد اس ادارہ سے التماس کرتا ہوں کہ جواب عرض جدت پیدا کریں اور یکسانیت کو ختم کریں ایک ہی رائٹر کی ایک ہی تحریر بار بار شائع کرنے سے اجتناب کریں اب اسلامی صفحہ کی یہی تحریر پہلے اور ناولوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے میری قارئین سے بھی التجا ہے کہ وہ بھی نئی نئی تحریر ارسال کیا کریں جواب عرض کے سابقہ موال کو قائم رکھیں اور سب رائٹروں کی تحریریں میرٹ پر شائع کریں آخر میں میں تمام قارئین بہن بھائیوں سے دست بستہ ریکویسٹ کرتا ہوں کہ وہ میرے والد محترم ملک نبی بخش صاحب کی روح کو ایصال ثواب کی خاطر تین بار سورۃ اخلاص اور ایک الحمد اللہ پڑھ کر بخش دیں میرے والد جو 2/2/2016 کو انتقال فرما گئے ہیں۔ سب قارئین کو اللہ تعالیٰ خوش رکھے خاص کر میری جان زمرہ اقبال ہیڈ بکاں کو وہ جہاں بھی رہے خوش رہے۔

-------- خلیل احمد ملک

اسلام علیکم آداب بہت سے دوستوں کے کہنے پر جواب عرض میں دوبارہ واپس آ گیا ہوں امید ہے سب مجھے ویلکم کہیں گے جواب عرض کے قارئین کرام کے لیے دعائیں اب ہر ماہ تبصرہ سمیت حاضر ہوا کروں گا مگر ریکویسٹ ہے کہ میری چیزیں لازمی شائع کیا کریں اور مخلص اور دکھی انسان ہوں جب آپ ویسا ہی کرتے ہو جیسا دوسرے کرتے ہیں تو دلی دکھ ہوتا ہے اپنی آپ بیتی بہت سے رائٹروں کے کہنے پر لکھ کر بھیج رہا ہوں اسی خط کے ساتھ اٹیچ ہے کہانی کا نام لاحاصل عشق۔ ہے امید ہے جواب عرض کے سب قارئین کو پسند آئے گی۔ جواب عرض فروری پر تبصرہ حاضر خدمت ہے اسلامی صفحہ سے سبق حاصل کیا آپ ادارہ بھی لکھا کریں عارف شہزاد کی آپ بیتی پڑھ کر دکھ ہوا زمانے کے روگ نرالے ہیں محمد سلیم اختر

تو لکھتے ہی منفرد ہیں۔آپی کشور کرن تو جواب عرض کی شان ہیں۔یاسر وکی آپ کچھ کم لکھتے ہو کھل کر لکھو تب ہی بہتری آئے گی غلطی کس کی تھی دلاور نے اپنی انا اور رشتے میں کئی گھر اجاڑ دیئے اچھی انتظار حسین ساقی تمہارا عشق جنون کم ہوا یا نہیں۔پرنس بابر علی تم نقل کیوں کرتے ہو صرف اسی کا جواب دے دینا۔میں بہت پرانا لکھنے والا ہوں یاد رکھنا۔خطوط بھائی ملک علی رضا کا خط بھی اچھا لکھا بہت سی دعائیں تم ایک ہی میرے مخلص دوست ہو باقی جن کے خطوط اچھے تھے ان کے اسماء گرامی مقدس رانی شازیہ گل ۔مظفر شاہ۔رمضان تبسم۔اور آپی کشور کرن۔باقی رسالہ بھی اپنی مثال آپ تھا بہت سی دعاؤں کے ساتھ اجازت باشرط اگلے ماہ حاضر ہوں گا۔

-----------------محسن علی طاب فرید ٹاؤن ساہیوال

اسلام علیکم۔ماہ فروری کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد کہانیوں کی طرف قدم رکھا تو کہانیوں میں اس ماہ کی بہت اچھی تھی مگر سلیم اختر صاحب اگر یہ سب کچھ آپ خوفناک میں لکھتے تو اور زیادہ اچھا ہوتا حاجی انور لانگ خوش آمدید اس کے بعد اپنے دوست عمر دراز آکاش شاہد رفیق ہوا انتظار حسین ساقی کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی عافیہ گوندل معاویہ عنبر ۔عارش شہزاد یونس ناز کی کہانیاں بہت اچھی تھیں نرگس ناز آپی کہاں ہو رابطہ میں جو دوست میرے ساتھ کہانیوں کو پسند کرتے ہیں اور لکھنے کا کہتے ہیں میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں صائمہ آپ کا شکریہ آپ نے میری بات مان کر شادی کر لی اور مسکان مایوس نہیں ہوتے خدا جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے خدا کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔

-----------------پرنس عبدالرحمٰن گجر نین رانجھا

اسلام علیکم۔سخت مصروفیات کے باوجود بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تین تاریخ کو جواب عرض لینا ہی پڑا اس سرورق پر نگاہ پری تو خوشگواری کی لہر جسم میں دوڑ گئی ٹائٹل پر گرل کا دلکش انداز سرورق کی شان بڑھا رہے تھے حسینہ بال بکھیرے کان کی بالی بہت اچھی لگی انکل جی تبھی تو حسینہ کا منہ بند کر دیا کریں ایسا لگتا ہے کہ وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتی ہے اور ہم منتظر رہتے ہیں مگر وہ تو بولتی تک نہیں دلکش اوراق کی ورق گردانی کرتے سیدھا اسلامی صفحہ کی طرف جمپنگ کی ایمان کو تازہ کیا گیا اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تحریروں میں محبت ایک دھوکہ ہے عارف شہزاد کی ۔روٹھا نصیب حاجی انور لانگ ۔وقت کے تقاضے شاہد رفیق۔نصیبوں جلی آپی کشور کرن کی بہت ٹاپ سٹوری تھی محبت لہولہو غلطی کس کی خدا کا انصاف تم ہی تو ہو۔سحر ہونے کو ہے اور باقی سب سٹوریز بھی بہت اعلیٰ تھیں اس بار جواب عرض مجموعی طور پر جواب عرض لگا اب اگلے شمارے کا انتظار ہے تب تک یہ قاری بیکار ہے

-----------------سجاد علی شگری گلگت بلتستان

اسلام علیکم قارئین اینڈ ریاض چاچو صاحب امید کرتا ہوں آپ اور جواب عرض کی پوری ٹیم اس کے بعد سب رائٹر حضرات اللہ کے کرم سے خیریت سے ہوں میری طرف سے جواب عرض کی پوری ٹیم کو سب رائٹر بھائیوں اور بہنوں کو ڈھیروں مبارکباد قبول ہو اتنی اچھی سٹوریز لکھنے پر ریاض انکل میں میں

... جواب عرض میں لیٹر نہ لکھ سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے دسویں کے ...
معذرت خواں ہوں کہ جواب عرض میں لیٹر نہ لکھ سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے لیے دعا کریں کے اللہ مجھے پڑھائی کے معاملے میں کامیابی عطا فرمائے آمین اب آتا ہوں ماہ فروری کے شمارے کی طرف تو پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا پھر اس کے بعد نصیبوں جلی آپی کشور کرن پتوکی سے کرن آپی جی بہت شکریہ اتنی اچھی سٹوری لکھنے پر محبت لہولہو عمر بھائی آپ کی سٹوری بھی بہت اچھی لگی۔وقت کے تقاضے شاہد بھائی مبارک ہو اتنی اچھی سٹوری لکھنے پر انتظار فصل گل۔تم ہی ہو وقاص انجم جڑانوالہ۔بدلا رت جلال غنی۔کرن تم کہاں ہو یونس ناز۔محبت ایک دھوکہ ہے عارف شہزاد۔آہ زندگی احمد حسن عرضی۔خدا کا انصاف عافیہ گوندل۔بلکہ اس بار تو سارا شمارہ ہی تعریف کے قابل تھا لیٹر لمبا ہونے کی وجہ سے جن حضرات کے نام نہ لکھ سکا ان کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک قبول ہو اس کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں میری دعا ہے کہ جواب عرض پر چہ خوشیوں کا جھولا جھولتا رہے زندگی رہی تو اگلی بار ملیں گے اللہ حافظ۔۔

-----------------ارسلان آرزو جڑانوالہ

اسلام علیکم۔اس بار امتحان ہے زندگی نمبر نے کمال کر دیا جواب عرض ہر مہینے پڑھ کر یہ احساس تو ہتا ہے کہ اس وقت بھی درد دل رکھنے والے لوگ ابھی ہیں اور کافی تجربہ کار قلم کار دوست خدمت کر رہے ہیں اس بار محبت لہولہو۔خدا کا انصاف۔محبت ایک دھوکہ ہے۔روح کی کہانی۔کرن تم کہاں ہو۔اب پیار نہیں کرنا۔سٹوریز بہت اچھی تھیں اس بار ہمارے دوست خالد فاروق کی سٹوری شائع ہوئی تو سب دوست مل کر اس کو مبارک باد دینے لگے اور جواب عرض میں دوبارہ انٹر پر بہت سی مبارکباد دیں اور شہزادہ مرحوم کے لیے دعا کی اور آخر میں کھانے کا اہتمام کیا اسی موقع پر حکیم جاوید تنسیم نے اپنی قسط وار سٹوری کے بارے میں آگاہ کیا کے جلد قارئین کے لیے یادوں کی اداس وادی جیسی سٹوری لے کر حاضر ہو رہا ہوں حکیم صاحب پلیز سٹوری جلدی ارسال کر دینا پہلے بہت انتظار ہو گیا خطوط میں ذیشان ریاض۔ندیم عباس ڈھکو۔افضل آزاد۔یاسر وکی۔امین مراد۔شازیہ گل۔مقدس رانی۔پرنس مظفر شاہ سلمان بشیر ۔رمضان تبسم۔ریاض چوہان۔کے خطوط بہت عمدہ تھے جواب عرض کے لیے بہت سے دعائیں۔

-----------------ملک علی رضا فیصل آباد

اسلام علیکم۔کیسے ہیں آپ ریاض بھائی اللہ آپ کو اور آپ کی ٹیم کو سلامت رکھے آمین۔جنوری کا شمارہ دکھی نمبر پڑھا جو بہت ہی اچھا تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ماں کی یاد میں کشور کرن آپی نے بہت خوب لکھا تھا اس کے بعد کہانیاں پڑھی جس میں انتظار حسین ساقی مجھ سے روٹھے میرے ساجن ۔ایم قاسم کی دل ہے بیتاب۔اور احمد حسن عرضی کی کہانی یقین نہیں آتا باقی بھی سب کہانیاں بہت اچھی تھیں۔

-----------------ایم شاہد رونجھو لسبیلہ

اسلام علیکم۔فروزی کا شمارہ وقت سے پہلے مل گیا ٹائٹل بھی پیارا تھا انتظار حسین ساقی کی دوسری قسط کا شدت سے انتظار رہے گا لیکن یہ کیا آپ لوگوں کے پہلی قسط دوسری بنا دی۔باقی سب سٹوریاں بیسٹ

تھیں کوپن اور کالم غائب تھے اور پلیز ملاقات کالم دوبارہ سے شروع کریں یاسر وکی دیپالپور کی خوش آمدید ایک ملاقات کے بعد غائب ہو گئے ہو ملتے رہا کرو ہم سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ہی ملے گا انشاء اللہ اصلاحی کہانیاں لکھا کرو تو ٹین کی سٹوریز سے ہٹ کر ایک نام پاؤ گے اپنا۔ روٹھا میرا نصیب حاجی انور لانگ صاحب یہ کہانی مجھے بھی سنائی تھی عاشی نے لیکن میرے پاس ان دنوں ٹائم کافی شارٹ تھا اور وہ سٹوری کو دنوں میں شائع کروانے کے چکر میں تھی بہر حال اچھا لکھا ہے آپ نے پلیز نو مائنڈ۔ دکھ درد ہمارے اور رشتے ناطے کالم کے ساتھ یا بھیجنے والے کا کالم ایڈریس مکمل شائع کیا کریں یا پھر رابطہ نمبر اس طرح شائع کرنے کا کیا فائدہ پرانے کافی رائٹر پھر جواب عرض کی طرف لوٹ رہے ہیں یہ خوش آئین بات ہے بے شک جواب عرض نے ہی ہمارے قلم کو تقویت بخشی ہے ہمیں اس گلشن کو سدا آباد رکھنا ہے آپی کشور کرن جی کا رائٹر گروپ خاصا بڑا ہو رہا ہے خدا مزید شہرت سے نوازے آئندہ لیٹر تک اجازت چاہوں گا۔

--------------- محمد خان انجم دیپالپور

اسلام علیکم۔ بھائی ریاض احمد صاحب کیسے ہیں آپ امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گے آپ نہیں جانتے کہ ہمارے گاؤں میں ڈاک خانہ نہیں ہے اس لیے لیٹر پوسٹ کرنے کے لیے شہر جانا پڑتا ہے جب ہماری تحریر نہ آئے تو بہت دکھ ہوتا ہے اس وقت پلیز آپ میری تحریر کو قابل غور کیا کریں ضرور پلیز اللہ آپ کی سانسوں کی حفاظت فرمائے۔ ارم ارسہ کی سٹوری اور میری سٹوری آوارگی کا انجام ایک ساتھ ہی لگ گئی تھیں بہت اچھی تھیں وہ سٹوری بھی۔ آپی کشور کرن کی شاعری بھی زبردست ہوتی ہے۔ نداعلی عباس عابدہ رانی۔ ذکی چاند۔ شازیہ۔ آپ سب بہت اچھا لکھتے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ پاک زیادہ توفیق دے اور ہاں میری چھوٹی بہن سیدہ عارفہ مبین کو کہنا کہ میں بھی اس کو بہت مس کرتی ہوں جتنا پیار وہ مجھ سے کرتی ہے اس سے زیادہ میں بھی اس کرتی ہوں عارفہ میں ایک دو دن تک آؤں گی۔ امی کے گھر اور ریاض بھائی اللہ آپ کا اقبال بلند کرے پلیز میرا جواب عرض میں یہ پہلا لیٹر ہے اسے ضرور شائع کر دینا آپ سب کی دعاؤں کی منتظر۔

--------------- راشدہ عمران چک جھمرہ

اسلام علیکم پیارے قارئین اینڈ سٹاف جواب عرض اور میرے سویٹ انکل جی کیسے ہیں آپ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے یاسر ملک مسکان کی طرف سے سب کو سلام الفت سب سے پہلے گلے شکوے ہو جائیں انکل جی میں نے دسمبر 2014 اور جنوری فروری 2014 میں تین سٹوریاں بھیجی تھی جن میں سے ایک سٹوری شائع ہوئی تھی میں نے سمجھا تھا کہ تین مہینے کے بعد نمبر آجائے گا مگر اب تو سال سے اوپر ہو گیا ہے آپ نے کہا تھا کہ باری آنے پر لگا دوں گا انکل جی میں نے اور بھی سٹوریاں لکھی ہوئی ہیں پر بھیجی نہیں کیونکہ سچی بات ہے مایوس ہو گیا ہوں کہ شائع ہی نہیں کرنی تو بھیجنے کا فائدہ کیا ہے لیز انکل جی اگر شائع کر کے حوصلہ افزائی کا موقع دیں۔ پر باری آنے پر کسی سے زیادتی کر کے نہیں آپ حوصلہ افزائی کریں گے میں دوسری بھی بھیج دوں گا پلیز پیارے انکل جی ناراض نہ ہونا یہ میرا حق تھا اور

مجھے دکھ تھا تب اتنے گلے شکوے کیے ہیں اب آتے ہیں رسالے کی طرف تو پیارے قارئین ایڈیشن بہت ہی خوبصورت تھا سب نے بہت اچھا لکھا سب سے پہلے میری پیاری آپی جی کشور کرن کیسی ہیں میری دعا ہے آپ خیریت سے ہوں گی آپ کا لیٹر پڑھ کر دل خوش ہو گیا بہت شکریہ آپی آپ نے ویلکم کہا میری دعا ہے آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں اور اس طرح لکھتی رہیں کہانیوں میں صبا کنول ناجانے بیٹی کیوں دعا دیتی ہے۔ خواہشوں کی منزل مجید احمد جائی۔ عرین یاب بس ایک وعدہ کیا تھا۔ نازیہ کنول تیرے واسطے میری دعا۔ کون مجرم ایم عاصم بوٹا۔ چھوٹی سے بھول افسانہ کنول۔ مجھ سے روٹھے میرے ساجن انتظار حسین ساقی۔ بھکاوہ محمد رضوان۔ اپنوں نے لوٹا توقیر۔ ویران زندگی عارف شہزاد۔ بہت ہی اچھی سٹوریاں تھیں بہت بہت مبارک ہو باقی سب کی سٹوریاں بھی نائس تھیں سب کو مبارکباد آئینہ روبرو میں عبدالجبار رومی انصاری۔ آپی کشور کرن جی۔ شازیہ لاہور۔ نداعلی عباس۔ عابدہ رانی۔ نزاکت علی ملک عی رضا نے عمدہ تبصرہ نگاری کی ہے اب آتے ہیں غزلوں کی طرف تو مس ماریہ شمائل۔ بابر علی۔ عابدہ رانی۔ احمد حسن عرضی۔ راشدہ عمران کی غزلیں بہت پیاری تھیں ویلڈن بہت مبارک ہو میری دعا ہے کہ سب اسی طرح ہی لکھتے رہیں اور ایک دن جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا انکل جی ناراض بالکل نہ ہونا اور پلیز سٹوریاں جواب عرض میں شائع کر دیں جلدی آخر پر یاسر ملک مسکان کا سب کو محبتوں بھرا اسلام۔ دعا ہے ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں دعاؤں میں یاد رکھنا والسلام۔

--------------- یاسر ملک مسکان جنڈ

بھائی آپ فکر نہ کریں جلد آپ کی سٹوری ضرور آجائے گی اس ماہ جگہ کم ہونے کی وجہ سے بہت سی سٹوریاں کمپوزنگ شدہ رہ گئی ہیں آپ کی سٹوری بس ایک تیرا انتظار بھی کمپوز ہو چکی ہے جو کہ جگہ کم ہونے کی وجہ سے شائع نہ ہو سکی

--------------- ریاض احمد لاہور

اسلام علیکم۔ زرد پیرہن میں سجاوٹ سے بھرپور حسینہ تو خوبصورت لگ رہی تھی لیکن موڈ سے لگ رہا تھا کہ جیسے زندگی ویران ہے شاید اسی لیے جواب عرض کا یہ شمارہ ویران زندگی نمبر ٹھہرا پیلے پیلے پیرہن سے یاد آیا کہ موسم بہار ہے اور جشن بہاراں تو ٹھیک ہے لوگوں کو موج مستی اور تفریح میسر آجاتی ہے لیکن بسنت کے حوالے سے پتنگ بازی کرنا کسی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کہانیوں میں جانے سے پہلے آئینہ روبرو کی محفل میں چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون کس کو آئینہ دکھا رہا ہے خیر جواب عرض سے سانسیں جڑی ہوئی ہیں تو شدت سے انتظار ہوتا ہے جیسے عابدہ رانی کی شاعری میں بھی بہت خلوص اور پیار ہوتا ہے تبھی تو تبصرے میں بھی کھل کر اظہار ہوتا ہے شکریہ عابدہ رانی آپ اچھا لکھتی ہیں۔ نداعلی عباس سوہادہ آپ کی جواب عرض کے لیے محبت قابل تحسین ہے اتنا مختصر تبصرہ بھائی پرنس عبدالرحمن دیکھو آپ سے بھی بازی لے گئیں کراچی کی مسکان۔ نزاکت علی خیر تو ہے بہت ہنس رہے ہیں اداس نہ ہوں۔ افضل آزاد دیکھو کتنا پیارا تبصرہ لکھا ہے آپ نے ویلڈن خدا سب کا دل بڑا کرے مگر سیدہ امامہ آپ بہت اچھا لکھتی ہیں آپ تبھی صدف لالہ موسیٰ اور شازیہ کی جسارت کو سلام ہے ویلکم پہلے خط میں ہی مل رہا مثبت پیار ہے تلخی محفل تو سب پر گراں گزری ہوگی آپی کشور کرن بھی اسی حوالے سے پریشان ہیں۔ شازیہ لاہور۔ لبنیٰ محی الدین

۔صبا کنول اینڈ فرینڈ۔ سبھی ہیں جواب طلب بتاؤ تو آخر ایسا کیا ہوا ہے کیا انجام ہے ہاں تلخیاں بھلا کے مسکرا کے جواب دیجئے۔ مجید احمد جائی کی سٹوری بھی بس پوری سوری رہی۔ نادان محبت میں اپنا آپ گنواہ بیٹھی ہے۔ نا جانے بیٹی کیوں دعا دیتی ہے بے چاری کوہل کی طرح کبھی گھر بار نہ چھوڑ نا۔ صبا کنول جٹ کی سٹوری بھی یہی صدا دیتی ہے۔ افسانہ کنول کی کہانی چھوٹی سی بھول ایک دم زبردست ہے اور اگر لڑکوں پر اعتماد ہے تو والدین کو لڑکیوں پر زیادہ اعتماد کرنا چاہئے۔ توقیر اسلم کی محبت کی یاری بھی دکھ درد لے کر حسینہ ارشد کے ساتھ چلتی بنی۔ توقیر کی دکھ بھری داستاں کو سلام۔ پارک کی محبت میں ہی رہ گئی بے وفا لڑکی۔ دھوکے سے عارف کو لوٹ گئی۔ کیا ضرورت تھی اپنی جمع پونجی لٹانے کی راہ چلتی محبت تو تھی ہی۔ مجرم کون تو ناز ہی ہے دنیا والوں کے سامنے کیوں بہت ہار اس نے اپنی ماں بہن بیٹی کی بھی حفاظت نہ کر سکا بہر حال کہانی بس ٹھیک ہی رہی۔ مکافات عمل پہ کس کا زور ہے ایک ایک کر کے احمد کو سبھی لوگ چھوڑ گئے اور اگلے جہاں سدھار گئے۔ عائشہ سے محبت ہوئی وہ بھی نہ۔ تشیب احمد اعوان کی تنہائی نے غمزدہ کر دیا اللہ اسے صبر وجمیل دے آمین۔ شہزادی نے آیان کے لیے اور اپنے آپ سے جو وعدہ کیا تھا اس نے تو نبھایا لیکن اس کے بدلے اسے صرف کانٹے ہی ملے اگر شہزادی بھی شروع میں اپنے بارے میں سوچتی تو ضرور کامیاب رہتی مگر بس۔ ایک وعدہ کیا تھا وہ اسے ہی نبھاتی ہی رہ گئی عرین یاب سہو کی سٹوری نے مایوس کیا۔ لہو کا کوئی رنگ نہیں شیزا نے کورٹ میرج کر لی تھی تو کبھی بھی واپس نہیں آنا چاہئے تھا اور وہ بھی لالچی لوگوں کے ساتھ بس جب موت آواز دیتی ہے تو کوئی نہ کوئی بہانہ ہی بنتا ہے۔ میرا عابدہ رانی سنو جو قرض بنتا ہے میرے دل کا تیری جانب سید فیاض وہ آتے تو مکمل میرا دیوانہ ہو جاتے مار یہ شمائل میری فطرت میں رونا لکھ دیا۔ بابر علی بلوچ گنگناتے ہوئے آنچل کی ہوا دے مجھ کر اور احمد احسن کی شاعری اچھی لگی اس کے علاوہ عدیل ارشد۔ تنزیلہ حنیف۔ محمد افضل انصاری۔ الیف منڈی بہاولدین۔ الیس امتیاز کراچی۔ چوہدری شاہد محمود۔ مستری مزمل۔ ماں تیرے ہونے سے یہ گھر بجتا ہے۔ راشدہ عمران۔ ماہ نور کنول۔ اور ثوبیہ حسین کا انتخاب بے حد اچھا لگا باقی کہانیاں لکھنے والے دوست کوشش کریں شروع سے لے کر اینڈ تک کہانی میں روانی اور تجسس ہونا چاہئے۔

-----------------عبدالجبار رومی۔

اسلام علیکم کیسے ہیں آپ ریاض بھیا۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ اب آتے ہیں فروری کے جواب عرض کی جانب فروری کا جواب عرض مجھے دس کو ملا اپنی کوئی تحریر نہ پا کر بہت دکھ ہوا ریاض بھیا میرے ساتھ یہ نا انصافی کیوں ہو رہی ہے آپ نہ میری کہانیاں شائع کرتے ہیں اس بار کہانیوں سلیکشن کمال کی تھی اس بار کمپوزنگ بھی بہت اچھی طرح ہوئی تھی سب سے پہلے جو کہانی میں نے پڑھی وہ سیدہ امامہ کی تھی۔ محبت ایک دھوکہ ہے عارف شہزاد آپ کی کہانی پڑھ کر آنکھوں سے آنسو ٹم ٹم برسنے لگے بھائی یہاں لوگ خدا سے بھی بے وفائی کرتے ہیں ہم اور آپ تو پھر بھی انسان ہیں۔ اب پیار نہیں کرنا یا سروکی آپ کی کہانی لاجواب تھی۔ کرن تم کہاں ہو بھائی ناز آپ کی کہانی اور لاسٹ میں میسج بہت اچھا لگا واقعی خدا نے ہمیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور ہم یہاں اور

...آپ کے گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں...
ہی مقصد کی طرف بھاگ رہے ہیں آپی کشور کرن جی میں آپ کے گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں
امید ہے کہ آپ مجھے ویلکم کہیں گی شکریہ آپی آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک جواب عرض کو بہت ترقی دے
بہت ترقی دے آمین۔

-----------------حق نواز لسبیلہ بلوچستان

اسلام علیکم کے بعد عرض ہے آپ دوست خیریت سے ہوں گے بہت امید ہے جواب عرض کا ویٹ کرتے ہیں جیسے کوئی مسافر اپنی گاڑی کا ویٹ کرتا ہوں فروری کا امتحان ہے زندگی ملا اسلامی صفحہ پڑھا کشور کرن آپی۔ محمد ہارون نے خوب بیان کیا ہے پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا سٹوریاں پڑھی تبصرے کے ساتھ آپ کے سامنے ہوں ایک سٹوری کی سمجھ نہیں آئی آپ سمجھ گئے ہوں گے محبت لہو لہو محمد عمر دراز آ کاش امتحاں ہے زندگی سیدہ امامہ۔ غلطی کس کی عامر جاوید ہاشمی۔ روٹھا میرا نصیب حاجی انور لانگ کیا بات ہے تم سینئر رائٹر۔۔ ہو نصیبوں جلی آپی کشور کرن کی تحریر مبارک باد آپی۔ وقت کے تقاضے شاہد رفیق سہو یار یہ سٹوری اتنی خاص نہ تھی روح کی کہانی محمد سلیم۔ مجھ سے روٹھے میرے ساجن۔ انتظار حسین ساقی آہ زندگی احمد حسن عرضی۔ خدا کا انصاف عافیہ گوندل محبت ایک دھوکہ ہے عارف شہزاد۔ تم کو آج پتہ چلا ہے شکر ہے پتہ تو چلا۔ تم ہی ہو وقاص انجم۔ سحر ہونے کو ہے زاہد ملک۔ کرن تم کہاں ہو محمد یونس ناز مبارک ہو بدلا رت جلال عینی۔ اب پیار نہیں کرنا یا سروکی۔ آخری ملن مقصود احمد بلوچ سب کی سٹوریاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں دوست لکھتے رہنا مجھے جو مقام دیا ہے یہ جواب عرض کی وجہ سے ملا ہے شاعری میں کو پن میں غزلیں زندگی کی ڈائری رشتے ناطے۔ دکھ سکھ اپنے سب کچھ اپنی جگہ پر بہتر رہا انکل ریاض ہماری بھی کوئی چیز لگا دیا کریں۔ اور قارئین آپ سب کے گزارش ہے کہ میری والدہ محترمہ بہت بیمار ہیں وہ ہسپتال میں داخل ہیں ان کے لیے دعا کیجئے گا اللہ ان کو صحت دے ماں کے بغیر بالکل بھی گھر میں رونق نہیں ہے میری ماں کے لیے دعا کرنا پلیز۔

-----------------نزاکت علی سانول رسول پور

اسلام علیکم۔ ریاض بھائی اینڈ آل سٹاف۔ ریاض بھیا کیا حال ہے آپ نے میری کہانی شائع کی اس کے لیے بہت شکریہ میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی جب میں نے ان لوگوں کو اپنی کہانی دکھائی جو باتیں کر کے مجھے پریشان کرتے تھے اب ان سب کے منہ بند ہو گئے ہیں کہ مجھے نا تو بہلا رہے تھے نہ ہی میرے ساتھ جھوٹ بول رہے تھے انتظار بے شک جاں گسل تھا مگر مجھے اس کا پھل مل ہی گیا ہے اس لیے بہت بہت شکریہ۔ دسمبر کا شمارہ ابھی تک نہیں ملا جبکہ جنوری کا شمارہ مل گیا پڑھ کر بہت پسند آیا اسلامی صفحہ زبردست تھا سائرہ ارم کا شعر بے حد پسند آیا غزل چاہت عرفان راولپنڈی کی بیسٹ تھی اور محبت کی عبادت اسد حسین کی غزل بھی اچھی تھی کہانیاں ابھی تک پڑھی نہیں ہیں کچھ مصروفیات کی وجہ سے پڑھ کر انشاء اللہ تبصرہ کروں گی اور جن لوگوں نے میری کہانی کو پسند کیا یا تنقید کی ان سب کا بے حد شکریہ کیونکہ اس سے مجھے لکھنے میں رہنمائی ملے گی ریاض بھائی آپ کے پاس ابھی میری چار کہانیاں پڑھی ہوئی ہیں پلیز ان پر بھی ذرا نظر کرم کرنا اور پوچھنا تھا کہ کیا اور کہانیاں بھی بھیج سکتی ہوں پلیز ضرور بتانا میرا ایڈریس ضرور

شائع کرنا چاہئے کسی بھی شمارے میں شائع کر دینا اور آپی کشور کرن جی جواب عرض کی محفل میں واپس آئیں اور اسے چار چاند لگا دیئے ان کا بے حد شکریہ اور اب پلیز پلیز پلیز جایئے گا نہیں ہمیں چھوڑ کر اب لیٹر لمبا ہو گیا ہے اجازت دیجئے۔ شکریہ اللہ حافظ۔

---------------ارم شہزادی کولیاں شاہ حسین

جی ارم شہزادی بہنا۔ آپ اپنی کہانیاں بھیج سکتی ہیں ہم انہیں ان کی باری آنے پر ضرور شائع کرتے جائیں گے آپ فکر نہ کریں ہم آپ کے کو کبھی بھی مایوس نہیں کریں گے شکریہ۔

---------------منیجر جواب عرض ریاض احمد۔

اسلام علیکم برادرز سسٹرز انکل اینڈ پورا اسٹاف۔ ماہ مارچ کا شمارہ ملا بائے داوے سب اچھا اچھا تھا سب سے پہلے چھلانگ آئینہ روبرو میں لگائی حیرت انگیز طور پر اس بار خطوط کے صفحات کچھ زیادہ تھے ریاض انکل جی آپ نے اچھا کیا باقی کالم بند کر کے خطوط کے صفحات بڑھا دیئے شاعری کے علاوہ سب کالم بند ہونے چاہئے اور انکل کہانیوں پر نمبر دینے تو آپ بالکل بند کر دیں آج کل آئینہ روبرو میں اسی وجہ سے ہر دوسرا جھگڑا ہو رہا ہے جواب عرض کا معیار خراب ہو رہا ہے پلیز اس بات کو ضرور سوچئے گا۔ قارئین ہماری بات اگیری کرتے ہیں یا نہیں۔ عبدالجبار رومی بھیا واحد آپ ہیں جنہیں تبصرہ کیا پسند آیا تھینک یو۔ کہانیاں سب کی اچھی تھیں پسند آئیں عمر حیات شاکر۔ اور عمر دراز آکاش دونوں بھائی کے نام ملتے جلتے ہیں ہر بار پزل ہو جاتے ہیں کہ تعریف کس کی کرنی تھی خیر آپ دونوں نے بھی کمال کا لکھا ندا بائے داوے نام میں سب کا لکھتی ہوں مگر چھوڑنے سے خط پہ ترس آتا ہے اور ویسے ریاض انکل نے اس میں سے بھی کاٹ دیا تھا اور ویسے ایک بات بتاؤں پکچر مجھے بھی زین نے بھیجی تھی شاید اس نے میرا کمنٹ تمہیں اس نے دکھایا ہوگا دوستی کے ساتھ ساتھ نند پن بھی میں نے پوری طرح نبھائی اور ہاں پانچ منٹ بڑا ہونا کوئی عزاز کی بات نہیں تم بھی اپنا چھوٹا ہونے کا ثبوت دیتی اور زارون کہتا ہے کہ میں نے تمہاری تعریف کی تھی مذاق نہیں اڑایا۔

---------------عائشہ عباس۔ زارون عباس اسلام آباد

اسلام علیکم۔ مارچ کا شمارہ ملا آئینہ روبرو بہت گرما گرم تھا ہر کسی نے اپنی بھڑاس دل کھول کر نکالی ہے اور ٹارگٹ تھی سیدہ امامہ۔ سید حسیب شاہ کاظمی۔ آپی کشور کرن۔ آپ نے مجھے اپنے خطوط میں یاد رکھا بہت بہت شکریہ اینڈ نوازش۔ ریاض احمد صاحب اس بار میری کہانی پر بھی نظر کرم ڈال دیجئے گا مہربانی ہو گی میرے لیے افسوس کی بات ہے کہ میرا جواب عرض کے لیے اتنا سفر اختتام پذیر ہو رہا ہے ہو سکتا ہے یہ میرا آخری خط ہو مجھے یہ ماحول اس گھرانے کا ہر فرد اور تمام قارئین بہت یاد آئیں گے میرا رشتہ جواب عرض سے تب سے ہے جب میں چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا ماشاءاللہ ماسٹرز طالبعلم ہوں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا کہ کت کیسے گزر گیا اس رسالے نے مجھے بہت کچھ دیا جس کا میں بہت شکر گزار ہوں اور تا عمر رہوں گا۔ ہم نے وفا کے نام پر کاروفا نہیں کیا۔ خود کو ہلاک کر لیا خود کو فدا نہیں کیا۔ کیسے کہیں کے تم کو بھی ہم سے واسطہ کوئی۔ تو نے تو ہم سے آج تک کوئی گلہ نہیں کیا۔ تو بھی کسی کے باب میں عہد شکن ہو غالبا

میں نے بھی ایک شخص کا قرض ادا نہیں کیا

بھائی جو خط شائع کرنے کے قابل تھا وہ کر دیا ہے اور جو کسی کی ذات پر تھا وہ مناسب نہیں اور اب ایسے کوئی خط ہم شائع نہیں کریں گے جو کسی کی ذات کے خلاف ہو۔

---------------ریاض احمد لاہور

اسلام علیکم قارئین جواب عرض کو پیار بھرا اسلام قبول ہو پیارے انکل اسلامی صفحہ بہت ہی پیارا تھا شاعری سب کی اچھی تھی اور اپنی کہانی لہو کا کوئی رنگ نہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی شکریہ اس سے پہلے مارچ دو ہزار پندرہ میں میری کہانی شائع کی ہے اف اللہ اتنا لمبا انتظار سر آپ یہ فالتو کالم بند کر دیں اور سیدہ امامہ جیسی لڑکیوں کے خط بھی اور ان چیزوں کی جگہ آپ منتظر لوگوں کی اچھی اچھی کہانیاں لکھا میں مثلا کنول۔ تنہا۔ شہزاد کنول۔ ماہ نور کنول۔ فوزیہ کنول۔ زوبیہ کنول۔ نازیہ کنول۔ صبا کنول۔ افسانہ کنول آپ سب ہی بہت اچھا لکھتے ہیں لیکن صبا کنول جٹ لاہور کی کہانی بہت سبق آموز تھی اور باقی افسانہ کنول کوٹلی آپ کی کہانی پڑھ کر مجھے اپنی کنول یاد آ گئی انشاءاللہ جلد ہی اپنی آپ بیتی جس کا نام کنول کا پھول رکھا ہے ادارے کو اشاعت کے لیے بھیج دوں گا آپی افسانہ کنول آپ نے خود لکھا ہے کہ اپنی رائے ضرور دینا میرے پاس رائے دینے کے لیے رابطہ نہیں ہے اس لیے میں آئینہ روبرو کے ذریعے آپ کو رائے دے رہا ہوں پلیز انکل ریاض یہ غصہ مت کرنا۔

---------------بشارت علی پھول باجوہ تھوتھیاں

بھائی جو خط شائع کرنے کے قابل تھا وہ کر دیا---------------ریاض احمد لاہور

اسلام علیکم۔ رائٹر جواب عرض لاہور کے محترم حاجی ولی اعوان گولڑوی کے والد ملک سخی محمد اعوان دس ستمبر پندرہ کو ضلع چکوال میں اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں تمام دوستوں سے دعا مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے تمام رائٹر حضرات سے پرزور اپیل کہ محترم ماہنامہ جواب عرض لاہور کے رائٹر ولی اعوان کے لیے دعا کریں کہ اس مشکل وقت میں خدا کریم صبر عطا فرمائیں اور جلد از جلد مشکلات ختم کریں آمین۔

---------------حاجی ولی اعوان گولڑوی۔۔

اسلام علیکم۔ جواب عرض کے تمام سٹاف اور قارئین کیسے ہیں آپ سب اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں جناب ریاض احمد صاحب میں جواب عرض کا خاموش قاری ہوں اور پہلی بار لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں اس امید پر کہ آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے اور مجھے ویلکم کیا جائے گا۔ مارہ مارش کا شمارہ ویران زندگی تین مارچ کو ملا اسلامی صفحہ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی سب سے پہلے سٹوریاں پڑھی وہ سب بہت اچھی لگی ہر سٹوری دوسری سٹوری سے مختلف تھی اور اپنی مثال آپ ہے میری دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

---------------رضوان جانی رینالہ خورد

اسلام علیکم ریاض بھیا کیسے ہیں آپ اور جواب عرض کے تمام رائٹر اور اس کے ساتھ جڑے ہوئے

...اور قارئین کو پیار بھرا سلام۔ بھائی ریاض آپ کا بے حد شکریہ جو آپ نے میری سٹوری کو جواب عرض میں شائع کیا دراصل میں اپنی سٹوری کسی اور ادارے میں بھیجنے والی تھی لیکن میری ایک دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ ایک دفعہ جواب عرض میں بھیج کر دیکھو اور تب میں نے اپنی سٹوری کو جواب عرض کا حصہ بنانا چاہا اور مجھے مثبت جواب ملا جس کے لیے میں بے حد مشکور ہوں اور میری ہمیشہ سے یہ کوشش ہے اور رہے گی کہ میں ایسی سٹوریز لکھوں جو ڈائریکٹ قارئین کے دلوں میں اتر جائے اور کے علاوہ مارچ کا شمارہ کافی اچھا تھا سب رائٹرز نے بہت محنت کی ہے جیسا کہ محمد خان انجم۔ محمد یونس ناز۔ عمر حیات شاکر۔ عارف شہزاد۔ مجید احمد جائی۔ بشارت پھول باجوہ۔ نزاکت علی۔ محمد عرفان ملک۔ نشیب احمد اعوان غلام مجتبیٰ غلام۔ انتظار حسین ساقی۔ عرین باب۔ کنول جی تنہا۔ رامین فاطمہ۔ محمد رضوان آکاش۔ افسانہ کنول۔ ایم عمر راز آکاش۔ پرنس عبدالرحمن گجر۔ ایم عاصم بوٹا۔ سجاد حسین جعفری۔ چوہدری فہد سہو۔ صباہ کنول جٹ۔ توقیر اسلم۔ سب نے ہی کافی محنت سے لکھا ہے اور ہم رائٹرز تو اپنی پوری توجہ دل و جان سے سٹوری کا آغاز اور اختتام کرتے ہیں مگر سٹوری کس حد تک اچھی تھی اس کا فیصلہ قارئین کرتے ہیں اور میری گزارش ہے کہ قارئین سے جس رائٹر کی بھی کہانی آپ کو اچھی لگے پلیز اس تک اپنا پیغام ضرور پہنچاؤ تا کہ حوصلہ افزائی ہو سکے۔ قارئین میں اپنی سٹوری تیرے واسطے میری ہر دعا لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

نازیہ کنول عرف کنول ملک

اسلام علیکم۔ امید رکھتی ہوں سب دوست احباب خیر خیریت سے ہوں گے اللہ یوں سب کو خوشیاں نصیب کرے۔ جواب عرض میں فرسٹ ٹائم انٹری دے رہی ہوں امید رکھتی ہوں آپ کنجوسی نہیں کریں گے سب ویلکم کہیں گے جواب عرض میں میری انٹری پیارے بھائی ندیم عباس میوانی کنگ آف شاہین گروپ کی مرہون منت ہے میں ہی نہیں سب شاہین گروپ والے جواب عرض میں آہستہ آہستہ انٹر ہو جائیں گے۔ سویٹ انکل جی امید ہے کہ جواب عرض کی محفل میں ہمیں ضرور جگہ دیں گے پھر ہماری پیاری آپی کشور کرن تو ضرور چاہیے سکٹ کی پرمسرت اور دل کی مسکراہٹ کے ساتھ ویلکم کہیں گی۔ بھائی تنہا کنول گگو منڈی بہت اچھا لکھتے ہیں سٹوری اچھی تھی۔ ندا علی عباس اچھا لکھتیں ہیں۔ بھائی ندیم عباس میوانی جواب عرض میں بھی کوئی زبردست سی سٹوری لاؤ نا شدت سے انتظار رہے گا۔ بھائی ابو ہریرہ بلوچ بہت ہی اچھا لکھتے ہیں ابھی میرے ایگزائم چل رہے ہیں اگلے ماہ تفصیلی بات ہوگی ابھی تو صرف حاضری مقصود تھی سو ہو گئی اب میں چلی کیونکہ کل پیپر بھی ہے سو امان اللہ۔

اقراء بوریوالہ

اسلام علیکم۔ جناب ریاض احمد کیا حال ہے آپ کا امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے مارش کا شمارہ نو مارچ کو ملا ویران زندگی۔ بے وفا لڑکی نزاکت علی سانول کی کہانی اچھی تھی۔ فریبی نے کوئی خاص مزہ نہیں دیا۔ یاد تو آتی ہوگی۔ یہ کہانی بہت اچھی تھی۔ تیرے واسطے میری ہر دعا نازیہ کنول آپ کی کہانی بہترین تھی مبارکباد قبول ہو مجرم کون یہ کہانی بہت اچھی تھی لوگ تو ہر کسی کو برا کہتے ہیں اسکا مطلب یہ نہیں

ہے کہ آدمی کو کوٹھا کھول کر بیٹھ جائے نعوذ باللہ۔ اللہ معاف کرے یہ کہانی پڑھ کر میرا دماغ گھوم گیا تھا اور سیدہ امامہ علی آپ پر مجھے بہت دکھ ہوا ہے کیسی سوچ رکھتی ہیں۔ اور ریاض بھائی میری پندرہ کہانیاں آپ کے پاس پڑی ہیں ریاض بھائی کیا اب ہماری کہانیاں سالوں تک پڑی رہیں گی ناراض نہ ہونا پلیز بتانا اور مہربانی ہوگی۔ آپی کشور کرن جی میں آپ کے گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ ویلکم کہیں گی پلیز انکار مت کیجئے گا شکریہ۔

حق نواز لسبیلہ بلوچستان

اسلام علیکم کیسے ہیں آپ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور رائٹر قارئین بھی خیریت سے ہوں گے تمام رائٹروں کی سٹوریاں بہت پیاری لگیں غزلیں تو دل کو چیر ہی گئی تھیں اللہ ان کے علم میں اور بھی اضافہ کرے پسندیدہ اشعار بھی دل کو بہت پسند آئے مگر جب نظر آئینہ روبرو پر پڑی تو یقین کریں دل کو بہت برا لگا کوئی کسی کے خلاف کوئی کسی کے خلاف ہم لوگ جب ایک دوسرے کو اچھا نہیں سمجھتے دوسروں کو اچھائی کا سبق کیسے دیں گے ریاض بھائی آپ سے گزارش ہے کہ آپ جواب عرض میں امن اور پیار اور محبت کی فضاء لائیں مجھے امید ہے کہ آپ سے محبت کے آپ سب کو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ سب آپ کی قدر کرتے ہیں۔

محمد رضوان آکاش

اسلام علیکم قارئین کیسے ہیں آپ سب میں تو پر جوش ہوں کہ آپ سب جواب عرض کو بہت آگے لے کر جانے کے خواہشمند ہیں یہی تو ہے ہمارا جواب عرض جس کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے ہیں جس کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے دکھ درد جان سکتے ہیں ماہ مارچ کافی دلچسپ ہے میرے جگری دوست نزاکت علی سانول نے بتایا کہ ہمراز میری کہانی بے وفا لڑکی شائع ہوئی ہے سب سے پہلے یہ کہانی پڑھی اچھی لگی کافی دکھی ہے نزاکت علی سانول سے شکوہ ہے کہ جو وہ سمجھ جائیں ویران زندگی عارف شہزاد۔ کم ظرف یونس ناز۔ باقی بھی تمام کہانیاں نام کے قابل ہیں ہر کوئی اچھا لکھ رہا ہے سب کو مبارکباد قبول ہے ملتان سے شکوہ ہے کہ کافی ظالم ہو سب کچھ سب کچھ غلط ہو رہا ہے میں نے کیا سمجھا تھا مگر تم کیا نکلے ہرجائی ہو تم مگر انجان ہو کہ تم میرے ہو صرف میرے کیا سمجھو کہ میرے درد دل کتنا جان لیوا ہوتا ہے نہ سمجھ سکو گے تم ایڈیٹر جواب عرض شکوہ ہے آپ سے کہ میری شاعری کہانیوں کو جواب عرض میں جگہ نہیں ملتی آف کیوں ہے ایسا ظلم کر رہے ہو میرے ساتھ سراسر زیادتی میری دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

سید ہمراز مرز مظفر آباد

اسلام علیکم۔ قارئین میں ایک غریب اور محنت کش آدمی ہوں روزگار نہ ہونے کی وجہ سے گھر میں بھوک بیماری اور افلاس کا دور دورہ ہے تین کم سن چھوٹے بچے ہیں سات لاکھ روپے کا مقروض ہو چکا ہوں ایکسیڈنٹ میں دائیں پاؤں کی ہڈی کریک ہوگئی ہے چھ ماہ سے چارپائی پر ہوں میری سب مخیر دوست واحباب سے دردمندانہ اپیل ہے کہ میری مالی مدد فرما کر ہم غریب بے آسرا خاندان کو فاقوں سے

بنا ئیں آپ کی بہت بہت نوازش ہوگی۔

-----------جاوید اقبال ولد محمد نواز قریشی۔ میانوالی

اومائی گاڈ ریاض بھیا یہ کیا۔ کیا آپ نے دیکھا میں سلام تک کرنا بھول گئی خوشی میں ابھی چھپی میری کہانی کی خوشی ابھی پوری اتری نہیں تھی اور ایک اور جھٹکا۔ اومائی گاڈ دو ماہ پہلے نہیں آرہی اپنی خوشی شیئر کس سے کروں۔ بھتیجا جازب مجھے خوشی میں اچھلتے دیکھ کر کہتا ہے پھوپھو آپ تھیل رہی ہیں کیا۔ اکیلی۔ مگر کس سے اور زین مسکراتے دیکھ کر کہتا ہے اکیلے اکیلے مسکرایا جارہا ہے قارون کا خزانہ مل گیا کاش میرے گھر والے میرے لکھنے پر یہ پابندی نہ لگاتے تو میں چھپ چھپ کر لکھنے کے بجائے ان کی اجازت سے لے کر لکھتی اور اپنی خوشی ان سے شیئر کرتی اور میرے خالہ زاد کزنز تو یقین ہی نہیں کرتے میں یہ کہانیاں لکھتی ہوں زارون اور محمل کہتے ہیں ندا یقین نہیں آتا یہ آپ نے لکھا اور عائشہ کہتی ہے گھنی میسنی ریاض انکل سے پوچھنا پڑے گا کہ ندا جو خط اور کہانیاں بھیجتی ہے کیا ان دونوں کی لکھائی سیم ہوتی ہے یا تم کسی اور سے لکھوائی ہو اور تحمل کہتی ہے ندا کیسے لکھ لیتی ہو ہمیں بھی سکھاؤ ناں ہم بھی جواب عرض میں جگہ بنائیں میں اپنے تمام کزنز سے کہنا چاہتی ہوں خدا کی قسم میرا اس میں کوئی کمال نہیں ہے بس تھوڑی سی تحریر سوچتی ہوں اس کے بعد قلم خود بخود ہی چل پڑتا ہے پچیس تیس صفحے ہوتے ہیں تو مجبور اقلم روکنا پڑتا ہے جب کہ میں قلم رکتا نہیں ہے میں خود بھی حیران ہوتی ہوں کہ یہ سب میں نے لکھا بھلا ایک ان پڑھ جاہل لڑکی ایسا کیسے لکھ سکتی ہے جس نے کبھی سکول کا منہ نہ دیکھا ہو اس کے لیے میں تھینکس کرنا چاہوں گی علی عباس کا جنہوں نے سخت روایات کے باوجود بھی مجھے قلم پکڑنا اور لکھنا سکھایا صرف تین ماہ اور اس کے بعد جو لکھا میں نے خود ہی لکھا باقی تھینکس یو سو ویری مچ ریاض بھیا لاکھ بار نہیں کروڑوں بار شکریہ۔ ندیم عباس میواتی آپ کا بھی شکریہ ویلکم کہا جیتے رہیں خوش رہیں۔ آپی کشور کرن اور زین کم نہیں ہے آپ۔ آپ بھی مجھ پر ہنس دی جی میں کوئی نئیں کسی سے ڈرتی ہاں ہائے داوے آپ کا بھی شکریہ ہمیں ساتھ بٹھانے کے لیے اور ریاض بھائی کا بھی باقی سب کو سلام اللہ نگہبان۔

-----------ندا علی عباس سوہاوہ گجر خان

اسلام علیکم بھیا ریاض احمد صاحب اور جواب عرض کے پورے سٹاف کو خلوص بھرا سلام قبول ہو دسمبر کا جواب عرض نہ آنے کی وجہ تو خیر میں نہیں جانتا بس اتنا جانتا ہوں کہ جواب عرض کو چاہنے والے بہت سے بہن بھائیوں نے فون اور میسج کر کے جواب عرض کا پوچھا میں خود بھی بہت اداس اور بے چین تھا دو تین بار بھائی ریاض احمد کا نمبر ٹرائی کیا جو شاید کسی مصروفیات کی وجہ سے بند تھا جب جنوری کا جواب عرض ملا تو بہت خوشی ہوئی اور دسمبر کی ساری تھکاوٹ دور ہوگئی تمام رائٹر بہن بھائیوں نے اپنی محنت اور لگن سے جواب عرض کو خوب سجایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ ان سب کے شعور کو سلامت رکھتے آمین میں ادارہ جواب عرض اور بھائی ریاض احمد کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے معصوم سویرا کو شائع کر کے مجھے عزت بخشی۔ اور ان غریبوں کا مان رکھا میری کوشش ہے کہ میں جواب عرض کو وہ سٹوری دوں جس میں جواب عرض کا وقار اور معیار سلامت رہے اور پڑھنے والوں کو کوئی سبق حاصل ہو فنکار شیر زمان پشاوری۔ سجاد حسین جعفری

آئینہ روبرو

پیاری بہن مقدس رانی۔ اپنے لیٹر میں مجھے یاد کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ اور بھائی ریاض احمد سے گزارش ہے کہ میں اکثر لاہور جاتا رہتا ہوں آپ سے چھوٹی سی ملاقات کرنا چاہتا ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اور اپنے قیمتی وقت سے تھوڑا سا ٹائم دیں تو بہت نوازش ہوگی باقی پرنس مظفر شاہ پشاور۔ سجاد علی ساگری گلگت۔ شمش الدین۔ حنا مرید۔ حنا لالہ موسیٰ۔ سب کو سلام ڈھیروں دعائیں۔

-----------حسنین شاکر ڈھڈیاں شریف

اسلام علیکم۔ کے بعد عرض ہے میں ایک کرسچن لڑکی ہوں پہلی بار جواب عرض میں لکھ رہی ہوں دسمبر میں میں نے ماہنامہ جواب عرض خریدا تھا نہایت ہی عمدہ قسم کا ڈائجسٹ تھا اس کی تمام کہانیاں بہت ہی دلچسپ تھیں سب سے پہلے میرے محسن ناصر خٹک کی کہانی میڈم کے آنسو سب سے منفرد تھی ویلڈن خٹک صاحب۔ اس کے علاوہ یاسر ملک میکان جنڈ کی محبت کے زخم۔ ساحل اقبال کی بے گناہ پھانسی۔ ام رباب کی ناکام محبت میری بہت دلچسپ تھی تمام رائٹروں سے گزارش ہے کہ جملوں کی ترتیب میں مزید بہتری لانے کی کوشش کریں اس کے علاوہ بول چال کے الفاظ استعمال کرنے سے کہانی معیاری نہیں لگتی تھوڑا بہت کتابی زبان بھی استعمال کرلیا کریں البتہ شعر و شاعری اور غزلیں سپر اعلیٰ ہیں آخر میں ریاض انکل سے ریکویسٹ کرتی ہوں کہ میں دو کہانیاں انڈیا سے پوسٹ کروں گی امید کامل اور باپ کا خواب۔ ان کو ضرور شائع کردینا میری کہانیوں کو جگہ دینا اور میں اپنے پیارے بھائی لیفٹننٹ سنی کو بہت سلام پیش کرتی ہوں۔ اور آخر میں آپی کشور کرن۔ ناصر اقبال۔ فلک۔ انتظار حسین ساقی۔ کو سلام اور رزمک کے بہادر جوانوں کو سلوٹ پیش کرتی ہوں میں آخر میں سیدہ امامہ سے گزارش کرتی ہوں ہمارا ناصر قبال ایسا نہیں ہوسکتا۔ آخر میں پورے پاکستان کو رانی اشرف کا سلام۔

-----------رانی اشرف۔ رزمک۔

اسلام علیکم۔ جنوری کا تازہ شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے سرورق کی کیا بات ہے کہانیوں میں اس بار رائٹرز حضرات نے کمال کردیا اور ماضی کے بڑے بڑے رائٹرز کی یاد دلادی اپنی تحریروں میں انہوں نے موتی پرو دیئے الفاظ سادہ اور بامعنی کہیں سسپنس اور کہیں رومانس یہ سب کچھ ایک ساتھ پڑھنے کو ملا خاص کر معاویہ عنبر وٹو۔ عمر دراز آکاش۔ ایم قاسم۔ انتظار حسین ساقی۔ احمد حسن عرضی۔ کنول ناز۔ شاہد رفیق۔ ابو ہریرہ۔ کی تحریروں نے جواب عرض کو چار چاند لگادیئے جو بھی لکھا کمال کا لکھا اور اگر اسی طرح محنت اور لگن سے یہ لوگ لکھتے رہے تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ہمارا جواب عرض افق کی بلندیوں کو چھونے لگے گا معیاری تحریر ہی کسی رسالے کی مقبولیت میں اضافے کا باعث ہوتی ہے تجربہ لکھنے سے ملتا ہے اور جو لوگ محنت اور لگن سے لکھنے کی جسارت کرتے ہیں وہ ایک نہ ایک دن کامیاب ضرور ہوتے ہیں مایوسی گناہ ہے تنقید اور تعریف کامیابی کے دو زینے ہیں تنقید سے گھبرانا نہیں چاہئے اور تعریف سے خوش نہیں ہونا چاہئے بہتر سے بہتر کی تلاش میں ہمیشہ سے سرگرداں رہنا چاہئے غزلوں میں شعراء نے اپنی بساط کے مطابق لکھنے کی جسارت ضرور کی مگر متاثر کن نہ تھیں پھر بھی کاوش کرنے پر مبارکباد کے مستحق ہیں لکھنا مشکل نہیں ہے بلکہ تحریر بامعنی اور بامقصد ہونی چاہئے تاکہ پڑھنے والے کچھ حاصل کرسکیں طویل

تحریر اگر بامعنی نہ ہو تو اس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا بلکہ اس تحریر کا مقصد ہوتا ہے جو مختصر اور جامع ہوتی ہے دریا میں کوزے کو بند کرنا اس کو کہتے ہیں اور اگر دریا کو سمندر بنانے کی کوشش کی جائے تو معاملات طوالت کی طرف چلے جاتے ہیں غزلوں میں شاعروں نے اپنی بساط کے مطابق پھول پرونے کی کوشش ضرور کی ہے مگر جتنی کوشش کرنی چاہئے تھی اتنی نہیں کی جاسکی پھر بھی یہ لوگ مبارک کے مستحق ہیں کہ کوشش تو ضرور کرتے ہیں اور دکھی نگری کے لیے قیمتی لمحات سے کچھ وقت نکال لیتے ہیں ورنہ نفسا نفسی کے اس دور میں کسی کے پاس اتنا وقت کہاں میسر ہوتا ہے سلیم اختر صاحب کی دوسری قسط غائب تھی رفعت محمود بھی کافی عرصہ سے غائب ہیں اپنی حاضری کو یقینی بنائیں میں ان تمام دوست احباب کا شکر گزار ہوں جو تحریروں کو پسند کرتے ہیں مصروفیات کی بنا پر اگر کسی کو بروقت جواب نہیں ملتا تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں جواب عرض کی ترقی کے لیے ہمیشہ دعا گو ہوں ایک شعر کے ساتھ اجازت۔ ہو سکے تو میرے بعد اس تاثیر کو بدل دینا دوستو۔ کہ یہ میرا ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

------------ محمد یونس ناز کوٹلی آزاد کشمیر

اسلام علیکم۔ ادارہ جواب عرض اور تمام سٹاف کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلوٹ کے ساتھ سلام کرتا ہوں اللہ ان سب کو لمبی عمر دے اور خوشیاں دے آمین۔ چاہنے والوں سے سب سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی کسی مجبوری کی وجہ سے تعلق نہ بنانا چاہے تو وہ اتنے گرے ہوئے الفاظ نہ لکھے جیسا کہ سیدہ امامہ بہن نے میرے لیے لکھے ہیں اس کے لیے اتنا ہی لکھوں گا کہ آپ میں اور فردوس عوان میں کوئی فرق نہیں ہے ہمارے معاشرے میں عورت کی عزت کی جاتی ہے میں آپ کو اخلاقی شکست دے کر یہ جنگ جیتنا چاہتا ہوں فیصلہ جواب عرض کے قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ اور آپی کشور کرن کی امی کے لیے ہر نماز کے بعد دعا گو ہوں خدا ان کی صحت کو صحت یاب کرے آمین باقی حوالدار آرمور بنی۔ الیکٹریشن نائیک آصف حیات۔ وحید۔ چوہدری طاہر قیوم۔ ابرار خٹک۔ سیف اللہ کرک آفتاب عالم۔ مدثر اصرار خٹک۔ محمد۔ حوالدار اشرف مسیح۔ صوبیدار آدم شاہ خٹک۔ میرے کزن اختر اقبال۔ رانی آف رزمک ۔ ناظم ظہور خٹک۔ محمد عمر۔ کلرک انجم اقبال۔ چوکارہ سے شبنم۔۔ حسینہ۔ اور میری بہن مرشد نادیہ۔ نگینہ ۔ دل آویز۔ عصمہ رفعت۔ سب کو میرا اسلام اور شکریہ میری کہانیوں کو پسند کرنے کا اور افریقہ میں میرے بھائی ہیں ان کو میرا اسلام اور میری طرف سے وزیرستان والوں کو میرا محبت بھرا اسلام۔ اور میری زرا او رمیری نگن کی دعا کرو میری زرا آئی لو یو پلیز مجھ سے کبھی خفا نہ ہونا قارئین میں جہاں نوکری کرتا ہوں وہاں موبائل کام نہیں کرتا جب چھٹی آتا ہوں تو پھر میرا موبائل کام کرتا ہے پریشان نہیں ہونا سب اپنا خیال رکھنا خط لمبا ہو گیا ہے مجھے جس نے بھی جہاں سے بھی کال کی سب کو میرا اسلام اور آزاد کشمیر والوں کو بہت سلام کیونکہ وہاں سے بہت لوگوں کی کالز آتی ہیں گوجرانوالہ سے میری ماں ام کلثوم کو محبت بھرا اسلام پلیز رابطہ کریں ماں۔ اور میری ماں کے لیے دعا کریں وہ مل جائے۔

------------ ناصر اقبال خٹک آف کرک

اسلام علیکم مارچ کے شمارے میں میری تحریر کون مجرم لگائی شکریہ یہ دوسری بات ایم یعقوب احمد ان کا

جو جھوٹ پر مبنی لیٹر لگایا اس کے لیے آپ کو کیا کہوں یعقوب صاحب سے تو میرا رابطہ بھی نہیں ہے اور پھر یہ جھوٹ پہ جھوٹ ہر رسالے میں کیوں بکھیر رہے ہو میری شرافت ہے میں آپ کو کچھ نہیں کہہ رہا اس بار آپ نے جو لکھا ہے اس پر میں تو قانونی کاروائی کرنے جا رہا تھا مگر آپ شکریہ ادا کرو ریاض احمد کا جس نے مجھے روکا اور میں رک گیا نہ میں کسی لڑکی کو گھر سے بھاگنے پر مجبور کیا اور نہ ہی کسی کو گھر میں قید کیا ہے تم مجھے جتنا بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہو میرا نام اتنا ہی زیادہ شہرت حاصل کر رہا ہے اور رہی بار میری ذاتی سٹوری کی تو ہمارچ دو ہزار تیرہ میں محبت روٹھ گئی کے نام سے شائع ہو چکی ہے دو سال ہوئے ہیں آپ کو لکھتے ہوئے ہم دوسروں کی عزت کو اپنی عزت سمجھتے ہیں اور جو نمبر میرا مارچ میں شائع ہوا ہے جو دو سال بند ہے اب یہ نمبر آن ہے تمام دوست اس پر رابطہ کریں شکریہ اور جہانیاں منڈی چوک متیلاں ٹبہ سلطان پور پل ایک سو چودہ دنیا پور۔ قطب پور مخدوم رشیدان شہروں اور اس اردگرد کے گاؤں میں جواب عرض نہیں مل رہا یا لیٹ مل رہا ہے تو رابطہ کرو پرچہ گھر کی دہلیز پر ملے گا۔

------------ ایم عاصم بوٹا شاکر چوک متیلا

اسلام علیکم۔ دسمبر کے جواب عرض نے بہت پریشان کیا مارکیٹ کے چکر کاٹ کاٹ کر تھک گئی مگر افسوس کہ پیارا دوست جواب عرض نہیں مل رہا جب جنوری کا جواب عرض ملا تو بہت خوشی ہوئی ماں کی یاد میں آپی کشور کرن کا لکھا ہوا صفحہ بہت اچھا لگا باقی سب کہانیاں بہت اچھی تھیں میرا پیارا امر کردو کنول ناز۔ تم صرف میرے ہو ام رباب۔ اور حسنین شاکر کی معصوم سویرا بہت اچھی کہانیاں تھیں جو مجھے بہت پسند آئی باقی جن بہن بھائیوں نے مجھے اپنے لیٹر میں یاد رکھا ان سب کو میرا اسلام اور یاد کرنے کا شکریہ میں جواب عرض کی بہت شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اپنی اس پیاری سی بزم میں مجھے جگہ دی میری ایک سٹوری اور دو غزلیں جواب عرض کے پاس موجود ہیں اور مجھے ڈھیر ساری امید ہے کہ بھائی ریاض احمد مجھے مایوس نہیں کریں گے ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

------------ حنا مرید راولپنڈی

اسلام علیکم۔ سٹاف جواب عرض اور تمام قارئین سے گزارش ہے کہ میری والدہ محترمہ جو کہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں اور ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے تمام قارئین جواب عرض سے ریکویسٹ ہے کہ میری والدہ کی صحت کے لیے دعا کریں اللہ ان کو صحت یاب کرے ماں تو گھر کی رونق اور بچوں کے لیے بہت بڑی رحمت ہوتی ہے۔

------------ شاہد رفیق سہو کبیر والا

نزاکت علی سانول۔ اور شاہد رفیق سہو کی والدہ کے لیے خصوصی دعا ہے کہ خدا ان کو تندرست وصحت عطا فرمائے۔ اور ولی اعوان صاحب کے والد کو خدا تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اقبال خٹک صاحب کو بھی خدا تعالیٰ جلد صحت یاب کرے۔ اور جن جن کے ساتھ پریشانیاں ہیں خدا ان سب کی پریشانیوں کو ختم کرے امین۔

۔ آفس منیجر جواب عرض ریاض احمد۔

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام و مقام

نام .... شہر ....

....

....

....

....

بھیجنے والے کا نام و مقام

نام ....

شہر ....

جواب عرض ماہنامہ لاہور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کردیں

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

مکمل پتہ ____

____